

حضرت ابوبکر بن عبد العزیز ابن ابی شیبہ
کے تشریح آفاق مکتوبات شریف کی پہلی شرح

ابوبکر

یہ داند کہ احسان شمار الجملہ حسن کا ہے

شرح

مکتوبات

یہ حالت و اطلاع ہی ایسا عارفی ایسا عارفی

عربی و شہسور بر معنی است کہ استہلال الخلف ساری

کہ معلوم ہو کہ شخصی برابر دانہ خودہ از سر اطمینان

ابن بزرگواران جد الفتن است صحبت لورا ستر قابل

باید دہشت و محاسنت اور از ہر ارض باید انکار

یہ پاک از ہر فرقہ کہ باشند خصوصاً بن انرف

شایع

یہ ایسا نیز از فرزند است این ہمہ فتنہ و فساد

کہ در دین پیدا شدہ است از سوی انجیلو است کہ کلمہ

الفرقہ پر مادودہ اند اولنگ الہی انرف

یہ ایسا نیز از فرزند است این ہمہ فتنہ و فساد

کہ در دین پیدا شدہ است از سوی انجیلو است کہ کلمہ

ابوالبیان محمد سعید احمد مدنی

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد رومی حنفی سرسری سندھی سنی فیاض

کے کتاب و سنت کی روشنی میں شریعت، طہارت
و حقیقت کے علوم و معارف پر مشتمل شہرہ آفاق مکتوبات شریفہ

کی پہلی اردو شرح

سمعی بہ

کتاب

شرح

مکتوبات

جلد چہارم

شرح

ابوالبیان محمد سعید احمد رومی

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

پاکستان +92-55-3841160

نظم الاملا پبلیکیشنز

جُمْلہ حقوق بحقِ ادارہ محفوظ



بار اول جولائی 2010 تعداد 1,100

صدیہ 480 روپے



ناشر

تنظیم الاسلام سٹی کیشرز

مرکزی جامع مسجد نقشبندیہ 121-بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ

Tanzeem-ul-Islam Publications

121-B Model Town Gujranwala, Pakistan
Ph # : +92-55-3841160, 3731933 Mob: 0333-7371472

URL: www.tanzeem-ul-islam.org

E-mail: tanzeemulislam@yahoo.com

tanzeemulislam@hotmail.com

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاءَكَ رَسُولُكَ
وَكَانَ عَلَيْنَا نَذِيرٌ لِّلَّذِينَ
كَفَرُوا لِيُقِيمَنَ فِيهِ
الْقُرْآنُ كَمَا يُقِيمُنَا فِي
الْبَيْتِ الْمَكِينِ وَنُبَيِّنَ
لِلنَّاسِ مَا كَانُوا لَا يَفْقَهُونَ
إِلاَّ جَزَاءً مِّنْ عَمَلِهِمْ لَعَلَّ
هُمْ يَرْجِعُونَ

رَبَّنَا

تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ
وَتُبَّ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ

اللَّهُمَّ
انك عفو خب العفو فاعف
عني يا غفور يا غفور

اغفر الله لنا ما كنا لله
انك عفو خب العفو فاعف

سبحنا قولا وفعلنا
سبحنا قولا وفعلنا

ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم



صلى الله على سيدنا محمد وآله وسلم

الْهَدَاءُ

وارثِ کمالاتِ محمدیہ
مہبطِ علومِ حمیدیہ
حائلِ نسبتِ صدیقیہ
امیرِ عساکِ اسلامیہ
خلیفِ مَثَلِ اللہِ المعبود

الامام

مَلِكِ الْمَعْرُوفِ

کے حضورِ ناز میں بصد شوق و انگسار ارمانِ نیاز

گر قبولِ افتد زب سے عز و شرف

ابوالبلیان محمد سعید خاں

برہان ولایتِ محمدیہ ۶ مجتہد شریعتِ مصطفویہ

کاشف اسرارِ سبعِ مثانی ۶ عالمِ علومِ مقطعاتِ قرآنی

ارماحِ ربانی ، عارفِ حقانی ، قیومِ زمانی

شیخ الاسلام و المسلمین ، آیت اللہ فی الارضین

حضرت شیخ احمد فاروقی

حنفی ، ماثریدی ، نقشبندی ، سرسندی

مجدد الف سنی

اولیٰ نبی ، رحمانی

۶
قدس سرہ السبحانی

فہرست

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۲	ایک نہیں	۲۶	پیش لفظ
	متن: در مقام کمال کہ مرتبہ ولایت	۲۹	مکتوب ۱۵۱
۴۲	است.....	۳۳	متن: یادداشت در طریقہ حضرات خواجگان.....
	مقام تکمیل میں محبت رسول علی صاحبہا	۳۴	یادداشت حضور بلا غیوبت سے
۴۳	الصلوات غالب ہوتی ہے		عبارت ہے
۴۳	محبت رسول اصل ایمان ہے	۳۴	حجابات شیونی اور حجابات اعتباری
۴۶	محبت رسول کی برکات	۳۵	یادداشت کے دوسرے نام
	محبت رسول علی صاحبہا الصلوات کی	۳۵	مقام یادداشت نادر و نایاب ہے
۴۸	علامات	۳۵	یادداشت اور حالت نوم میں فرق
۵۳	مکتوب ۱۵۳	۳۷	مکتوب ۱۵۲
	متن: اما خلاصی تام از رقیبت		متن: قال اللہ سبحانہ و تعالیٰ
۵۵	اغیار.....	۳۹	من یطع الرسول.....
	احوال و مقامات مقاصد میں سے	۴۰	اطاعت رسول ہی اطاعت خدا ہے
۵۶	نہیں ہیں		اطاعت خدا و مصطفیٰ میں اختلاف کا
۵۶	ایمان کی دو اقسام	۴۲	قول کلمہ سکر یہ ہے
	جملہ خلایق سے قلبی انقطاع کے بغیر		خدا و مصطفیٰ کی بات ایک ہے ذات
۵۷	فناء مطلق میسر نہیں ہو سکتی		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۷۶	صحبت صلحاء کی ترغیب	۵۹	مکتوب ۱۵۴
۷۷	مکتوب ۱۵۷		متن: اللہم لا تکلنا الی انفسنا
۷۹	متن: پیش این طائفہ خالی شدہ باید آمد.....	۶۱	طرفہ عین.....
۸۰	اہل اللہ کے پاس عجز و انکسار سے حاضر ہونا چاہیے	۶۲	مطلوب ماورائے آفاق و انفس ہے
۸۰	متن: (حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند.....)	۶۳	متن: مبادہ سادہ دلی ازینجا حلول یا اتحاد فہم کند.....
۸۱	نیاز مندی ہی قابل التفات ہوتی ہے	۶۳	اللہ تعالیٰ تقیدات سے منزہ ہے
۸۱	متن: سعادت آثارا آنچہ بر ماوشما لازم است.....	۶۴	اذا تم الفقر فهو اللہ کا مفہوم
۸۲	شریعت و طریقت کے ارکان اربعہ	۶۵	مکتوب ۱۵۵
۸۲	علم کی دو اقسام		متن: غرہ ماہ جمادی الاول روز جمعہ بطواف.....
۸۵	اہل سنت کے تین گروہ	۶۷	آستانوں کی شرافت کاراز
۸۷	تقلید کی تعریف	۶۸	حضرت دہلی کہنے کی وجہ
۸۸	احکام شرعیہ کی اقسام ثلاثہ	۶۸	متن: چند روز اگر ارادہ خداوندی.....
۹۱	مذہب اربعہ سے خروج باعث ضلالت ہے	۶۹	وطن کی مختلف توجیہات
۹۳	اختلاف صوفیاء کی حکمت	۷۰	متن: ففروا الی اللہ گفتہ دروے بوائے بگریزند.....
		۷۱	ایک مقولہ کے تین مفہوم
		۷۳	مکتوب ۱۵۶
		۷۵	متن: الحمد لله والمنه کہ محبت فقراء نقد وقت دارند.....

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۱۵	تعالیٰ اسرار ہم سہ طاہفہ اند.....	۹۷	مکتوب ۱۵۸
۱۱۶	مشائخ طریقت کے تین گروہ		متن: اعلم ان مراتب الکمال
	مشائخ وجودیہ اپنے کشف میں	۱۰۱	متفاوتہ.....
۱۱۸	معذور ہیں	۱۰۱	مشارب اولیاء کا بیان
۱۱۸	طاہفہ اولیٰ کے مشائخ کی فنا تم ہے		انبیاء کی مربی صفات اور سالکین
	متن: اما طاہفہ اولیٰ بواسطہ کمال	۱۰۲	کے عداوت متقابلہ کی باہمی مناسبت
۱۱۹	مناسبت.....		سالکین کے دقائق و مشارب کے علوم
	مشائخ کے طبقہ اولیٰ کے احوال و	۱۰۳	ومعارف اولیاء کا ملین کو ملتے ہیں
۱۲۰	کمالات کی ترجیحات		متن: وبعد حصول الکمال
	طاہفہ علیہ کے اولیاء ظاہر شریعت	۱۰۴	فی ای مرتبہ.....
۱۲۱	سے سرمو بھی مخالفت نہیں رکھتے	۱۰۴	اولیاء مرجوعین اور مستہلکین
۱۲۳	مکتوب ۱۶۱	۱۰۷	مکتوب ۱۵۹
۱۲۵	متن: مقصود از طی منازل سلوک.....		متن: جسم و روح گویا برد و طرف
	نفس مطمئنہ ہی بلندی درجات کا	۱۰۹	نقیض واقع شدہ اند.....
۱۲۶	باعث ہے		جسم و روح ایک دوسرے کے نقیض
۱۲۷	صاحب فناء قلب، ولی ہو سکتا ہے	۱۰۹	ہیں
۱۲۷	مکتوب ۱۶۲	۱۱۰	متن: خاک شوخاک تا بروید گل
	متن: شان کلام کہ از جملہ شیونات		حصول معرفت کے لئے عاجزی و
۱۲۹	ذاتیہ است.....	۱۱۱	مسکینی شرط ہے
	قرآن صفت کلام کا مظہر اور ماہ	۱۱۳	مکتوب ۱۶۰
۱۲۹	رمضان اس کا اثر ہے		متن: مشائخ طریقت قدس اللہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۵۴	وصول جزئیہ کی دو اقسام	۱۳۰	بینات
۱۵۵	متن: چیز ہا از ایشاں پر سیدن.....	۱۳۲	شب قدر ماہ رمضان کا لب لباب ہے
۱۵۶	کفار کی دعا بے حاصل ہے	۱۳۳	صفات زائدہ کی حکمتیں
۱۵۷	کفار سے استعانت کے نقصانات		متن: و در بودن آن تمرہ برکت
	متن: عزیزے فرمودہ است تا یکے	۱۳۵	آنست.....
۱۵۸	از شما.....		جسم انسانی اور شجرہ نخلہ کے درمیان
۱۵۹	دیوانگی حقیقت مسلمانی کی شرط ہے	۱۳۶	باہمی مشابہت
	متن: پس ناچار از استعمال ذہب و	۱۳۷	متن: آن غذا بتجویز شرعی واقع شود.....
۱۶۰	فضہ.....		باطنی غذا عارفین کیلئے باعث نورانیت
	ریشمی ملبوسات اور سنہری مصنوعات	۱۳۸	ہوتی ہے
۱۶۰	کا حکم	۱۳۹	ہر ممکن کی دو جہتیں ہیں
۱۶۵	مکتوب ۱۶۴	۱۴۱	مکتوب ۱۶۳
	متن: فیض حق سبحانہ و تعالیٰ علی		متن: حق سبحانہ و تعالیٰ حبیب خود
۱۶۷	الدوام بر خاص و عام.....	۱۴۳	راعلیہ التخیۃ والثناء می فرماید.....
	فیوضات الہیہ ہر خاص و عام پر وارد		کفار کی رسوائی عزت اسلام کا
۱۶۸	ہوتے ہیں	۱۴۴	باعث ہے
	اشیاء کی استعدادات حق تعالیٰ کی	۱۴۵	کافر سے دوستی کی تین وجوہات
۱۶۸	مخلوق ہیں		متن: جزئیہ از اہل کفر کہ در
۱۶۹	استدراج بد نصیبی کی علامت ہے	۱۵۰	ہندوستان.....
۱۷۱	مکتوب ۱۶۵	۱۵۰	کفار سے اخذ جزئیہ ان کی رسوائی ہے
	متن: میراث صوری آل سرور علیہ	۱۵۱	کفار کی اقسام اربعہ

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۱۸۶	حق تعالیٰ جسمی و اسمی مشابہت سے منزہ ہے	۱۷۳	و علیٰ آلہ الصلوٰات والتسلیمات بعالم خلق تعلق دارد.....
۱۸۶	کمون و بروز کی تفصیلات	۱۷۴	وراثت کی دو اقسام
۱۸۹	اہل اللہ کی محبت و نیاز مندی کفار کیلئے بھی حسن خاتمہ کا موجب ہو سکتی ہے	۱۷۴	متن: علامت کمال محبت کمال بغض است.....
۱۹۰	متن: رام و کرشن و مانند آ نہا کہ آلہ ہنود اند.....	۱۷۵	کمال محبت کی علامت اعداء محبوب سے اظہار عداوت ہے
۱۹۱	حق تعالیٰ مخلوق کے ساتھ ہر قسم کی مماثلت سے پاک ہے	۱۷۵	متن: حصول دولت عظمیٰ متابعت موقوف بر ترک کلی دنیاوی نیست.....
۱۹۱	حق تعالیٰ کو معبودان باطلہ کے ناموں سے موسوم کرنا کفر صریح ہے	۱۷۶	متابعت نبوی دنیا کی ترک کلی پر موقوف نہیں ہے
۱۹۱	متن: پیغمبران ما علیہم الصلوٰات والتسلیمات کہ قریب بیک لکھ.....	۱۷۷	ترک دنیا کی دو اقسام
۱۹۲	انبیاء کرام کی تعداد متعین نہیں ہے	۱۷۸	طریقت کا نصب العین تصفیہ باطن، تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ ہے
۱۹۵	مکتوب ۱۶۸	۱۷۹	مکتوب ۱۶۶
۱۹۷	متن: علو این طریقہ علیہ و رفعت طبقہ نقشبندیہ بواسطہ التزام سنت است	۱۸۱	متن: فکر ازالہ مرض قلبی دریں فرصت یسر.....
۱۹۸	طریقت نقشبندیہ ہر قسم کی بدعات سے پاک ہے	۱۸۲	روحانی امراض کا علاج ذکر کثیر ہے
۲۰۰	ذکر کے مراتب ثلاثہ	۱۸۳	مکتوب ۱۶۷
۲۰۲	متن: نماز تہجد را جمعیت تمام ادائی نمایند	۱۸۵	متن: بدایں و آگاہ باش کہ پروردگار ماوشما.....

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۲۴	دین خیر خواہی کا نام ہے	۲۰۵	نماز تہجد کے فضائل
۲۲۵	سالک تصفیہ و تزکیہ کے بعد نفسانی خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے	۲۰۷	نماز تہجد اہل اللہ کا شعار ہے
۲۲۵	فقیری جبہ و دستار وغیرہا کا نام نہیں	۲۰۸	متن: نسبت ایساں فوق ہمہ نسبتہا آمدہ.....
۲۲۶	سالک حقوق العباد ادا کئے بغیر روحانی مدارج حاصل نہیں کر سکتا	۲۰۸	نسبت نقشبندیہ سب سے بلند تر ہے
۲۲۶	بندہ مومن کو اپنا محاسبہ روزانہ کرنا چاہیے	۲۰۸	توجہات مشائخ نقشبندیہ عالم و جوہات تک رسائی کا باعث ہیں
۲۲۷	چاہیے	۲۰۹	نسبت نقشبندیہ کبریت احمر ہے
۲۲۷	مکتوب ۱۷۱	۲۰۹	متن: نماز تہجد رابایں وضع سیزدہ
۲۲۷	متن: روایت عیوب و مشاہدہ استیلاء	۲۱۰	رکعت می ازگارند
۲۲۹	ذنوب و خوف انتقام علام الغیوب.....	۲۱۵	مکتوب ۱۶۹
۲۳۰	سا لکین کو فتنہ ہجوم خلق سے بچنا چاہیے	۲۱۷	متن: مخدوما مقصد اقصیٰ و مطلب اسنی وصول بجناب قدس خداوندی
۲۳۱	متن: وعدم اعتناء باحوال و مواجید خود.....	۲۱۷	است.....
۲۳۲	احوال و کمالات لائق ناز نہیں ہوتے	۲۱۸	ذوات مقدسہ اور اعمال صالحہ حصول مطلوب کیلئے وسائط ہیں
۲۳۳	متن: طمعے در مال مرید و توقع در منافع دنیوی.....	۲۱۹	متن: درابتداء و درتوسط مطلوب را.....
۲۳۳	متن: مشائخ طریقت کیلئے زریں اصول	۲۲۰	شیخ سے عامیانہ گفتگوروحانی موت ہے
۲۳۵	مکتوب ۱۷۲	۲۲۱	مکتوب ۱۷۰
۲۳۵	متن: معلوم اخوی اعزی بادکہ	۲۲۳	متن: برادر ارشد آدمی را ہم چنانکہ از اتشال او امر حق جل و علا.....

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۴۸	ہے	۲۳۷	شریعت را صورتے است.....
۲۴۹	توحید کا لغوی و اصطلاحی معنی	۲۳۸	شریعت کی دو اقسام
۲۵۰	متن: رویت اخروی حق است.....		متن: بعد ازاں اگر ترقی شود صورت و
	رویت باری کے متعلق صوفیاء کے	۲۳۹	حقیقت ہر دو وداع خواہند نمود.....
۲۵۱	نظریات		صورت شریعت کا منتہائے عروج
	رویت باری تعالیٰ کے متعلق حضرت	۲۳۹	ممکنات ہیں
۲۵۲	امام ربانی کا موقف	۲۴۰	صفت حیات کا اجمالی تذکرہ
۲۵۳	رویت باری اور متکلمین اہل سنت		حق تعالیٰ کمالات ثمانیہ کے حصول
۲۵۵	مکتوب ۱۷۴	۲۴۱	میں محتاج نہیں
	متن: مکتوب مرغوب اخوی اعزی	۲۴۲	صفات اور شیونات میں فرق
۲۵۷	وصول یافت.....	۲۴۲	اعیان ثابتہ، صفات کے ظلال ہیں
	مشائخ نقشبندیہ بعد نما قرب کے		صفات اور ممکنات کے درمیان واسطہ
۲۵۸	خواہشمند ہوتے ہیں	۲۴۲	عالم دنیا تک محدود ہے
	متن: ننگ دارند ازاں کہ در ملک	۲۴۳	معرفت توحید بنیادی فرض ہے
۲۵۸	خداوندی جل سلطانہ		جس شیخ کی صحبت میں مال و دولت
۲۵۹	شرک کی تفصیلات		کی ہوس پیدا ہو، اس کی صحبت زہر
۲۶۱	اقسام شرک اور ان کی تفصیلات	۲۴۳	قاتل ہے
۲۶۳	شرک کی رسومات کی تعظیم مستوجب کفر ہے	۲۴۵	مکتوب ۱۷۳
۲۶۴	ریا کار شرک سے پاک نہیں ہو سکتا		متن: بدانکہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ را دو
	امت محمدیہ کے شرک جلی میں بتلا	۲۴۷	مقام است.....
۲۶۵	ہونے کا کوئی امکان نہیں		ذات احدیت مجردہ ہی مطلوب حقیقی

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۸۲	اوقات کی حفاظت، طریقت کی ضرورت ہے	۲۶۶	متن: واقعہ کہ نوشتہ بودند ظہور جن بود.....
۲۸۵	مکتوب ۱۷۷	۲۶۷	کلمہ تجمید..... باعث حصار ہے
۲۸۷	متن: خواجہ جمال الدین حسین عنفوان شباب را غنیمت شمردند.....	۲۶۹	مکتوب ۱۷۵
۲۸۸	جوانی میں تین اہم امور کی ترغیب	۲۷۱	متن: بدانند کہ سالکان را چہ در بدایت.....
۲۸۹	مکتوب ۱۷۸	۲۷۲	ارباب تلوین کی اقسام ثلاثہ
۲۹۱	متن: مخدوما مکرما احسان در ہمہ جا محمود است.....	۲۷۳	متن: معنی حدیث لی مع اللہ وقت کہ ازاں.....
۲۹۳	ہمسایہ کی اقسام	۲۷۵	لی مع اللہ وقت کے مختلف مفاہیم
۲۹۳	ہمسایہ کے حقوق	۲۷۷	مکتوب ۱۷۶
۲۹۴	حسن معاملات قرب خداوندی میں معاون ہوتے ہیں	۲۷۹	متن: پس از محافظت اوقات خود چارہ نہ بود.....
۲۹۵	مکتوب ۱۷۹	۲۸۱	صاحب قلت کلام لائق صحبت ہوتا ہے
۲۹۷	متن: موسم جوانی را غنیمت دانستہ.....	۲۸۱	نسبت نقشبندیہ میں اخفاء و سکوت کا غلبہ
۲۹۷	علوم شرعیہ کی تحصیل و تعمیل	۲۸۲	سالک کو اپنی نسبت خلط ملط نہیں کرنی چاہیے
۲۹۸	داعیان حق کے قول و فعل کا تضاد باعث فتنہ ہے		
۲۹۹	مکتوب ۱۸۰		
	متن: مشیخت پناہی خواجہ خاوند محمود		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۲۰	علامت ہیں	۳۰۱	بایں حدود تشریف آورده بودند.....
۳۲۱	اہل ایمان کی اقسام ثلاثہ	۳۰۲	خواجہ محمد زاہد خوشی کا مختصر تعارف
۳۲۲	قلبی وسواس سے نجات کے طریقے	۳۰۳	خواجہ درویش محمد کا مختصر تعارف
۳۲۵	مکتوب ۱۸۳	۳۰۵	غیرت نسبت کا تقاضا
۳۲۷	متن: امید است کہ تعلقات شتی.....	۳۰۷	مکتوب ۱۸۱
۳۲۷	سالک کیلئے دنیوی تعلقات کے نقصانات	۳۱۱	متن: در جواب گفتیم کہ ترتب یقین بر قرب ست.....
۳۲۹	مکتوب ۱۸۴	۳۱۱	کمال یقین کمال قرب پر مرتب ہوتا ہے
۳۳۱	متن: اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد.....	۳۱۲	قرب و یقین کا انحصار مقامات عشرہ پر ہے
۳۳۲	حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ہی اصل کام ہے	۳۱۳	اولیاء کا ملین ہمیشہ علماء کے روپ میں ہوتے ہیں
۳۳۲	دوران سلوک احوال و مواجید شرط نہیں	۳۱۳	متن: اما باید دانست کہ صاحب رجوع.....
۳۳۳	اتباع سنت ہی باعث قربت ہے	۳۱۳	نزولی مدارج میں اہل اللہ دلائل کے محتاج ہوتے ہیں
۳۳۳	متن: فعلیکم بمتابعته و.....	۳۱۷	مکتوب ۱۸۲
۳۳۳	مشائخ نقشبندیہ خلفاء راشدین کی متابعت کا خصوصی التزام کرتے ہیں	۳۱۹	متن: جمعے از درویشان نشسته بودند.....
۳۳۵	اپنی نسبت کی حفاظت اہم ترین ہے		وسوسہ و خطرات کمال ایمان کی
۳۳۷	مکتوب ۱۸۵		
	متن: آنچہ بر ماوشمالا زم است سلامتی		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۳۶۱	متن: علماء در نیت نماز داشته اند.....	۳۳۹	قلب است.....
۳۶۳	حکم نیت کے متعلق اختلاف فقہاء	۳۳۹	قلب سلیم ہی باعث رحمت ہوتا ہے
۳۶۴	لسانی نیت سنت سے ثابت نہیں	۳۴۱	مکتوب ۱۸۶
۳۶۵	لسانی نیت فقہاء کی نظر میں		متن: گفتہ اند کہ بدعت بردو نوع
۳۶۸	بینات	۳۴۳	است.....
	لسانی نیت بعض مشائخ کی سنت ہے	۳۴۵	بدعت کا لغوی و اصطلاحی معنی
۳۶۸	جو لائق اعتبار نہیں	۳۴۶	بدعت کی دو اقسام کا قول
	سالک کو اپنے شیخ کی نیت کے		بدعت کی اقسام امام ربانی کی
۳۶۹	مطابق نیت کرنی چاہیے	۳۴۷	نظر میں
۳۷۰	نیت کا راز	۳۴۹	تقسیم بدعت سے انکار کی توجیہات
	متن: فعلیکم بالاقتصار علی	۳۵۲	بدعت حسنہ..... رافع سنت ہے
	متابعة سنة رسول الله صلى		متن: در تکفین میت عمامہ را بدعت
۳۷۱	الله عليه وسلم.....	۳۵۶	حسنہ گفتہ اند.....
	طریقہ نقشبندیہ کا انحصار سنت نبوی		کفن میت میں عمامہ خلاف سنت
۳۷۲	اور اقتداء صحابہ پر ہے	۳۵۷	ہے
۳۷۳	سنت کی تین تعریفات	۳۵۷	کفن مسنون
۳۷۵	تشریحی اعتبار سے سنت کی اقسام	۳۵۹	بدعت رافع سنت ہے
۳۷۶	سنت قولیہ کی تشریحی حیثیت		متن: ہم چہیں مشائخ ارسال فرس
۳۷۶	سنت فعلیہ اور اس کی تفصیلات	۳۵۹	را بجانب.....
۳۸۱	سنت تقریریہ		عمامے کا شملہ بائیں طرف
	متن: اما القیاس والاجتہاد	۳۶۰	رکھنا بدعت ہے

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
	ظاہری اثرات اور باطنی برکات کا	۳۸۲	فلیس من البدعة فی شئی.....
۴۰۰	باہمی تعلق	۳۸۲	قیاس کا لغوی اور شرعی معنی
۴۰۱	مکتوب ۱۸۹	۳۸۵	حجیت قیاس اور اس کی تفصیلات
	متن: مکتوب شریف فرزندے		خلاف شریعت قیاس مذموم اور
۴۰۳	ارجمندے.....	۳۹۰	ناقابل اعتبار ہے
	اہل اللہ کی محبت حصول برکات کی	۳۹۱	مکتوب ۱۸۷
۴۰۴	موجب ہے		متن: بدانند کہ حصول رابطہ شیخ مر
	متن: اے فرزند بطراوت دنیائے دنی	۳۹۳	مرید را.....
۴۰۴	فریفتہ نشوی.....	۳۹۳	تصور شیخ کی اہمیت
	دنیوی امور فانی ہونے کی وجہ سے	۳۹۴	کلمہ طیبہ تصور شیخ کا بین ثبوت ہے
۴۰۴	لائق اعتبار نہیں	۳۹۵	مکتوب ۱۸۸
	متن: باید کہ سبق باطن را از اجل		متن: محبت آثار اختلاف بعضی از
۴۰۵	نعم.....	۳۹۷	لطائف.....
۴۰۶	ساکین طریقت کیلئے پانچ اہم نصیحتیں		عالم امر کے لطائف ثلاثہ، قلب کے
۴۰۹	مکتوب ۱۹۰	۳۹۸	ماتحت ہوتے ہیں
	متن: دوام ذکر در طریقہ حضرات		متن: شخصے را کہ استعدادش تا مرتبہ
۴۱۱	خواجگان.....	۳۹۸	قلب.....
۴۱۲	دائمی ذکر صرف سلسلہ نقشبندیہ میں ہے		صاحب تصرف شیخ، مرید کا
۴۱۲	طریقت نقشبندیہ کا طریقہ ذکر	۳۹۹	مشراب تبدیل کر سکتا ہے
۴۱۶	متن: باید کہ متوجہ قلب صنوبری.....		متن: چوں ظاہر برنگ باطن متلون
	سلسلہ نقشبندیہ سبق کے اعتبار سے	۳۹۹	شود.....

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۲۳۵	مکتوب ۱۹۲	۲۱۷	سب سے اعلیٰ ہے
	متن: بدان ارشدک اللہ تعالیٰ	۲۱۸	اسم اللہ کا ذکر بے کیف کرنا چاہیے
۲۳۷	لانسلم ارشدک.....		اگر دوران ذکر بے تکلف صورت شیخ
	حضرت امام ربانی قدس سرہ پر	۲۱۹	نمودار ہو جائے تو.....
۲۳۸	اعتراضات کے جوابات	۲۲۰	پیر کون ہے.....؟
	متن: جل دیگر آنکہ تجویز نمودہ		اہل اللہ کے تبرکات باعث خیر و
۲۴۰	اند.....	۲۲۱	برکت ہیں
۲۴۱	جزوی فضیلت اور اس کی تفصیلات	۲۲۱	خواب کی شرعی حیثیت
	کوئی ولی کسی نبی رسول سے افضل	۲۲۲	واقعات
۲۴۲	نہیں	۲۲۳	منامات
	حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی اور	۲۲۴	خواب کی اقسام
۲۴۶	دیگر صوفیاء کا نظریہ، فضیلت		خواب کے اعتبار سے انسانوں کے
۲۵۱	مکتوب ۱۹۳	۲۲۷	درجات
	متن: نختین ضروریات برار باب	۲۲۹	مکتوب ۱۹۱
۲۵۳	تکلیف.....		متن: سعادت ابدی و نجات سرمدی
	شریعت و طریقت میں عقیدہ بنیاد	۲۳۱	مربوط.....
۲۵۴	ہے	۲۳۲	متابعت انبیاء ہی باعث وصل ہے
	متن: در مسئلہ از مسائل اعتقاد یہ		متن: کمال عنایت خداوندی جل
۲۵۶	ضروریہ.....	۲۳۳	سلطانہ آنست.....
۲۵۶	عقائد ضروریہ کی اہمیت	۲۳۳	اسلام ایک آسان دین ہے
۲۵۷	متن: دریں وقت کشتن کافر لعین.....		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۴۷۷	فنائے اتم کی دو اقسام		کفار کی رسوائی اہل اسلام کیلئے
۴۷۹	مکتوب ۱۹۷	۴۵۸	عزت کا موجب ہے
	متن: سعادت مند کسے است کہ	۴۶۰	کفار کیلئے دعائے ضرر جائز ہے
۴۸۱	دلش از دنیا	۴۶۳	مکتوب ۱۹۴
۴۸۱	دنیا اور دنیا دار کی مذمت		متن: معلوم شریف است کہ در قرن
۴۸۳	ترک دنیا کی حقیقت	۴۶۵	سابق
	ترک دنیا ار باب جمعیت کی صحبت پر		فتنہ دین اکبری کے ذمہ دار علماء سو
۴۸۳	موقوف ہے	۴۶۶	تھے
۴۸۵	مکتوب ۱۹۸	۴۶۷	مکتوب ۱۹۵
	متن: فتوحات مکیہ مفتاح فتوحات		متن: احسان سلاطین چونکہ نسبت
۴۸۷	مدنیہ باد	۴۶۹	بکافہ خلایق
	سکریہ علوم و معارف کے مطالعہ سے	۴۷۰	فطرت انسانی کے مختلف انداز
۴۸۷	گریز کرنا چاہیے	۴۷۰	بادشاہ عوام کیلئے دل کی مانند ہے
	حضرت ابن عربی امام ربانی کی نظر	۴۷۱	مکتوب ۱۹۶
۴۸۸	میں		متن: ایس راہ کہ مادر صد قطع
	متن: مخدوم فقراء را با غنیاء آشنائی	۴۷۳	آئیم
۴۸۸	کردن	۴۷۳	راہ سلوک سات قدم ہے
	تواضع اور استغناء فقر کے لوازمات	۴۷۴	فنائیت لطائف کے ثمرات
۴۸۹	میں سے ہے	۴۷۵	تجلی ذاتی کے دو معانی
۴۹۳	مکتوب ۱۹۹	۴۷۶	متن: ایس راہ دو خطوہ است
	متن: اظہار طلب وردے از اوراد	۴۷۶	راہ سلوک اجمالا دو قدم ہے

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۰۹	مکتوب ۲۰۲	۴۹۵	نمودہ بودند.....
	متن: روزے سخن از غیرت مشائخ		تزکیہ نفس اور معرفت الہیہ اہل اللہ کی
۵۱۱	نقشبندیہ.....	۴۹۶	صحبت پر موقوف ہے۔
۵۱۲	مشائخ نقشبندیہ بہت غیور ہیں	۴۹۷	مکتوب ۲۰۰
	طریقت نقشبندیہ کاراندہ ہمیشہ محروم	۴۹۹	متن: ہر کہ از ایشاں با تمیز بود.....
۵۱۲	رہے گا		شیخ کامل کے بغیر طی سلوک باعث
۵۱۳	سلسلہ نقشبندیہ میں اویسیت کا غلبہ ہے	۴۹۹	ضلالت ہے
	اپنے شیخ سے عقیدت میں فرق	۵۰۰	صحبت پیر کامل کے آداب
۵۱۳	باعث گمراہی ہے	۵۰۰	شیخ ناقص کی صحبت زہر قاتل ہے
	متن: طریق ما طریق دعوت اسماء	۵۰۱	وصول الی اللہ کے ارکان ثلاثہ
۵۱۳	نیست.....		متن: مخدوما کا بر طریقہ نقشبندیہ
۵۱۴	طریقت نقشبندیہ کا امتیاز	۵۰۱	قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم.....
	ذکر کے اعتبار سے صوفیاء کے	۵۰۲	راہ نامسلوک جذب کاراستہ ہے
۵۱۴	طبقات	۵۰۲	وصول الی اللہ کے دوراستے
	زبدۃ الفقراء خواجہ محمد علی علیہ الرحمہ		حضرت شاہ نقشبند علیہ الرحمہ کی دو
۵۱۵	کا فرمان	۵۰۲	دعائیں
	متن: اجماع سلف برافضیت	۵۰۵	مکتوب ۲۰۱
۵۱۵	حضرت صدیق.....		متن: ظاہر آن شخص از روئے علم و
	افضیت صدیق پر اہل سنت کا	۵۰۷	سماع.....
۵۱۶	اجماع ہے	۵۰۷	ایک سوال کا جواب
۵۲۲	علامات اہل سنت		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۳۹	مکتوب ۲۰۵	۵۲۲	متن: عبارتیکہ مردم این تو ہم را از انجا.....
۵۴۱	متن: شرفکم اللہ سبحانہ	۵۲۵	تقلید مذموم باعث ہلاکت ہے
۵۴۱	بکمال المتابعة.....	۵۲۷	مکتوب ۲۰۳
۵۴۱	مرتبہ صدیقیت پر فائز ہونے کا راز	۵۲۹	متن: بحکم المرء مع من احب.....
۵۴۳	مکتوب ۲۰۶	۵۲۹	صحبت اولیاء کی برکات
۵۴۵	متن: اے برادر آدمی را در دنیا از برائے طعامہائے چرب.....	۵۳۰	شقاوت کی دو قسمیں
۵۴۶	تخلیق انسانی کا مقصد	۵۳۰	اہل اللہ کی محبت ذاتی مفادات سے پاک ہوتی ہے
۵۴۷	اہل اللہ دنیوی شہرت سے ترساں رہتے ہیں	۵۳۱	سا لکین پر وارد ہونے والی تین کیفیات
۵۴۷	متن: باید کہ بعد از تحلی و تزیین باتیان.....	۵۳۲	متن: اسم مبارک اللہ را بمعنی.....
۵۴۸	اہل سنت کے موافق اعتقاد و اعمال ہی باعث نجات ہیں	۵۳۳	طریقت نقشبندیہ کا طریقہ ذکر
۵۴۹	مکتوب ۲۰۷	۵۳۳	ذکر اسم ذات اور ذکر ذات
۵۵۱	متن: آ رہے قرب ابدان را در قرب قلوب.....	۵۳۵	مکتوب ۲۰۴
۵۵۱	متن: از سخنان پریشان ارباب خسران.....	۵۳۷	متن: از سخنان پریشان ارباب خسران.....
۵۵۲	صحبت کی برکات	۵۳۸	اہل اللہ کو ابتلاء کے ذریعے آزمایا جاتا ہے
۵۵۳	صحابی کی تعریف		
	امام اعظم تابعی ہیں		

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۵۷۰	حقیقت محمدیہ کی نیابت کے حقدار متن: بدانند کہ بعد از ہزار سال از	۵۵۵	مکتوب ۲۰۸ متن: آن مقامات انبیاء علیہم
۵۷۱	ارتحال.....	۵۵۷	الصلوات والبرکات.....
۵۷۱	ہزارہ دوم کے اولیاء کی اکملیت متن: بالجملہ کمالات اولیائے این	۵۵۸	انبیاء کرام کے مبادی فیوضات صفات الہیہ ہیں
۵۷۲	طبقہ.....		مقام استقرار مقام عروج سے بہت بلند ہے۔
۵۷۲	اولیاء آخرین اور کمالات صحابہ میں مماثلت	۵۵۹	
۵۷۲	متن: حقیقت کعبہ ربانی مسجود حقیقت محمدی گشت.....	۵۶۱	مکتوب ۲۰۹ متن: باید دانست کہ حقیقت شخصے عبارت از.....
۵۷۲	حقیقت کعبہ اور حقیقت محمدی	۵۶۳	مقدمہ اول
۵۷۹	مکتوب ۲۱۰	۵۶۳	مبدأ تعیین کی دو قسمیں
۵۸۱	متن: مخدومانکر ما اشکال این حکایت.....	۵۶۵	مقدمہ دوم
۵۸۳	طبی زمانی..... طبی مکانی	۵۶۵	مقدمہ سوم
۵۸۳	متن: اولاً از درستی اعتقاد چارہ نبود.....	۵۶۶	مقدمہ چہارم
۵۸۵	ایمان، اسلام اور احسان	۵۶۶	مقدمہ پنجم
۵۸۷	مکتوب ۲۱۱	۵۶۷	مقدمہ ششم
۵۸۹	متن: از مقولہ مولوی علیہ الرحمہ پرسیدہ بودند.....	۵۶۸	مقدمہ ہفتم
	مولانا روم علیہ الرحمہ کے ایک مقولہ	۵۶۸	متن: چوں شریعت خاتم الرسل علیہ و علیہم الصلوات.....
		۵۶۹	علماء را سخین ہی انبیاء کے نائب ہیں

صفحہ نمبر	مضامین	صفحہ نمبر	مضامین
۶۰۲	تعبیر واقعات کے دو ذرائع	۵۹۰	کی وضاحت
۶۰۴	خواب اور اس کے آداب	۵۹۰	ذات حق تعالیٰ صورت سے منزہ ہے
۶۰۵	مکتوب ۲۱۳		متن: اجازتیکہ بشما و دیگران کردہ
	متن: نقابت و نجابت دستگاہا خلاصہ	۵۹۱	شدہ است.....
۶۰۷	مواعظ.....	۵۹۲	خلافت مقیدہ..... خلافت مطلقہ
۶۰۷	علماء راہنہین سے تعلق رکھنے کی نصیحت		مرید کے مال میں طمع پیر کے لئے
	متن: اگر معلوم شود کہ شخصے برابر دانہ	۵۹۲	باعث ہلاکت ہے
۶۰۹	خرد.....		خلیفہ مطلق، مقام رضا سے شاد کام
۶۰۹	جادۂ اہل سنت سے ہٹنا سراسر گمراہی ہے	۵۹۳	ہوتا ہے
۶۱۱	مکتوب ۲۱۴	۵۹۵	مکتوب ۲۱۲
	متن: حضرت حق سبحانہ دنیا را مزرعہ		متن: پرسیدہ بودند کہ پیر صاحب
۶۱۳	آخرت گردانیدہ.....	۵۹۷	تصرف.....
۶۱۴	دنیا آخرت کی کھیتی ہے	۵۹۸	صاحب تصرف شیخ کا کمال
	متن: اگر پرسند کہ تضاعف اجر در		متن: ایضا پرسیدہ بودند کہ آن کدام
۶۱۵	حسنات است.....	۵۹۹	مرتبہ است.....
۶۱۶	عقل قرباں کن بہ پیش مصطفیٰ		لطیفہ اخفی دائرہ امکان میں داخل
۶۱۹	مکتوب ۲۱۵	۶۰۰	ہے
	متن: اے فرزند ارباب دنیا		متن: حضرت آدم را علی نبینا و علیہ
۶۲۱	واصحاب غنا.....	۶۰۰	الصلوٰۃ والسلام.....
۶۲۲	دنیا اور اہل دنیا کی مذمت	۶۰۱	ایک واقعہ کی تعبیر
		۶۰۱	مصدر کے اعتبار سے علم کی اقسام

پیش لفظ

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرتِ کاملہ اور حکمتِ بالغہ کے ساتھ انسان کو اجزائے مختلفہ سے مرکب فرما کر **وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ** کی خلعتِ کرامت سے نوازا اور اسے اپنی صفتِ علم کا مظہر بنا کر اظہارِ بیان کے لئے قوتِ گویائی اور قلم و قرطاس عطا فرمادیا تاکہ وہ اپنی علمی صلاحیتوں اور تدریسی قابلیتوں کے ذریعے رشد و ہدایت اور تعلیم و دعوت کا فریضہ سرانجام دے سکے۔ تب سے حضرت انسان نے کبھی زبان و بیان کے ذریعے تبلیغ و تدریس کے فرائض ادا کئے اور کبھی قلم و قرطاس کے ذریعے بھٹکی ہوئی انسانیت کو راہِ ہدایت پر گامزن کیا یوں وہ **عَلَّمَهُ الْبَيَانَ** اور **عَلَّمَ بِالْقَلَمِ** کا مظہر اتم قرار پایا۔

وعظ و بیان کے ذریعے لٹائے ہوئے لو لوئے لالہ کو ملفوظات کہا جاتا ہے اور بذریعہ قلم صفحہ قرطاس پر بکھیرے ہوئے علمی جواہر پاروں کو مکتوبات کہتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بذریعہ مکتوب ہی ملکہ بلقیس کو دعوت تو حیددی تھی اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی غیر مسلم شاہانِ وقت کو بذریعہ مکتوبات دین اسلام کا پیغام پہنچایا۔

عالم اسلام میں بالعموم اور برصغیر میں بالخصوص علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کے ملفوظات و مکتوبات ملتے ہیں۔ مگر ان میں مکتوبات امام ربانی کو ایک منفرد

اور ممتاز مقام حاصل ہے۔ جن میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے شریعت و طریقت کا لب لباب بیان فرما دیا ہے اور ان کے مطالعہ کی آپ نے خود تاکید فرمائی۔ ”مطالعہ مکتوبات را لازم گیرند“ بنا بریں آپ کے خلفاء و تلامذہ، صاحبزادگان اور نبیرگان نے مکتوبات شریفہ کی تدریس و تعلیم کا باقاعدہ اہتمام فرمایا۔ حضرات مجددیہ کے اسی طریقہ مبارکہ کو جاری رکھتے ہوئے ہمارے آقائے ولی نعمت، سراج العارفین حضرت ابوالبیان قدس سرہ العزیز نے بھی مکتوبات قدسیہ کے فہم و تفہیم اور تدریس و تعلیم کا التزام فرمایا۔ آپ علم کلام اور طریقت کی ادق اصطلاحات کو ایسی مہارت تامہ اور ملکہ براسخہ کے ساتھ حل فرماتے کہ سامعین کے قلب و نظر میں ان کے مفاہیم و مطالب کو جاگزیں کر دیتے اور روحانی مقامات کے احوال و کیفیات کو تصرفات باطنیہ کے ذریعے حاضرین پر وارد و طاری فرما دیتے۔ تاہم البینات شرح مکتوبات میں آپ کا اسلوب بیان اور انداز تحریر نہایت ہی عالمانہ اور فاضلانہ ہے جسے علماء و صوفیاء ہی سمجھ سکتے ہیں۔ عامۃ الناس میں سے اگر کوئی ان علوم و معارف کو سمجھنا چاہے تو اسے کسی عالم دین کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کر کے سبقاً پڑھنا چاہیے۔

اس سے قبل ۱۵۰ مکتوبات شریفہ پر مشتمل البینات کی تین جلدیں علماء و صوفیاء سے داد و تحسین حاصل کر چکی ہیں اب البینات کی چوتھی جلد پوری آب و تاب اور شان و شوکت سے آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

”جلد چہارم“ بھی آپ کے بیان فرمودہ دروس مکتوبات کا مجموعہ ہے جنہیں صفحہ قرطاس پر منتقل و مدون کر کے کتابی صورت میں پیش کیا جا رہا ہے۔ ابوالبیان ریسرچ انسٹیٹیوٹ اور تنظیم الاسلام گرافکس کے اراکین و احباب کی یہ کاوش قابل تحسین ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادتوں سے نوازے اور وفاداری بشرط استواری کے سنہری اصول کے مطابق اس تبلیغی و روحانی مشن کی بیش از بیش خدمت کی توفیق مرحمت فرمائے۔

قارئین کرام سے التماس ہے کہ دوران مطالعہ اگر کوئی فروگذاشت پائیں تو مطلع فرما کر عند اللہ ماجور اور عند الناس مشکور ہوں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کی اصلاح کر دی جائے۔

إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ

حزب اللہ محمد رفیق احمد مجلوی

سجادہ نشین درگاہ حضرت ابوالبلیان رحمۃ اللہ علیہ

دفتر اول مکتوب ۱۵۱

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میرمؤمن بلخی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

یادداشت حضور بلا غیبوت سے عبارت ہے

حجابات شیونی اور حجابات اعتباری



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے سیادت مآب ارشاد پناہ حضرت شیخ میر مؤمن بلخی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا جو ماوراء النہر کے اکابر مشائخ میں سے تھے۔ آپ نے وہاں کے علمائے کرام اور مشائخ عظام کے ظاہری اور باطنی فیوض و برکات کا تذکرہ بڑے احسن پیرائے میں بیان فرمایا ہے۔ حضرت شیخ مؤمن بلخی کا ایک مرید (شیخ ابوالکارم صوفی) حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے دست حق پرست پر توبہ و انابت اور سلوک طے کرنے کی غرض سے جب سرہند شریف حاضر ہوا تو اس نے اپنے شیخ اور نجابت پناہ سید میرک شاہ، علامۃ الوریٰ مولانا حسن القبادانی اور ناصر الشریعۃ قاضی تولک رحمۃ اللہ علیہم کے سلام پہنچانے کے بعد عرض کی کہ میرے شیخ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ میں ان کی طرف سے نیابتاً آپ سے بیعت کروں کیونکہ وہ بڑھاپے (کبرسنی) اور بُعد مسافت کی وجہ سے حاضر خدمت نہیں ہو سکتے ورنہ انہوں نے یہ کہا تھا کہ میں بذات خود آپ کی خدمت و صحبت میں حاضر ہوتا اور بقیہ ساری عمر آپ کی خدمت عالیہ میں گزار دیتا اور آپ کے بیشمار فیوض و برکات اور انوار

مکتوب الیہ

واحوال سے اقتباس کرتا۔ ان موانعات کی بنا پر میں امیدوار ہوں کہ اس ظاہراً
جدا اور باطناً حاضر کو بھی اپنے مخلص حاضرین میں شمار فرما کر غائبانہ توجہات
قدسیہ اور انوار لطیفہ سے اس کے احوال پر ملتفت و متوجہ رہیں گے۔

واپسی پر لوٹتے وقت اس مرید کی درخواست پر حضرت امام ربانی قدس
سرہ العزیز نے زیر نظر مکتوب اور مکتوب ۹۹ دفتر سوم ارسال فرمائے چنانچہ منقول
ہے کہ جب حضرت میر مؤمن رحمۃ اللہ علیہ نے ان ارسال فرمودہ مکاتیب
شریفہ کا مطالعہ فرمایا تو شیخ کھڑے ہو گئے اور کمال درجہ کی خوشی و سرور میں رقص
کرنے لگے اور فرمانے لگے کہ ”اگر سلطان العارفین (حضرت بایزید بسطامی
رحمۃ اللہ علیہ) اور سید الطائفہ (حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ) وغیرہما اس
وقت بقید حیات ہوتے تو وہ بھی ان (حضرت امام ربانی قدس سرہ) کی خدمت
میں حاضر ہوتے۔“

مکتوبات شریفہ میں حضرت شیخ کے نام دو مکتوب ملتے ہیں مکتوب ۱۵۱ دفتر اول،
مکتوب ۹۹ دفتر سوم (ماخوذ از حضرت مجدد الف ثانی)

مکتوب - ۱۵۱

متن یادداشت در طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ
اسرار ہم عبارت از حضور بی غیبت است یعنی
دوام حضور حضرت ذات تعالیٰ و تقدس بی تخلل جب شیونی
و اعتباراتی

ترجمہ: یادداشت حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ میں حضور
بے غیبت سے عبارت ہے یعنی شیونی اور اعتباراتی حجابات کے درمیان میں حائل
ہوئے بغیر حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے دائمی حضور کو یادداشت کہتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشائخ نقشبندیہ کی
معروف اصطلاح یادداشت کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ غالباً یہ وہی مکتوب ہے جسے
ملاحظہ فرما کر ماوراء النہر کے عظیم روحانی پیشوا حضرت شیخ میر مومن بلخی رحمۃ اللہ علیہ
رقص کناں اور آپ کی شان میں رطب اللساں ہو گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ
یہاں یادداشت اور حجابات شیونی اور حجابات اعتباری کی قدرے تفصیلات و تعریفات

بیان کردی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

یادداشت

یادداشت یہ ہے کہ عارف کے قلب پر استیلائے شہود حق بتوسط حب ذاتی ہو جائے اور وہ ہر حال میں بسبیل ذوق ذات کے ساتھ محو اور متوجہ رہے۔ یہ مقام مرتبہء حقیقت کے ساتھ تعلق رکھتا ہے جس میں حجابات شیونی اور حجابات اعتباری مرتفع ہو جاتے ہیں جہاں پہنچ کر عارفین کو کمال توحید عیانی اور وصل عریانی کا مقام حاصل ہوتا ہے اور وہ تجلی ذاتی دائمی سے شاد کام ہوتے ہیں۔ یہ وہی مقام ہے جس پر منتہی سالکین فائز المرام ہوتے ہیں جو فنائے اتم اور بقائے اکمل کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

بقول شاعر

یادداشت حاصل شود بعد از فنا

بلکہ حاصل می شود بعد از بقا

حجابات شیونی اور حجابات اعتباری

حجاب

ہر وہ چیز جو بندے کو حق تعالیٰ سبحانہ سے غافل اور دور کر دے حجاب کہلاتی

ہے یعنی جملہ اشیاء اور جمیع خیالاتِ ماسویٰ حجابات ہیں۔

حجابات شیونی: ظلال شیونات کو حجابات شیونیہ کہا جاتا ہے۔

حجابات اعتباریہ: ظلال اعتبارات کو اعتباری حجابات کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ اکابر سلسلہ نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک یادداشت کو نسبت حضور آگاہی، حضور ذاتی دائمی، دوام حضور مع اللہ بلا غیویت بھی کہا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ ذہن نشین رہے کہ ولایت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کے مرتبے میں عارفین کو یادداشت کا مقام حاصل ہو جاتا ہے اس لئے اگر کوئی سالک یہ مقام حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس پر لازم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل محبت و متابعت اختیار کرے اور سنت و شریعت کی پابندی کا خوب اہتمام کرے کیونکہ یہ مقام عزیز الوجود اور نادر و نایاب ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی واضح رہے کہ یادداشت اور حالت نیند (جو سراسر غفلت ہے) کے درمیان اہل طریقت نے یوں تطبیق بیان فرمائی ہے کہ عامۃ الناس سراپا غفلت ہوتے ہیں کیونکہ ان کا باطن، ان کے ظاہر سے تفریق یافتہ نہیں ہوتا اس لئے ان کی غفلت ظاہری، غفلت باطنی کا باعث ہوتی ہے جبکہ کالمیلین کا باطن، ان کے ظاہر سے تفریق یافتہ اور گستا (جدا) ہوتا ہے بنا بریں ان کی غفلت ظاہری ان کے باطن میں سرایت نہیں کرتی۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ بعض اوقات حضور خواب، حضور بیداری سے زیادہ ہوتا ہے کیونکہ محبوبوں اور معشوقوں کی عادت ہوتی ہے کہ وہ

جب عاشق و محب کو اپنی طرف متوجہ دیکھتے ہیں تو کنارہ کشی کرتے ہیں اور جب عاشق کو غافل پاتے ہیں تو اپنے آپ کو نمایاں کرتے ہیں بقول شاعر

پری رو تابِ مجوری نزارو
چو در بندی ز گھلین سر بر آرد

دفتر اول مکتوب ۱۵۲

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اطاعت رسول ہی اطاعت خدا ہے
مقام تکمیل میں محبت رسول ﷺ غالب ہوتی ہے
محبت رسول اصل ایمان ہے
محبت رسول کی علامات



مکتوب - ۱۵۲

مَنْ قَالَ اللَّهُ سَجَانَهُ وَتَعَالَى مَنْ يُطِيعِ الرَّسُولَ فَقَدْ
أَطَاعَ اللَّهَ حَضْرَتِ حَقِّ سَجَانَهُ وَتَعَالَى اطَاعَتِ

رسولِ راعینِ اطاعتِ خود فرمود پس اطاعتِ خدائی
عزوجل کہ در غیر اطاعتِ رسول باشد اطاعتِ او
نیست سجانہ و از برائی تاکید و تحقیق این معنی کلمہ قد

آورد تا بوالہوسی در میان این دو اطاعتِ جدائی
پیدا نکلند و یکی را بر دیگری نکلزیند

ترجمہ: اللہ سجانہ و تعالیٰ نے ارشاد فرمایا جس نے رسول کی اطاعت کی تو یقیناً اس نے اللہ کی اطاعت کی ہے، یہاں حضرت حق سجانہ و تعالیٰ نے اطاعت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰت کو عین اپنی اطاعت فرمایا لہذا خدائے عزوجل کی وہ اطاعت جو اطاعت رسول کے بغیر ہو اس سجانہ کی اطاعت نہیں ہے اور اس معنی کی تاکید اور تحقیق

کے لئے کلمہ ”قد“ لایا گیا تاکہ کوئی احمق ان دو اطاعتوں کے درمیان تفریق پیدا نہ کرے اور ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز آیت کریمہ کی روشنی میں اس موقف کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی حق تعالیٰ سبحانہ کی اطاعت ہے اور ان کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے اذن سے ہی کی جاتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ سے عیاں ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ اور رسل عظام علیہم الصلوٰات کے درمیان تفریق کرنا کفر ہے جیسا کہ آیات کریمہ يُرِيدُونَ أَنْ يُفَرِّقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ اور اُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ حَقًّا سے واضح ہے۔

درحقیقت اطاعت نبوی اور سنت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات کفارۃ سیمات اور محبت خدا کا موجب ہے۔ اسی کی بدولت بندہ مومن، نزول رحمت اور دخول جنت کا حقدار بنتا ہے۔ اسی کی وساطت سے انسان کو ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات حاصل ہوتے ہیں۔ اطاعت نبوی کی بناء پر بندہ مومن کو انبیاء و اصدقاء اور شہداء و صلحاء کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ اطاعت رسول ہی بندہ مومن کے لئے حریم قدس تک رسائی کا واحد ذریعہ اور ابواب غیب کے واہونے کا وسیلہ ہے جیسا کہ حضرت علامہ بیضاوی وَمَنْ يُطِيعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ... الخ کی تفسیر کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

يَصِلُونَ بِسُلُوكِهِ جَنَابَ الْقُدْسِ وَيُفْتَحُ أَبْوَابُ الْغَيْبِ قَالَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ عَمِلَ بِمَا عَلَّمَ وَرَّثَهُ اللَّهُ عِلْمَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۱ یعنی اطاعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کی بدولت ہی علمائے راسخین اور عرفائے کاملین کو حریم قدس جل سلطانہ تک رسائی نصیب ہوتی ہے اور ان پر غیب کے دروازے کھلتے ہیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے جب بندہ مومن اپنے علم کے مطابق عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے وہ علوم و معارف عطا فرماتا ہے جن کو وہ نہیں جانتا۔

عمدة المفسرین حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ بندہ مومن کو اطاعت نبوی اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰات کی بدولت چار نعمتوں سے نوازا جاتا ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات ہے

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ حَفِظَ سُنَّتِي أَكْرَمَهُ اللَّهُ تَعَالَى بِأَرْبَعِ خِصَالٍ الْمُحَبَّةُ فِي قُلُوبِ الْبَرَّةِ وَالْهَيْبَةُ فِي قُلُوبِ الْفَجْرَةِ وَالسَّعَةُ فِي الرِّزْقِ وَالثِّقَةُ فِي الدِّينِ ۲

۱..... صالحین کے قلوب میں اس کی محبت پیدا کر دی جاتی ہے۔

۲..... فاسقین کے دلوں میں اس کی ہیبت ڈال دی جاتی ہے۔

۳..... اس کے رزق میں وسعت و برکت پیدا کر دی جاتی ہے۔

۴..... اسے دین متین کی فقاہت عطا کر دی جاتی ہے۔

حضرت خواجہ حکیم سنائی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے اطاعت نبوی علی صاحبہا

الصلوٰات کی ترغیب و تشویق دلاتے ہوئے کیا خوب فرمایا

گردِ نعلِ اسپِ سلطانِ شریعتِ سرمہ کن

تا بود نورِ الہی با دو چشمتِ مقترن

مژہ در چشم سنائی چوں سنانے باد تیز
گر سنائی زندگی خواہد زمانے بے سنن

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جن صوفیائے کرام کے اقوال میں اطاعت خدا اور اطاعت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں اختلاف و تفریق ملتی ہے، یہ ان کا بیان حال ہے بیان عقیدہ نہیں۔ اس لئے اس قسم کے اقوال کو غلبہ حال اور سکر وقت کا ثمرہ جاننا چاہئے۔
السکاری معذورون ولكن لا یقلدون ”مستقیم الاحوال“ اکابرین کے ہاں اس قسم کے اختلافی اقوال سے توبہ واجتناب لازم ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ کتاب و سنت کی روشنی میں علمائے اہلسنت کا یہ موقف ہے کہ حق تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و بات ایک ہے..... ان کی ذوات ایک نہیں۔

متن در مقام کمال کہ مرتبہ ولایت است محبت حق
بجائے غالب است و در مقام تکمیل کہ نصیبی از
مقام نبوت است محبت رسول غالب

توجہ: مقام کمال جو مرتبہ ولایت ہے، میں حق سبحانہ کی محبت غالب ہوتی ہے اور مقام تکمیل میں جو مقام نبوت کا ایک حصہ ہے محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم غالب ہوتی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت پر عروجی منازل میں محبت خدا کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ نسیانِ ماسویٰ کا مرتبہ ہے جبکہ نزولی مدارج میں عارفین پر محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰات کا غلبہ ہوتا ہے کیونکہ وہ خلافت نبوت اور نیابت رسالت کا مرتبہ ہے۔

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا

معنی حرم کئی تحقیق اگر بنگری بادیدہ صدیق اگر

قوتِ قلب و جگر گردد نبی از خدا محبوب تر گردد نبی

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰات اور اس کی علامات کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

محبت رسول اصل ایمان ہے

محبت رسول علیٰ صاحبہا الصلوٰات عند اللہ محبوب اور عند الشرع مطلوب ہے۔ کیونکہ محبت رسول ہی بندہ مومن کو اپنے نبی کا اطاعت شعار اور وفادار بناتی ہے اور اسی میں امت کا وقار اور ملت کی بہار ہے۔ اسی کی بدولت بندہ مومن فیضان نبوت اور کمالات ولایت سے سرشار ہوتا ہے۔ بنا بریں محبت رسول ہی دین اسلام کی اولین

شرط، ایمان کی جان اور کتاب و سنت کا لب لباب ہے۔ حفیظ جالندھری مرحوم نے خوب کہا

محمد کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے
محمد کی محبت آن ملت ، شان ملت ہے
محمد کی محبت روح ملت ، جان ملت ہے

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

مغزِ قرآن ، روحِ ایماں ، جانِ دین
ہست حب رحمة للعالمین

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے محبت رسول کی اہمیت و افادیت کو واضح کرتے

ہوئے یوں ارشاد فرمایا لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ
وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۱

یعنی تم میں کوئی شخص اس وقت تک کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میری

ذات اسے والدین، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو۔

اس ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں ایمان اختیاری مراد ہے کیونکہ شریعت مطہرہ

نے اسی کا بندہ مومن کو مکلف بنایا ہے۔

حفیظ جالندھری مرحوم نے اس حدیث کا مفہوم یوں منظوم کیا

محمد ہے متاع عالم ایجاد سے پیارا
پدر، مادر، برادر، مال، جان، اولاد سے پیارا

۱ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۳، ۱۴ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۶۳

محمد کی محبت خون کے رشتوں سے بالا ہے

یہ رشتہ دنیوی قانون کے رشتوں سے بالا ہے

..... ایک روایت میں سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا

لَا أَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ إِلَّا نَفْسِي الَّتِي بَيْنَ جَنْبِي فَقَالَ لَهُ
النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَنْ يُؤْمِنَ أَحَدٌ كُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ
مِنْ نَفْسِهِ فَقَالَ عُمَرُ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ لَأَنْتَ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ
نَفْسِي الَّتِي بَيْنَ جَنْبِي فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْآنَ يَا عُمَرُ!

یعنی آپ مجھے ہر شے سے زیادہ محبوب ہیں بجز میری جان کے جو میرے دونوں
پہلوؤں کے درمیان ہے۔ اس پر نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا! تم
میں اس وقت تک کوئی شخص کامل الایمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں اسکی جان سے
زیادہ محبوب نہ ہوں تو سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا قسم ہے اس ذات جل سلطانہ
کی جس نے آپ پر کتاب مقدس نازل فرمائی آپ مجھے میری اس جان سے بھی زیادہ
محبوب ہیں جو میرے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے۔ یہ سماعت فرما کر نبی اکرم صلی
اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا اے عمر اب تمہارا ایمان کامل ہوا ہے۔

..... شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ نے

ایک حدیث یوں نقل فرمائی ہے اردو ترجمہ ملاحظہ ہو

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ
سے دریافت فرمایا کیا حال ہے آپ صرف ہمیں ہی دوست رکھتے ہو یا ہمارے علاوہ
کسی اور کو بھی اس دوستی میں شریک ٹھہراتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا یہ محبت مشترک

ہے مجھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی محبت ہے اور اپنی ذات، اولاد اور مال و متاع سے بھی دوستی ہے؟..... اس پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ پر اپنا دست مبارک مارا اور روحانی تصرف (توجہ) فرمایا پھر فرمایا..... اب کیا حال ہے اب اپنے آپ کو کس کیفیت میں پاتے ہو؟..... عرض کیا اب اہل و عیال اور مال کی محبت قلب سے رخصت ہو گئی ہے لیکن اپنی ذات سے محبت اب بھی باقی ہے۔

دوسری مرتبہ پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دست اقدس سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کے سینہ مبارک پر مارا پھر استفسار فرمایا اب کیا کیفیت ہے؟..... انہوں نے عرض کیا اب سوائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ہر قسم کی محبت میرے قلب سے ختم ہو گئی ہے۔

بقول شاعر

عمر ہمہ صرف در وفایت بادا
جان و دل و دین من فدایت بادا
محبوب من از جان و دل و عمر توئی
ہر چیز من خستہ برایت بادا

یعنی میری ساری عمر تیرے ساتھ وفاداری میں صرف ہو جائے، میری جان اور میرا قلب و دین تجھ پر فدا ہو جائیں۔ جان و دل اور عمر سب سے زیادہ تو ہی میرا محبوب ہے، مجھ خستہ حال کی ہر چیز تیرے لئے ہی ہو.....!

محبت رسول کی برکات

ایک روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں

• اَنَّهُ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ إِلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَتَى قِيَامُ السَّاعَةِ فَقَامَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى الصَّلَاةِ فَلَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ قَالَ أَيْنَ السَّائِلُ عَنْ قِيَامِ السَّاعَةِ فَقَالَ الرَّجُلُ أَنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ مَا أَعَدَدْتُ لَهَا كَثِيرَةً صَلَاةً وَلَا صَوْمًا إِلَّا إِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ... وَفِي رِوَايَةٍ لَأَشْيَاءٌ إِلَّا إِنِّي أُحِبُّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ وَأَنْتَ مَعَ مَنْ أَحَبَبْتَ ۱

یعنی ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور پوچھا یا رسول اللہ قیامت کب آئے گی؟..... تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ادائے نماز کے لئے اٹھ کر تشریف لے گئے۔ جب آپ نے نماز ادا فرمائی تو ارشاد فرمایا قیامت کی بابت دریافت کرنے والا سائل کہاں ہے؟..... اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تم نے قیامت کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے اس کے لئے نماز، روزہ کی زیادہ تیاری نہیں کی البتہ میں اللہ اور اسکے رسول سے محبت کرتا ہوں۔

ایک روایت میں ہے اس نے کہا میرے پاس کچھ بھی نہیں بجز اسکے کہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہر شخص اپنے محبوب کے ساتھ ہوگا اور تجھے اسی کی معیت نصیب ہوگی جس کے ساتھ تو محبت کرتا ہے۔

محبت رسول علی صاحبہا الصلوٰت کی علامات

..... محبت رسول علی صاحبہا الصلوٰت کے من جملہ تقاضوں اور علامات میں سے اولین شرط یہ ہے کہ متابعت نبوی اور سنت مصطفوی علی صاحبہا الصلوٰت کا خصوصی طور پر التزام کیا جائے تاکہ مطیعیت و محبوبیت کے منصب جلیلہ پر فائز المرام ہوا جائے جیسا کہ آیہ کریمہ **فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** سے عیاں ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سیادت پناہ شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مکتوب گرامی میں نصیحت کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں، جس کا ملخصاً اردو ترجمہ ہدیہء قارئین ہے

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی میراثِ صوری کا تعلق عالم خلق کے ساتھ ہے اور میراثِ معنوی کا تعلق عالم امر سے ہے جہاں ایمان و معرفت اور رشد و ہدایت ہی ہے۔ میراثِ صوری کی نعمتِ عظمیٰ کا شکر یہ یہ ہے کہ میراثِ معنوی کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جائے اور میراثِ معنوی سے تزئین، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت کے بغیر میسر نہیں ہو سکتی بنا بریں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اوامر و نواہی میں مکمل طور پر متابعت و اطاعت کی جائے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال متابعت، کمال محبت کی فرع ہے **إِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ هُوَ مُطِيعٌ** (محبت اپنے محبوب کا مطیع ہوتا ہے) محبت میں غفلت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، محبتِ محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے۔ اگر چند روزہ حیاتِ مستعار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت میں بسر کر لی جائے تو نجاتِ ابدی کی امید ہے ورنہ سب کچھ بے کار ہے خواہ کیسا ہی عمل خیر کیوں نہ ہو۔

محمد عربی کا بروئے ہر دوسرا ست

کسے کہ خاکِ درش نیست خاکِ بر سرِ او ۱

۲..... محبت رسول علی صاحبہا الصلوٰات کے غلبہ کے باعث محبت رسول ہمہ وقت

صورت رسول میں مستغرق اور منہمک رہتا ہے بنا بریں ہر نشست و برخاست اور صحبت و مجلس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص و شمائل اور فضائل و خصائل

کا ذکر کرنے پر مجبور ہوتا ہے۔ پس محبت رسول علی صاحبہا الصلوٰات کی یہ بھی ایک

علامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات مَنْ أَحَبَّ شَيْئًا فَأَكْثَرَ

ذِكْرَهُ ۲ سے عیاں ہے بقول شاعر

جس کسے دا کوئی عاشق ہووے صفت او سے دی کردا

سو سو مکر بہانے کر کے مرنے اوہدے مردا

۳..... عاشق رسول، محبت رسول علی صاحبہا الصلوٰات کے استغراق کی وجہ سے ہمہ

وقت وصل یا رکی تڑپ اور حسرت دیدار کی کسک میں بے چین اور بے قرار رہتا ہے

اور بقول شاعر یوں گویا ہوتا ہے

باناں پہن فقیری والا جلدی کرو تیاری

دل کردا دلبر نوں ملیے کیہہ کرنی سرداری

حضرت قاضی عیاض مالکی رحمۃ اللہ علیہ عاشق کے اشتیاق دیدار اور لقائے حبیب کو بیان

کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں

فَكُلُّ حَبِيبٍ يُحِبُّ لِقَاءَ حَبِيبِهِ ۳ یعنی ہر محبت اپنے محبوب کی ملاقات

کا مشتاق ہوتا ہے۔

۱ مکتوبات شریفہ دفتر اول مکتوب: ۱۶۵ ۲ شعب الایمان، رقم الحدیث: ۵۳۱، الزهد لابن ابی

الدنیا: ۵۳۳، المقاصد الحسنیہ: ۲۰۸/۱ ۳ کتاب الشفا: ۲۵/۲، سبل الہدی وارشاد: ۱۱/۳۳۲

جب کسی عاشق زار پر شوق وصال اور لذتِ جمال کی اضطرابی کیفیت طاری ہوتی ہے تو وہ شوق و صل سے سرشار اور سوزِ فصل سے لاچار نیم جاں ہو کر بزبانِ دانائے شیراز کبھی یوں فریاد کرتا ہے

امروز دیگرم در انتظارِ تو شام شد

در انتظارِ وصلِ تو عمرم تمام شد

آمد نمازِ شام و نہ آمد نگار من

اے دیدہ پاسدار کہ خوابم حرام شد

۴..... محبت کی اہم اور نمایاں علامت یہ ہے کہ محبت اپنے محبوب کو ہر قسم کے جملہ عیوب و نقائص سے منزہ جانتا ہے اور وہ محبوب کے معائب کی بصارت سے اندھا اور اسکے قبائح کی سماعت سے بہرہ ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰاتِ حُبُّكَ الشَّيْءُ يُعْبِي وَيُصِمُّ^۱ سے واضح ہے۔

حق تعالیٰ نے ہر قسم کے ممکنہ کمالات بدرجہ اتم و اکمل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس میں درج فرما کر خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن و جمال و کمال کا تذکرہ فرمایا ہے اور اپنے محبوب مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خود ہی نگاہ قدرت سے دیکھتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَالضُّحٰی وَاللَّیْلِ اِذَا سَجٰی^۲ اور فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا^۳ سے عیاں ہے۔ شاعر دربار رسالت حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام قبائح و معائب سے پاک ہونے کو یوں منظوم فرمایا ہے

وَ اَحْسَنُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي

وَ اَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

۱ مشکوٰۃ: ۴۱۸، شرح مسند ابی حنیفہ: ۵۸۴/۱، فیض القدر: ۳/۲۸۸

خُلِقْتَ مُبْرَأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

یعنی اے رسول محتشم صلی اللہ علیک وسلم آپ سے زیادہ حسین میری آنکھ نے کبھی نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ صاحب جمال کسی ماں کے ہاں متولد ہی نہیں ہوا۔ آپ ہر عیب سے پاک تخلیق فرمائے گئے ہیں گویا آپ یوں تخلیق فرمائے گئے جیسے آپ چاہتے تھے۔

۵..... محبت رسول کی علامات میں سے ایک علامت یہ ہے کہ بندۂ مومن جس طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات، اہل بیت اطہار اور صحابہ کبار، ازواج مطہرات اور بنات طیبات کے ساتھ محبت و مودت رکھتا ہے ایسے ہی ان نفوس قدسیہ کے اعداء کے ساتھ بغض و عداوت رکھے جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۚ سِوَا مِمَّنْ كَفَرَ بِاللَّهِ مَا لَمْ يَلْمِزْهُ عَدَاوَةً يُبْتِغِي الْوَجْهَ الْآخِرَ ۚ وَاللَّهُ يَلْمِزُ مَن يَشَاءُ ۚ وَاللَّهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ ہوتا ہے۔ مفاد پرستی و مصلحت کوئی اور منافقت کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں۔ اس قسم کے لوگ ولایت و نبوت کے فیضان و کمالات سے محروم رہتے ہیں بلکہ ذلت عظیم و ناز و جحیم اور عذاب مہین ان کا مقدر ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُحَادِدِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ۚ اور إِنَّ الَّذِينَ يُحَادُّونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ..... وَلِلْكَافِرِينَ عَذَابٌ مُّهِينٌ ۚ سے مفہوم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

اوہ کدے سکھ پاندا ناہیں جیہڑا دوگھراں دا سانجھا
اکو پاسا رہندا ہیرے یا کھیڑے یا رانجھا

جب تک بندۂ مومن محبت و مودت میں متصلب اور اعدائے بدنہاد کے

بارے میں تشدد نہیں ہوتا وہ ایمان کی لذت و حلاوت نہیں چکھ سکتا جیسا کہ آیہ کریمہ
 أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ سے عیاں ہے۔ صحابہ کرام، اسلاف عظام اور اخلاف فخام
 نے اعداء و معاندین کو جس طرح تہ تیغ کیا وہ تاریخ اسلام میں سنہری حروف سے رقم
 ہیں۔ بقول شاعر

بنا کردند خوش رسی بخاک و خون غلطیدن
 خدا رحمت کند این عاشقان پاک طینت را

دفتر اول مکتوب ۱۵۳

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میان منزل رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

احوال و مقامات مقاصد میں سے نہیں ہیں

ایمان کی اقسام



مکتوب - ۱۵۳

متن اما خلاصی تمام از رقیبت اغیار وقتی میسر شود کہ
 بفنائی مطلق مشرف شود و نقوش ماسومی را بالکل
 از آئینہ دل محو سازد و تعلق علمی و حسی اورا بیچ چیز نماند و
 غیر از حق سبحانہ و تعالیٰ اورا مقصودی و مرادی نباشد
 و دونہ خراط القناد ہر چند گمان بی تعلقی دارد اما
 اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا

ترجمہ: لیکن سالک کو اغیار کی غلامی سے مکمل چھٹکارا اس وقت میسر ہوتا ہے جب
 وہ فنائے مطلق سے مشرف ہو جائے اور ماسوا کے نقوش کو آئینہ قلب سے بالکل محو کر
 دے اور اس کو کسی چیز کے ساتھ علمی و حسی تعلق نہ رہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ کے علاوہ
 اس کا کوئی مقصود اور مراد نہ ہو ورنہ خاردار جھاڑی میں الجھنا ہے اگرچہ بے تعلقی کا
 گمان رکھے۔ بلاشبہ گمان، امر حق میں کوئی فائدہ نہیں دیتے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ماسوی اللہ کی گرفتاری سے بیزاری اور فنائے مطلق کے حصول کی ترغیب دلا رہے ہیں۔ دراصل طالبان طریقت کو دوران سلوک مختلف قسم کے احوال و مواجید و مقامات پیش آتے ہیں، کم ظرف سالکین جن میں الجھ کے رہ جاتے ہیں اور اپنے مقصود اصلی سے محروم ہونے کی بناء پر اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھتے ہیں حالانکہ مقصود، احوال نہیں بلکہ مَحْوَلِ احوال حق سبحانہ کی ذات ہے۔ بلند ہمت اور عالی ظرف طالبین احوال و ظلال اور مواجید و مقامات تو رہے کجا..... صفات پر بھی اکتفا نہیں کرتے۔ ان کا مقصود حقیقی تو محض ذات مجردہ ہوتا ہے اور یہ فنائے مطلق پر موقوف ہے بقول شاعر

بے فنائے مطلق و جذب قوی

کے حریم وصل را محرم شوی

سوال: جب ایمان لانا بندہ مومن پر لازم ہے تو چہ کفر آن حرف و چہ ایمان کہنے کا کیا مطلب ہے اور بندہ مومن ایمان رکھنے کے باوجود خدا تعالیٰ سے کیسے دور رہے گا؟
جواب: اہل طریقت فرماتے ہیں کہ ایمان کی دو قسمیں ہیں

ایمان صوری اور ایمان حقیقی

جو شخص ایمان صوری میں گرفتار ہے وہ نفس کی امارگی و سرکشی میں مبتلا ہے اور نفس حق تعالیٰ کے ساتھ ذاتی عداوت و مخالفت رکھتا ہے اسی لئے حدیث قدسی عَادِ نَفْسَكَ فَإِنَّهَا انْتَصَبَتْ بِعَادَاتِي میں نفس کی مخالفت و مدافعت کا حکم دیا گیا ہے۔ بنا بریں ایمان صوری رکھنے والا شخص صاحب ایمان ہو کر بھی حق تعالیٰ سے دور ہوتا ہے کیونکہ اس کی رسائی ایمان حقیقی تک نہیں ہوتی اور ایمان حقیقی ہی خدا تعالیٰ

تک پہنچنے کا واحد ذریعہ ہے، حقیقت میں یہ حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقْرَبِينَ کے قبیل سے ہے۔ ابرار کا ایمان صوری، جبکہ مقربین کا ایمان حقیقی و شہودی ہوتا ہے جس کے باعث وہ توحید عیانی اور وصل عریانی سے شاد کام ہوتے ہیں۔

پلینہ:

واضح رہے کہ جب تک سالک کا جملہ خلاق سے قلبی انقطاع اور ترک علاق نہیں ہو جاتا اسے فنائے مطلق میسر نہیں ہوتی۔

کسی فارسی شاعر نے کہا ہے

تا ترک علاق و عواقب نکنی یک سجدہ شائستہ لائق نکنی
ہرگز بمراد خویش واصل نہ شوی تا ترک خود و جملہ خلاق نکنی

دفتر اول مکتوب ۱۵۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میان منقل رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

مطلوب ماورائے آفاق و انفس ہے

اللہ تعالیٰ تقیدات سے منزہ ہے

اذا تم الفقر کا مفہوم



مکتوب - ۱۵۴

تَن اللَّهُمَّ لَا تَكِلْنَا إِلَىٰ أَنْفُسِنَا طَرْفَةَ عَيْنٍ فَتَهْلِكَ
 وَلَا أَقَلَّ مِنْهَا فَنَضِيعٍ هَرَبْلَائِي كَهَسْتِ از
 گرفتاری بخود است چون از خود خلاص شد از گرفتاری
 مادون او بجانہ خلاص شد اگر بت می پرستی است بحقیقت
 خود را می پرستی کہ اَفَرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ
 ع از خود چو گزشتی ہمہ عیش است و خوشی

ترجمہ: اے اللہ ہمیں ایک لمحہ کیلئے بھی ہمارے نفسوں کے حوالے نہ کرنا ورنہ ہم ہلاک
 ہو جائیں گے اور نہ ہی اس سے کم وقت کے لئے تاکہ ہم ضائع نہ ہو جائیں۔

انسان پر جو بلا آتی ہے وہ خود اپنی گرفتاری کی وجہ سے ہے۔ جب اپنے آپ
 سے چھٹکارا حاصل کر لیا تو اس سبحانہ کے غیر کی گرفتاری سے خلاصی پا گیا۔ اگر
 بت پرستی کر رہا ہے تو حقیقت میں خود پرستی کر رہا ہے جیسا کہ آیت کریمہ ہے کیا آپ
 نے اس شخص کو دیکھا ہے جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا۔

ع خود کو چھوڑو تو عیش اور خوشی ملتی ہے

شرح

اس مکتوب گرامی کا آغاز حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک دعائیہ جملہ سے فرمایا ہے جس میں نفس کی گرفتاری سے نجات حاصل کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک نفس مطمئنہ نہیں ہو جاتا اور راضیہ و مرضیہ کے منصب جلیلہ پر متمکن نہیں ہو جاتا وہ خود پرستی میں مبتلا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ اَفْرَأَيْتَ مَنْ اتَّخَذَ إِلَهَهُ هَوَاهُ سے عیاں ہے۔ سالک حق تعالیٰ کا حقیقی بندہ اسی وقت بنتا ہے جب وہ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کر کے محض رضائے حق کی خاطر اعمال صالحہ بجالاتا ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ یہ معرفت حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ابتدائی معارف میں سے ہے جبکہ آپ ولایت اولیاء (ولایت ظلی) کے مرتبہ میں تھے کیونکہ سالک اس مرتبہ میں سیرانفسی کو انتہائی مقام سمجھ لیتا ہے اور مطلوب کو اپنے اندر دیکھتا ہے حالانکہ وہ مطلوب کے تمثال و انعکاس ہوتے ہیں لیکن ولایت انبیائے عظام اور کمالات نبوت، منتہی اولیاء کا حصہ ہیں جو سیرانفسی سے بالا ہیں جس میں سالکین مشہودانفسی کو بھی ظل جانتے ہیں، اصل مطلوب نہیں سمجھتے کیونکہ مطلوب ماورائے آفاق و انفس ہے۔

متن مبادا سادہ دلی ازینجا حلول یا اتحاد فہم کند و بورطہ
ضلالت رود

ع ایجا حلول کفر بود اتحاد ہم
پیش از تحقق باین مقام تفکر ان ممنوع است

ترجمہ: کہیں ایسا نہ ہو کہ کوئی سادہ دل اس جگہ حلول یا اتحاد سمجھ بیٹھے اور ضلالت
کے گھڑے میں جا گرے..... ع اس جگہ حلول اور اتحاد کفر ہے
اس مقام کے ساتھ متحقق ہونے سے قبل اس میں غور و فکر ممنوع ہے

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں
کہ دوران سلوک، سالکین طریقت کو ایسی کیفیات و احوال پیش آتے ہیں کہ وہ سیر
انفسی میں شہود و معرفت و حیرت کو اپنے اندر ہی محسوس کرتے ہیں حالانکہ حق تعالیٰ
سبحانہ اندر اور باہر سے پاک ہے۔ کیونکہ اندر اور باہر ہونا محدود اور مقید ہونے کی
علامت ہے اور حق تعالیٰ سبحانہ ہر قسم کے تقیدات و تحدیدات سے منزہ و مبرہ ہے۔
تعالیٰ اللہ عن ذالک علواً کبیراً

علاوہ ازیں اندر اور باہر ہونا حلول و اتحاد کا موہم ہے جو الحاد و زندقہ ہے۔
جب تک سالکین اس مقام سے متحقق نہیں ہو جاتے اور انہیں اس مقام سے حظ وافر

نصیب نہیں ہوتا، اس میں غور و فکر کرنا بھی ممنوع ہے۔

..... حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

کے شود کشف از تفکر آن انا این انا مکشوف شد بعد الفناء
می فتد این عقلمها در افتقاد دع خاکی و حلول و اتحاد
این انا ہو بود در سرائے فضول ز اتحاد نور تر راه حلول

..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حلول و اتحاد کے متعلق عقیدہ کی وضاحت کرتے ہوئے رقمطراز ہیں چنانچہ اردو ترجمہ ملاحظہ ہو!

حق تعالیٰ کسی چیز سے متحد نہیں ہوتا اور نہ ہی کوئی چیز اس سبحانہ سے متحد ہو سکتی ہے اور جو کچھ بعض عبارات صوفیہ سے اتحاد کا معنی مفہوم ہوتا ہے اور وہ ان کی مراد کے برخلاف ہے کیونکہ اس کلام اِذَا تَمَّ الْفَقْرُ فَهُوَ اللّٰهُ جو موہم اتحاد ہے، سے ان کی مراد یہ ہے کہ جب فقر تمام ہو جائے اور محض نیستی حاصل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کچھ باقی نہیں رہتا..... نہ یہ کہ وہ فقیر خدا تعالیٰ کے ساتھ متحد ہو جائے اور خدا ہو جائے کیونکہ یہ کفر اور زندقہ ہے تعالیٰ اللہ سبحانہ عما یتوہم الظالمون علواً کبیراً۔ ہمارے خواجہ (محمد باقی باللہ قدس سرہ العزیز) فرمایا کرتے تھے کہ عبارت انا الحق کا معنی یہ نہیں کہ میں حق ہوں بلکہ یہ ہے کہ من نیستم و موجود حق است سبحانہ میں نہیں ہوں حق سبحانہ ہی موجود ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۵۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میاں منقل رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

آستانوں کی شرافت کاراز

وطن کی مختلف توجیہات

ایک مقولہ کے تین مفہوم



سالکین طریقت کے لئے اپنے پیرخانے کی محبت حق تعالیٰ کے قرب کا باعث ہوتی ہے نیز اپنی اولاد کو اپنے مرشد گرامی کے آستانے پر لے کر جانا اور اپنے شیخ محترم کی خدمت میں ان کے حق میں دعا و توجہ کی درخواست کرنا مشائخ کا معمول رہا ہے۔ یونہی دیے سے دیے جلتے رہے ہیں اور ان کی باقیات صالحات کے قلوب میں اولیائے کرام کی عقیدتوں کے دیپ جلتے اور ارادتوں کے سمندر موجزن ہوتے رہے ہیں۔

بینہ:

واضح رہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے برصغیر کے معروف شہر دہلی (بھارت) کو اپنی عقیدتوں کا مرکز ہونے کی وجہ سے احتراماً حضرت دہلی تحریر فرمایا ہے کیونکہ وہاں آپ کے مرشد و مربی حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز کی جائے سکونت تھی۔ دراصل اہل اللہ کی توجہات قدسیہ کی بوباس، ان کے قدم میمنت لزوم کی برکات اور ان کے اذکار و وظائف و مراقبات کی تاثیرات و فیوضات ان کی خانقاہوں اور آستانوں کے ماحول میں رچ بس جاتی ہیں مزید برآں ان ارباب ایمان و شریعت اور اصحاب احسان و طریقت پر رحمتوں کا ورود اور ملائکہ کا نزول ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ **اِنَّ رَحْمَةَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِیْنَ**^۱ اور **تَنْزَلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ**^۲ سے عیاں ہے۔

بنابریں وہاں کی فضاؤں میں لطافت اور مٹھی میں شرافت آ جاتی ہے یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے آستانوں کو شریف کہا جاتا ہے جیسے بغداد شریف، اجمیر شریف سرہند شریف، آلو مہار شریف وغیرہا (ہمارے آقائے ولی نعمت سراج العارفین

حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی قدس سرہ العزیز نے ایک مجلس میں آستانہ عالیہ آلو مہار شریف کے متعلق فی البدیہہ چند اشعار منظوم فرمائے ان میں سے صرف دو شعر ہدیہ قارئین ہیں

اے سرزمین اولیاء اے خطہ آلو مہار شوکت خورشید تیرے ایک ذرے پر نثار
حضرت شیخ مجددی ولایت کا امیں عشق و مستی کا حسیں دلکش نگر آلو مہار

متن چند روز اگر ارادہ خداوندی موافق است اینجا بسر
برده بسرعت متوجه وطن اصلی خواهد شد حُبُّ

الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ خَبْرٌ صَحِيحٌ اسْت

ترجمہ: اگر حق سبحانہ و تعالیٰ کو منظور ہو تو چند روز قیام کر کے جلدی ہی وطن مالوف روانہ ہو جاؤں گا۔ حُبُّ الْوَطَنِ مِنَ الْإِيْمَانِ^۱ (وطن کی محبت بھی ایمان کا حصہ ہے) صحیح حدیث ہے۔

شرح

سطور بالا میں مذکورہ حدیث کی محدثین کرام اور صوفیائے عظام نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق توجیہات بیان فرمائی ہیں۔ بعض محدثین کرام کے نزدیک وطن سے مراد روح کا وطن اصلی ”عالم امر“ ہے جو عرش سے فوق تر ہے۔ اس لئے بندہ مومن کو اپنی حیات مستعار میں بھرپور کوشش کرنی چاہئے کہ اس کی روح کو وطن

اصلی ”عالم امر“ اور ”عالم وجوب“ تک رسائی نصیب ہو جائے اور جسم کی قید سے رہائی میسر ہو جائے۔ حضرت بوعلی شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ روح کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں

چند باشی از مقام خود جدا چند گردی در بدر اے بے حیا
بعض محدثین کرام کے نزدیک وطن سے مسلمان کی اسلامی سکونت مراد ہے جبکہ صوفیائے عظام بدن انسانی کو وطن سمجھ کر سیرانفسی مراد لیتے ہیں۔ غرضیکہ راہ عشق میں لوگوں کے مختلف مذاہب ہوتے ہیں جیسا کہ مشہور ہے وَلِلنَّاسِ فِيمَا يُعَشِقُونَ مَذَاهِبٌ کسی شاعر نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

ملت عاشق ز ملت ہا جدا است عاشقاں ر املت و مذہب خدا است
پس بندہ کو حق تعالیٰ تک رسائی حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے علاوہ ازیں کوئی اور مفر نہیں کیونکہ اس کی پیشانی حق تعالیٰ کے دست قدرت میں ہے۔
بقول شاعر

اتنی رمز پچھانو یارو بہت کراں کیہہ گلاں
میں کریوں ہتھ واگ بلوچے جدھر چلاوے چلاں

متن فِرُّوْا اِلَى اللّٰهِ گفستہ درومی بوئے بگریزند بہر
حال اصل را اصل دانستہ فرع را طفیلی ساختہ رو
باصل باید آورو

ہرچہ جز عشق خدائی احسن است
لر شکر خوردن بود جان کندن است

ترجمہ: فِیْرِوَالِی اللّٰہِ کہتے ہوئے اللہ کی طرف رجوع کرو۔ بہر حال اصل کو اصل جان کر اور فرع کو اس کا طفیلی قرار دے کر اصل کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

شعر

جو بھی ہے عشق الہی کے سوا
اس میں ہے زہر ہلاہل کا مزہ

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ارشاد گرامی ”فِیْرِوَالِی اللّٰہِ“
گفتہ دروے بوئے بگریزند“ کے اہل طریقت نے تین مفاہیم بیان فرمائے ہیں۔
..... پہلا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی رضا اور معرفت کے حصول کیلئے اس کی
اطاعت کرنی چاہئے اور اس کے اوامر کو پابندی کے ساتھ بجالانا چاہئے اور اسی کی
طرف متوجہ ہونا چاہئے۔

..... دوسرا مفہوم یہ ہے کہ راہ سلوک میں پیش آنے والے ظلال و تجلیات کو طفیلی
قرار دیتے ہوئے اصل الاصول کی طرف متوجہ ہونا چاہئے یعنی حق تعالیٰ کے انوار
و تجلیات میں استغراق سے چھٹکارا حاصل کر کے حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف رجوع اور
عروج کرنا چاہئے اور صفات سے ذات تعالیٰ کی طرف راغب ہونا چاہئے اور یہی
اولوالعزم اور بلند ہمت بندہ مؤمن کی علامت ہے۔

اقبال مرحوم نے خوب کہا

مرد مؤمن در نسا زد با صفات مصطفیٰ راضی نشد الا بذات

..... تیسرا مفہوم یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے غضب و عتاب سے ڈرتے ہوئے اس کے
اوامر کی تعمیل کرنا چاہئے۔

دفتر اول مکتوب ۱۵۶

مکتوب الیہ

حضرت شیخ میان منقل رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

صحبتِ صلحاء کی ترغیب



مکتوب - ۱۵۶

تَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْمِنَّةُ كَمْ مَجِبَتْ فَقَرَاءَ نَقْدِ وَقْتِ
وَارْنَدُ وَبِحَكْمِ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ بِأَيْشَانْدِ

ترجمہ: الْحَمْدُ لِلَّهِ وَالْمِنَّةُ کہ آپ فقراء کی محبت نقد وقت رکھتے ہیں اور
الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ کے حکم کے مطابق ان میں سے ہیں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فقراء کی صحبت کی
ترغیب دلا رہے ہیں۔ فقراء کی معیت و صحبت کا اندازہ اس امر سے بخوبی لگایا جاسکتا
ہے کہ حق تعالیٰ نے سید المرسلین علیہ التحیۃ والتسلیم کو فقراء کی معیت کا حکم فرمایا جیسا
کہ آیہ کریمہ وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِیِّ
یُرِیْدُونَ وَجْهَہٗ سے عیاں ہے۔

حدیث میں آتا ہے اِصْحَبُوا مَعَ اللّٰهِ فَاِنْ لَّمْ تَسْتَطِیْعُوْا اَنْ تَصْحَبُوْا
مَعَ اللّٰهِ فَاِصْحَبُوا مَنْ یَّصْحَبُ مَعَ اللّٰهِ حَتّٰی یُوْصِلَکُمْ اِلٰی اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ

یعنی اللہ کی معیت اختیار کرو اگر تمہیں اللہ کی مصاحبت کی استطاعت نہیں تو اس کی معیت اختیار کر لو جسے اللہ کی معیت حاصل ہوتا کہ وہ تمہیں اللہ عزوجل سے واصل کر دے۔

اہل طریقت فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص تمام جہان کی نیکیاں بجلائے لیکن وہ فساق کا مصاحب بھی ہو تو اس کی جملہ طاعات باطل ہو جاتی ہیں۔ اگر کوئی شخص عبادات و طاعات کم بجالاتا ہے یا اسے نیکی کی توفیق بالکل ہی نہیں لیکن اسے صالحین کی صحبت میسر ہے تو اس کی تمام برائیاں محو ہو جاتی ہیں اور وہ زمرہ صالحین میں شمار ہوتا ہے۔ امید ہے کہ صحبت صلحاء کی یمن و برکت سے اسے گناہوں سے چھٹکارا حاصل ہو جائے اور وہ اعمال صالحہ بجلائے۔ اسی لئے کہتے ہیں الصَّلَاةُ وَالصِّيَامُ نُقْضِي وَصُحْبَةُ الصَّالِحِينَ وَالْعَارِفِينَ لَا تُقْضَىٰ یعنی ہم نماز و روزہ تو قضا کر لیتے ہیں لیکن صالحین اور عارفین کی صحبت قضا نہیں کرتے۔

نمازیں گر قضا ہوں ، پھر ادا ہوں

نگاہوں کی قضائیں کب ادا ہوں

قدوة الاخيار حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

نماز را حقیقت قضا تواند بود

و لیک صحبت ما را قضا نہ خواهد بود

دفتر اول مکتوب ۱۵۷

مکتوب الیہ

حضرت شیخ حکیم عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اہل اللہ کے پاس عجز و انکسار سے حاضر ہونا چاہئے
مذاہب اربعہ سے خروج باعثِ ضلالت ہے
تقلید کی شرعی حیثیت ، اختلافِ صوفیاء کی حکمت



مکتوب - ۱۵۷

متن پیش این طائفہ خالی شدہ باید آمد تا مملو باز کرد و اظہار
افلاس خود باید نمود تا ایشان را بروئی شفقت آید و راہ
افاضہ بکشاید سیر آمدن و سیر رفتن مزہ نداد و امثلا را جز
علت یار نیست و استغنا را جز طغیان کار نہ

ترجمہ: اس گروہ کے حضور دل و دماغ کو خالی کر کے آنا چاہئے تاکہ بھرا ہوا واپس
لوٹے اور اپنے افلاس کا اظہار کرنا چاہئے تاکہ اہل اللہ اس پر شفقت فرمائیں اور
فیض رسائی کا رستہ کھل جائے۔ سیراب آنا اور سیراب ہی لوٹ جانا مزہ نہیں رکھتا۔
پر شکمی سوائے مرض کے کچھ نہیں ہے اور لا پرواہی سوائے سرکشی کے کچھ نہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل اللہ کی صحبت
کے آداب کو ملحوظ خاطر رکھنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ جب کسی شخص کو اہل اللہ کی
مجالس میں حاضری کی توفیق نصیب ہو تو اسے اپنی علمی و جاہتوں، خاندانی شرافتوں،

عملی نختوں، فنی مہارتوں، منصبی عظمتوں اور مالی شوکتوں سے کنارہ کش ہو کر اخلاص و انکسار، شکستہ دلی اور نیاز مندی سے حاضر ہونا چاہئے تاکہ استفاضہ و افاضہ کی راہیں کھل سکیں کیونکہ یہی شکستہ خاطر و عاجزی و انکساری قابل توجہ اور لائق التفات ہوا کرتی ہے۔ کسی شاعر نے بزبان فارسی اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

دست اشکتہ بر آور در دعا
 سوئے اشکتہ پرد فضل خدا
 شکر کن مر شاکراں را بندہ باش
 پیش ایثاں مردہ شو پائندہ باش
 خاک شو مردان حق را زیر پا
 خاک بر سر کن حسد را ہمجو ما
 تاکہ نان نشکتہ قوت کے دہد
 نا شکتہ خوشہ ہا کے مے دہد
 تا ہلیلہ نشکند با ادویہ
 کے شود خود صحت افزا در ریہ

متن حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ فرمودہ اند

اول نیاز خستہ بعد ازاں توجہ خاطر شکستہ پس توجہ

را نیاز شرط آمد

ترجمہ: حضرت خواجہ نقشبند قدس اللہ تعالیٰ سرہ ارشاد فرماتے ہیں، پہلے نیاز مندی

کرنی چاہئے اس کے بعد شکستہ دل قابل توجہ ہوتا ہے پس حصول توجہ کیلئے نیاز مندی شرط ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو تنبیہ فرما رہے ہیں کہ جب اہل اللہ کے ہاں زیارت و حاضری کا شرف نصیب ہو تو نہایت نیاز مندی اور شکستہ خاطری کے ساتھ ان کے حضور ادعیہ و توجہات کی التجاء کرنا چاہئے تاکہ استفاضہ و افاضہ کی راہیں کھل سکیں۔ چونکہ اہل اللہ سنت و شریعت پر کار بند ہوتے ہیں اس لئے وہ زائرین و حاضرین کی ظاہری و باطنی ضیافت کا اہتمام فرماتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ان لَزُورِكَ عَلَيْكَ حَقًّا^۱ سے عیاں ہے۔ علاوہ ازیں اہل اللہ مخلوق خدا کیلئے رشد و ایمان، ایقان و عرفان، فضل و فتوحات، فیوض و برکات اور حسنات و عنایات کا موجب ہوتے ہیں۔ اس لئے جو لوگ ان کے آستانوں اور خانقاہوں پر حاضر ہوتے ہیں وہ دارین کی سعادتوں اور کونین کی برکتوں سے مالا مال ہوتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لَا يَشْقَىٰ بِهِمْ جَلِيْسُهُمْ^۲ سے عیاں ہے۔

متن سعادت آثار انچہ بر ما و شمالا زم است تصحیح عقاید
بمقتضائی کتاب و سنت بر نہجی کہ علمائی اہل حق

۲ صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۲۹

۱ صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۱۸۳۸

شَكَرَ اللهُ تَعَالَى سَعِيَهُمْ اِذْ كَتَابَ وَسَمَّتَ اَنْ عَقَائِدَ
 رَا فَمَيِّدَةً اِنْ اِنْجَا اَخَذَ كَرُوهُ چہ فہمیدن ماوشما از چیز اعتبار
 ساقط است..... ثانیاً علم با حکام شرعیہ است از حلال و
 حرام و فرض و واجب و ثالثاً عمل بمقتضائی این علم است
 و رابعاً طریق تصفیہ و تزکیہ کہ مخصوص بصوفیہ کرام است
 قَدْ سَأَلَ اللهُ تَعَالَى اسْرَارَهُمْ

ترجمہ: اے سعادت مند! وہ جو ہم اور تم پر لازم ہے کتاب و سنت کے تقاضا کے مطابق، عقائد کو اس نہج پر صحیح کرنا ہے جیسے علمائے اہل حق شَكَرَ اللهُ تَعَالَى سَعِيَهُمْ نے ان عقائد کو کتاب و سنت سے سمجھا ہے اور اس سے اخذ فرمایا ہے کیونکہ ہمارا اور تمہارا سمجھنا محل اعتبار سے ساقط ہے..... ثانیاً احکام شرعیہ حلال و حرام اور فرض و واجب کا علم حاصل کرنا..... ثالثاً اس علم کے مطابق عمل کرنا..... رابعاً تصفیہ و تزکیہ کا راستہ جو صوفیہ کرام قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے ساتھ مخصوص ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز شریعت و طریقت کے ارکان اربعہ کے متعلق ایک نہایت اہم نصیحت فرما رہے ہیں جس پر بندہ مومن کے عقائد و اعمال و اخلاق کا مدار اور فلاح و نجات کا انحصار ہے۔ ارکان اربعہ درج ذیل ہیں

۱..... عقائد کی تصحیح ۲..... احکام شرعیہ کی تعلیم ۳..... تحصیل علم کے بعد

تعمیل ۴..... تزکیہ نفس کی تحصیل

مذکورہ بالا ارکان کی تصحیح و تعلیم اور تحصیل آئمہ مجتہدین، علمائے راہنہ، متکلمین اہلسنت اور مشائخ طریقت کے کتاب و سنت کی روشنی میں بیان فرمودہ عقائد و احکام اور تعلیمات کے مطابق ہونی چاہئے۔ اپنے علم خام اور عقل نامتھام کے ذریعے کتاب و سنت کو سمجھنے سے اجتناب کرنا چاہئے کیونکہ ان اسلاف کرام نے عہد رسالت کے قرب، وفور علم، کمال تقویٰ و ورع، کثرت روایات، ایمانی فراست، باطنی بصیرت اور جودت ملکہء استنباط کی بناء پر نسخ و منسوخ، محکم و مؤول، مقدم و مؤخر اور متضاد و متعارض نصوص میں مطابقت و موافقت بیان فرمائی ہے۔ جو علمی وسعت اور اجتہادی بصیرت تابعین عظام میں ظاہر ہوئی وہ متاخرین کو میسر نہ ہو سکی ذالک فضل اللہ یؤتیه من یشاء اسی لئے حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے لمعات میں تحریر فرمایا ہے وَلَقَدْ ظَهَرَ بَسْطَةُ الْعِلْمِ وَالْاجْتِهَادِ فِي التَّابِعِينَ مَا لَمْ يَظْهَرُ فِي غَيْرِهِمْ ۱

جیسے ادیان عالم میں دین اسلام ہر قسم کے افراط و تفریط سے پاک متوسط دین متین ہے جو دنیوی فوز و فلاح اور اخروی نجات و کامرانی کا ضامن ہے اور یہی دین اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اور مقبول ہے۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی حنفی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

وَدِينُ اللَّهِ فِي السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ وَاحِدٌ وَهُوَ دِينُ الْإِسْلَامِ كَمَا قَالَ اللَّهُ تَعَالَى إِنَّ الدِّينَ عِنْدَ اللَّهِ الْإِسْلَامُ ۲ وَقَالَ تَعَالَى وَمَنْ يَبْتَغِ غَيْرَ الْإِسْلَامِ دِينًا فَلَنْ يُقْبَلَ مِنْهُ ۳ وَقَالَ تَعَالَى وَرَضِيتُ لَكُمْ الْإِسْلَامَ

۲ آل عمران ۱۹:۳

۱ الاصول الاربعہ فی تردید الوہابیہ: ۹۳

۳ آل عمران ۸۵:۳

دِينًا ۱ وَهُوَ بَيْنَ الْغُلُوِّ وَالتَّشْبِيهِ وَالتَّعْطِيلِ وَالجَبْرِ وَالقَدْرِ وَالأَمْنِ
وَاليَأْسِ ۲

ایسے ہی مسلک اہل سنت و جماعت ہر قسم کے خشووز واند اور افراط و تفریط سے پاک معتدل و متوسط صراط مستقیم ہے، جو بندہ مؤمن کو فکری انتشار اور قلبی اضطراب سے نجات دلا کر سواد اعظم اور جماعت کے ساتھ متمسک و مجتمع رہنے کی تاکید کرتا ہے۔ یہی امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی غالب اکثریت اور ناجی جماعت ہے۔

حضرت العلامة ملا جیون صدیقی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

فَانْهَامُتَوَسِّطَةٌ بَيْنَ الْجَبْرِ وَالقَدْرِ وَبَيْنَ الرِّفْضِ وَالخُرُوجِ
وَ بَيْنَ التَّشْبِيهِ وَالتَّعْطِيلِ الَّذِي فِي غَيْرِهَا وَ عَلَى طَرِيقِ سُلُوكِ جَامِعِ
بَيْنَ الْمُحَبَّةِ وَالعَقْلِ فَلَا يَكُونُ عِشْقًا مَحْضًا مُفْضِيًّا إِلَى الْجَذْبِ وَلَا
عَقْلًا صِرْفًا مُوَصِّلًا إِلَى الْإِلْحَادِ وَالفَلْسَفَةِ نَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْهَا ۳

یعنی بے شک عقائد اہلسنت جبریہ و قدریہ، رافضیہ و خارجیہ اور تشبیہ و تعطیل کے درمیان ہیں جو ان کے علاوہ ہیں۔ ایسے ہی عقائد اہلسنت محبت اور عقل کے درمیان جامع ہیں جو نہ تو محض عشق ہی ہیں کہ انسان کو کیفیت جذب تک پہنچادیں اور نہ ہی صرف عقل پر ان کی بنیاد ہے جو انسان کو الحاد و فلسفہ (کفر) تک پہنچادیں۔ ہم اس قسم کے عقائد فاسدہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں۔

حضرت امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ نے کنز الاصول میں علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں
۱..... توحید و صفات کا علم ۲..... شراعی و احکام کا علم

۱ المائدہ ۵: ۳ ۲ عقیدۃ الطحاویہ من المتون المعتمرة ص: ۷۹

۳ نور الانوار ص ۶ مطبوعہ مکتبۃ العلم ملتان

قسم اول کا تعلق اصول کے ساتھ ہے اسے علم کلام اور فقہ اکبر بھی کہا جاتا ہے اور قسم ثانی کا تعلق فروعیات کے ساتھ ہے اسے فقہ اصغر بھی کہتے ہیں۔ اہلسنت و جماعت کا اطلاق باعتبار اصول تین گروہوں پر ہوتا ہے۔

۱..... ماتریدیہ ۲..... اشاعرہ ۳..... حنابلہ

..... حضرت مالکیہ اور شوافع عقائد میں حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اسی لئے انہیں اشاعرہ یا اشعریہ کہتے ہیں۔

..... حضرت حنبلیہ عقائد میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کے پیروکار ہیں اسی لئے انہیں حنابلہ کہا جاتا ہے۔ فرقہ ظاہریہ اور جمہور اہل حدیث بھی عقائد میں خود کو حنبلی کہلواتے ہیں۔^۱

..... جمہور احناف عقائد و کلام میں شیخ الاسلام حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کے تابع ہیں بنا بریں خود کو ماتریدی کہلواتے ہیں۔ سراج الامہ سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ فقہاء اور ارباب مذاہب میں وہ پہلے متکلم ہیں جنہوں نے الفقہ الاکبر تصنیف فرمائی جس میں قدریہ کا رد ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مسائل کلامیہ میں گو مشائخ ماتریدیہ کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں، جو سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات کی متابعت کی بدولت شان عظیم کے حاملین ہیں جو مقاصد پر اقتصار اور فلسفیانہ موشگافیوں سے اعراض فرماتے ہیں مگر جب سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو واقعہ میں ”تواز مجتہد ان علم کلامی“^۲ کا مشردہ سنایا ہے تب سے علم کلام کے ہر مسئلہ میں آپ تقلید و تخمین کے لحاظ سے نہیں بلکہ الہام و فراست کی بناء پر خاص رائے اور مخصوص علم رکھتے ہیں جس کا بین ثبوت آپ کے مکتوبات شریفہ اور رسائل مبارکہ میں جا بجا مسائل

کلامیہ کا تذکرہ ہے۔ خصوصاً رسالہ کثیر البرکات جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، اپنی امت کے مشائخ کی بہت بڑی جماعت کے ہمراہ تشریف فرما، اپنے دست اقدس میں لئے ہوئے کمال کرم سے بوسہ دیا اور مشائخ کو دکھا کر فرمایا ”ایں نوع معتقدات می باید حاصل کرد“ اس قسم کے عقائد حاصل کرنے چاہئیں!

بعض حضرات کے نزدیک رسالہ کثیر البرکات سے مراد مکتوب ۲۶۶ دفتر اول

ہے۔ (وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ)

واضح رہے کہ وہ عقائد جو کتاب و سنت سے صراحتاً ثابت ہیں ان میں علم کلام کے کسی امام کی پیروی نہیں کی جاتی البتہ وہ بعض مسائل جن میں قدرے اخفاء و پوشیدگی ہے ان میں علم کلام کے مجتہدین کی اجتہادی تحقیقات اور علمی تدقیقات کی آراء کے مطابق اپنے اعتقادات کو درست کرنا چاہئے۔ یوں جو شخص علم الہدیٰ حضرت شیخ ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات و تدقیقات کا پیروکار ہو، اسے ماتریدی کہا جاتا ہے اور جو امام اہلسنت حضرت امام ابو الحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات پر عمل پیرا ہو، اسے اشعری کہتے ہیں۔ ایسے ہی جو شخص امام الحدیث حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیقات پر کاربند ہو اسے حنبلی کہتے ہیں۔ علمائے متکلمین ماتریدیہ اور علمائے متکلمین اشاعرہ کے درمیان ۴۰ مسائل میں اختلاف ہے^۱ مگر علمائے متکلمین نے ان مسائل مختلفہ میں تطبیق بیان فرما کر اسے لفظی نزاع قرار دے دیا۔ یوں علماء کرام نے بقیہ ۱۲ مسائل (عقائد مجددیہ) اور بعض نے ۱۳ مسائل (المتون المعترہ ص: ۲ مطبوعہ ماؤنٹ ورنن نیویارک) میں اختلاف کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ بِالصَّوَابِ

اہل سنت کا اطلاق باعتبار فروعات احناف، مالکیہ، شوافع اور حنابلہ پر ہوتا

۱۔ مکتوبات امام ربانی دفتر اول مکتوب: ۱۶ ۲۔ مذاہب الاسلام

ہے، جو ائمہ اربعہ کی فقہی تحقیقات اور اجتہادی استنباطات پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ قواعد اجتہاد یہ کی روشنی میں استنباط شدہ مسائل متفقہ میں چاروں آئمہ مجتہدین کی اطاعت و تقلید پر جمیع اہلسنت کا رہندہ ہونگے البتہ مسائل مختلفہ میں اپنے اپنے امام کی ہی تقلید و اطاعت کریں گے، کیونکہ مومنین کو اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ ساتھ اہل علم مستنبطین اُولی الامر کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ ۗ اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ ۗ سے عیاں ہے۔

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت عقائد اسلامیہ اور احکام شرعیہ میں بغیر طلب دلیل بحیثیت رسول مکرم واجب قطعی ہے جبکہ ائمہ مجتہدین کی اطاعت مسائل اجتہاد یہ میں بغیر مطالبہ دلیل ان کے تقویٰ و اجتہاد اور ان کے ساتھ حسن ظن کی بنا پر واجب ظنی ہے..... اسی اطاعت کو تقلید کہا جاتا ہے۔

تقلید کی تعریف

علمائے کرام نے تقلید کی تعریف یوں بیان فرمائی ہے:

التَّقْلِيدُ اتِّبَاعُ الرَّجُلِ غَيْرَهُ فِيمَا سَبَعَهُ يَقُولُ أَوْ فِي فِعْلِهِ عَلَى زَعْمِ أَنَّهُ مُحَقِّقٌ بِلَا نَظَرَ فِي الدَّلِيلِ ۳ یعنی کسی شخص کا اپنے علاوہ کسی اور کو محقق جانتے ہوئے اس کے قول و فعل کی دلیل میں غور و فکر کئے بغیر اتباع کرنا تقلید کہلاتا ہے۔

تقلید کی اس تعریف سے یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین

وغیر ہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقلد نہیں بلکہ سب امتی ہیں کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قول و فعل دلیل شرعی ہے جبکہ تقلید میں دلیل شرعی کا اعتبار نہیں ہوتا۔

احکام شرعیہ کی اقسام ثلاثہ

علمائے کرام نے احکام شرعیہ کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔

قسم اول

اعتقادات وہ دینی اور قطعی الدلالتہ اصول ہیں جو نصوص سے صراحتاً ثابت ہیں جن کا ایک ہی معنی ہو سکتا ہے اور ان میں کسی قسم کا کوئی تعارض نہیں۔ ان میں اجتہاد و تقلید جائز نہیں، انہیں مسائل منصوصہ غیر متعارضہ بھی کہا جاتا ہے۔

قسم دوم

وہ مسائل ہیں جن میں نصوص باہم متعارض ہوتی ہیں جن کے رفع تعارض کے لئے مجتہد اپنی ایمانی فراستوں، اجتہادی صلاحیتوں، علمی وسعتوں اور فقہی بصیرتوں کو بروئے کار لا کر نہایت دقت نظر اور اپنے وسیع وعمیق مطالعہ کی بناء پر ان نصوص متعارضہ میں یوں مطابقت کرتا ہے جسے پڑھ کر قارئین کو شرح صدر، روحانی انبساط اور قلبی طمانیت نصیب ہو جاتی ہے اور حضرت شارع کی غرض و غایت اور منشاء رسالت علی صاحبہا الصلوٰت بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ جیسے سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے صوم سفر کے سلسلہ میں مسافر کے تین احوال کے پیش نظر مختلف روایات میں ایسی شاندار تطبیق بیان فرمائی، جو آپ کی مجتہدانہ صلاحیت اور فقیہانہ بصیرت کی بین دلیل ہے اور یہی آپ کا طرہ امتیاز ہے۔ اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا الْخَلْقُ كُلُّهُمْ عِيَالُ أَبِي حَنِيفَةَ۔ اس قسم کے مسائل

میں مجتہد کو اجتہاد کی ضرورت اور غیر مجتہد کو تقلید کی احتیاج ہوتی ہے۔

قسم سوم

وہ مسائل ہیں جو صراحتہً نصوص سے ثابت نہیں یا ثابت تو ہیں مگر ان نصوص میں متعدد معانی کے احتمال کی بنا پر قطعی طور پر کسی ایک معنی پر محمول نہیں کیا جاسکتا یا وہ نص جو کسی دوسری نص سے بظاہر متعارض ہوتی ہے جن میں تعیین احد الاحتمالات کیلئے مجتہد اجتہاد کرتا ہے۔ اس قسم کے مسائل مستنبطہ میں غیر مجتہد کو کسی مجتہد کی تقلید کرنا ضروری ہوتا ہے۔ ان مسائل کو مسائل غیر منصوصہ ظنی الدلالہ کہا جاتا ہے۔

واضح رہے کہ کتاب و سنت کے وہ احکام جو قطعی ہیں یا جن میں کسی قسم کا ابہام و اجمال یا تعارض و تناقض وغیرہا نہیں ہے ان میں کسی امام و مجتہد کی تقلید کی کوئی ضرورت نہیں جیسا کہ قطب شام حضرت علامہ عبدالغنی نابلسی مجددی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

..... ﴿فَالْأَمْرُ الْمُتَّفَقُ عَلَيْهِ الْمَعْلُومُ مِنَ الدِّينِ بِالضَّرُورَةِ لَا يَحْتَاجُ إِلَى التَّقْلِيدِ فِيهِ لِأَحَدٍ الْأَرْبَعَةَ كَفَرَضِيَّةِ الصَّلَاةِ وَالصَّوْمِ وَالزَّكَاةِ وَالْحَجِّ وَنَحْوِهَا وَحُرْمَةِ الزَّانَا وَاللَّوَاظَةِ وَشُرْبِ الْخَمْرِ وَالْقَتْلِ وَالسَّرْقَةِ وَالْغَضَبِ وَمَا أَشْبَهَ ذَلِكَ وَالْأَمْرُ الْمُخْتَلَفُ فِيهِ هُوَ الَّذِي يَحْتَاجُ إِلَى التَّقْلِيدِ فِيهِ ۱﴾

یعنی وہ متفقہ مسائل جو بداهتاً دین میں معلوم ہیں ان میں آئمہ اربعہ میں سے کسی کی تقلید کی احتیاج نہیں، جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہا کی فرضیت اور زنا، لواطت، شراب نوشی، قتل، سرقہ، اور غضب جیسی اشیاء کی حرمت جبکہ مختلف فیہ مسائل

۱۔ خلاصۃ التحقيق فی حکم التقليد والتلفیق: ۴ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ استنبول

میں تقلید کی ضرورت پڑتی ہے۔

..... اسی ضمن میں علامہ ابن قیم یوں رقمطراز ہیں لَا يَجُوزُ لِأَحَدٍ أَنْ يَأْخُذَ مِنَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مَا لَمْ يَجْتَمِعْ فِيهِ شُرُوطُ الْإِجْتِهَادِ ۱ یعنی جس شخص میں اجتہاد کی شرائط نہیں پائی جاتیں اسے کتاب و سنت سے مسائل اخذ کرنا جائز نہیں بلکہ اسے آئمہ مجتہدین کی تقلید کرنا ہوگی۔

..... حضرت العلام محب اللہ بہاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں أَجْمَعَ الْمُحَقِّقُونَ عَلَى مَنَعِ الْعَوَامِ مِنْ تَقْلِيدِ الصَّحَابَةِ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِمْ أَجْمَعِينَ بَلْ عَلَيْهِمْ اتِّبَاعُ الَّذِينَ سَوَّدُوا وَبَوَّبُوا وَهَذَّبُوا وَنَقَّحُوا وَفَرَّقُوا وَعَلَّلُوا وَفَصَّلُوا قَالَ ابْنُ صَلَّاحٍ كَأَيِّمَةِ الْأَرْبَعَةِ ۲

یعنی محققین علماء کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ عامۃ المسلمین (غیر مجتہدین، علماء مجتہدین کی نسبت بہ منزلہ عوام ہیں) کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تقلید سے منع کیا جائے بلکہ ان پر ان آئمہ مجتہدین کی اتباع لازم ہے جنہوں نے مسائل شرعیہ کی تسوید و تبویب، تہذیب و تنقیح اور تفریق کر کے معلل اور مفصل کو جدا جدا کر دیا۔ ابن صلاح شافعی نے کہا ہے ان سے مراد آئمہ اربعہ ہیں۔

..... عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں رقمطراز ہیں أَهْلُ السُّنَّةِ قَدْ افْتَرَقَ بَعْدَ الْقُرُونِ الثَّلَاثَةِ وَالْأَرْبَعَةِ مَذَاهِبٌ وَلَمْ يَبْقَ مَذْهَبٌ فِي فُرُوعِ الْمَسَائِلِ سِوَا هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ ۳ یعنی اہل سنت تیسری یا چوتھی صدی کے بعد مذاہب میں منقسم ہو گئے اور فروعی مسائل میں ان چاروں کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہیں رہا۔

..... حضرت علامہ ابن نجیم مصری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں إِنَّ الْإِجْمَاعَ

۱ اعلام الموقعین ۲ مسلم الثبوت فی فروع الحنفیہ ۳ تفسیر مظہری جلد ثانی

انْعَقَدَ عَلَى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبِ مُخَالَفِ الْأَرْبَعَةِ لِإِنْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ
وَإِنْتِشَارِهَا وَكَثْرَةِ اتِّبَاعِهِمْ ۱ یعنی مذاہب اربعہ کے خلاف کسی مذہب پر
عدم عمل پر امت کا اجماع ہو چکا ہے کیونکہ یہی مذاہب ضبط تحریر میں لا کر مدون و
مرتب کئے گئے اور انہی کا چہار دانگ عالم میں انتشار و شیوع ہوا اور سینہء گیتی پر انہیں
کے مقلدین ہیں۔

..... حضرت علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہیں: هَذِهِ
الطَّائِفَةُ النَّاجِيَّةُ قَدْ اجْتَمَعَتِ الْيَوْمَ فِي مَذَاهِبِ اَرْبَعَةٍ وَهُمْ الْحَنْفِيُّونَ
وَالْمَالِكِيُّونَ وَالشَّافِعِيُّونَ وَالْحَنْبَلِيُّونَ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى ۲

مذاہب اربعہ سے خروج باعث ضلالت ہے

حضرت علامہ احمد بن محمد الصاوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کا بصیرت افروز اور چشم کشا
وہ ارشاد گرامی ملاحظہ ہو جو آپ آیہ کریمہ **وَإِذْ كُذِّبَتْ إِذَانِ سَيْتٍ ۳** کی تفسیر
میں تحریر فرماتے ہیں

وَلَا يَجُوزُ تَقْلِيدُ مَا عَدَا الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةَ وَلَوْ وَاَفَقَ قَوْلَ الصِّحَابَةِ
وَالْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَالْآيَةِ فَالْخَارِجُ عَنِ الْمَذَاهِبِ الْأَرْبَعَةِ ضَالٌّ مُضِلٌّ
وَرُبَّمَا آدَاهُ ذَلِكَ الْكُفْرَ لِأَنَّ الْأَخْذَ بِظَوَاهِرِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ مِنْ أُصُولِ
الْكُفْرِ ۴

یعنی مذاہب اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں اگرچہ وہ قول صحابہ، حدیث
صحیح اور آیہ کریمہ کے مطابق ہی کیوں نہ ہو۔ مذاہب اربعہ سے جدا ہونے والا گمراہ

۱ الاشباه والنظائر: ۱۳۳ ۲ حاشیہ الطحاوی علی در المختار ۳ الکہف: ۱۸: ۲۴

۴ تفسیر الصاوی ۴/۱۱۹۲ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور

اور گمراہ گر ہے بلکہ بسا اوقات مذاہب اربعہ سے خروج کفر تک پہنچا دیتا ہے کیونکہ کتاب و سنت کے ظاہری معنی لینا کفر کی جڑ ہے۔

نیز آیات قرآنیہ اور ذخیرہ احادیث مبارکہ پنسار کی دکان کی مانند ہیں اور آئمہ مجتہدین اطباء کی حیثیت رکھتے ہیں اس لئے مجتہدین ہی ان سے صحیح معنوں میں استفادہ کر سکتے ہیں جبکہ غیر مجتہدین ان کے باعث گمراہ بھی ہو سکتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا** ۱ سے واضح ہے نیز حضرت امام ابن عیینہ کا سبق آموز ارشاد گرامی **الْحَدِيثُ مَضَلَّةٌ إِلَّا لِلْفُقَهَاءِ** ۲ بھی مد نظر رہنا چاہئے۔

..... حضرت علامہ طحاوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں **وَمَنْ كَانَ خَارِجًا عَنِ هَذِهِ الْأَرْبَعَةِ فِي هَذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ أَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ** ۳ چنانچہ آیہ کریمہ میں ہے **وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّى وَنُصَلِّهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا** ۴

..... کسی نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے سوال کیا تھا کہ کونسی آیہ کریمہ اجماع کی حجیت پر دال ہے تو آپ نے تین سو بار قرآن مجید کو بالا ستیغاب پڑھ کر مذکورہ آیہ کریمہ سے یہ نتیجہ اخذ کیا

إِنَّ اتِّبَاعَ غَيْرِ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ حَرَامٌ فَوَجَبَ أَنْ يَكُونَ اتِّبَاعُ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ وَاجِبًا ۵

..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: **مَنْ شَذَّ شَذِّي فِي النَّارِ** ۶ یعنی جو جماعت سے جدا ہو گیا وہ تنہا ہی نار جہنم میں ڈالا جائے گا۔

..... دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

۱ البقرہ ۲: ۲۶ ۲ الاجتہاد و تقلید و تقلید غیرہا: ۱/۳۳۶ ۳ حاشیہ الطحاوی علی در المختار

۴ النساء ۴: ۱۱۵ ۵ تفسیر کبیر: ۵/۳۸۱ ۶ مشکوٰۃ: ۳۰

مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ شِبْرًا فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْإِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ ۱
یعنی جو شخص جماعت سے بالشت بھر بھی ہٹا اس نے اسلام کا پٹہ اپنی گردن سے اتار دیا۔

..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سواد اعظم کے ساتھ متمسک اور جماعت و مجمع کے ساتھ منسلک رہنے کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات اتَّبِعُوا السَّوَادَ الْأَعْظَمَ عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَالْعَامَّةِ ۲ سے عیاں ہے اور جماعت ہی عنایات والتفات کی حقدار اور گمراہی سے محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات يَدُ اللَّهِ عَلَى الْجَمَاعَةِ ۳ اور لَا يَجْمَعُ أُمَّتِي عَلَى الضَّلَالَةِ ۴ سے واضح ہے۔

اختلاف صوفیاء کی حکمت

حدیثِ اِخْتِلَافِ أُمَّتِي رَحْمَةٌ ۵ کے مصداق اختلاف ایک فطری حقیقت ہے جس سے انکار ممکن نہیں لیکن اس میں اعتدال کا حسین امتزاج اور توازن کا جمیل امتیاز ہے جیسے مجتہدین شریعت کے ہاں عبادات و معاملات وغیرہا کے متعلق مختلف مذاہب ہیں ایسے ہی مجتہدین طریقت کے باطنی اخلاق و اعمال کے اصلاح و درستگی کے متعدد سلاسل ہیں اور یہ سب راہِ اعتدال اور جادۂ مستقیم پر گامزن ہیں، جو ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات سے پاک ہیں، اس لئے ان کا اختلاف رضائے الہی کیلئے اخلاص و للہیت پر مبنی ہوتا ہے۔ جملہ سلاسل طریقت کا مقصود و مطلوب ذات حق سبحانہ کا وصول اور رضائے حق کا حصول ہے البتہ حق تعالیٰ کے وصول و حصول کے طرق مختلف و متعدد ہیں جیسا کہ مقولہ طُرُقُ الْوُصُولِ إِلَى اللَّهِ

۱ مشکوٰۃ: ۳۱ ۲ مشکوٰۃ: ۳۰ ۳ مشکوٰۃ: ۳۱ ۴ مشکوٰۃ: ۳۰ ۵ مرقاة المفاتیح جزء: ۱/۴۴

بَعْدَ أَنْفَاسِ الْخَلَائِقِ سے ثابت ہے۔

یونہی جملہ مجتہدین طریقت اور جمیع علمائے حقیقت اس امر پر متفق ہیں کہ وصول الی اللہ متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت پر موقوف ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ سے واضح ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی فردیت کاملہ اور جامعیت کبریٰ کی بدولت تمام انوار و تجلیات کے مورد اور فیوض و برکات کے مصدر ہیں۔ جب صوفیائے کرام متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت میں وصول الی اللہ کے مراتب کی طرف گامزن ہوتے ہیں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فردیت کاملہ کی کوئی جہت اور حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کی کوئی تجلی ان کے قلوب پر منعکس ہوتی ہے تو اس جہت یا تجلی سے اس سالک و صوفی کو ایک خاص باطنی تعلق پیدا ہو جاتا ہے جسے صوفیاء کی اصطلاح میں نسبت کہتے ہیں۔ یہ خاص باطنی نسبت اس صوفی کے منتسبین و مریدین میں اتباع سنت و شریعت کی برکت سے ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے۔ سلاسل اولیاء میں نسبتوں کی یہی صورت اختلاف صوفیاء کی بنیاد ہے۔ اصولی اور بنیادی طور پر تمام صوفیاء متحد الاصل ہیں، البتہ حصول مقصود کے طرق و معالجات میں قدرے اختلاف ہے، جس کی بناء پر صوفیاء میں مخصوص مکاتیب فکر قائم ہوئے۔ اس لئے وہ اپنی نسبتوں اور طبیعتوں کے میلان سے مجبور ہو کر ایک جانب عملاً مائل ہوتے ہیں اور دوسری جانب سے طبعاً گریز کرتے ہیں۔

حضرات خواجگان نقشبندیہ میں حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی نسبت صدیقی کا ظہور ہے جنہیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضمنیت کبریٰ حاصل تھی جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا صَبَّبْتُهُ

فِي صَدْرِ أَبِي بَكْرٍ لَمْ يَكُنْ سِوَى عِيَالٍ هِيَ، بِنَابِرِ اس نِسْبَتِ كَا فَيُضِ سَيْنَهُ بِه سَيْنَهُ الْقَاءِ هَوَاتَا هِيَ۔ اس سلسلہ کا شیوع عالم میں امام الطریقہ غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کے ذریعے ہوا۔ حضرات نقشبندیہ کی سیرانفسی ہونے کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ میں سکوت و اخفاء اور دوام حضور مع اللہ کا غلبہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ سلسلہ عالیہ نعرہ ہائے اشتیاق، ذکر بالجمہر، تواجد اور رقص و سماع کی طرف التفات نہیں رکھتا اور اس میں شریعت مطہرہ اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات کے جواہر نفیسہ دے کر وجد و حال کے اخروٹ و منقے نہیں خریدتے۔ انہی وجوہات کی بناء پر طریقہ نقشبندیہ مجددیہ سہل الوصول، اقرب الطرق اور منفرد و ممتاز ہے۔ امام طریقت حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز اسی نسبت کی تجدید و احیاء پر مامور ہوئے تھے۔ جبکہ دیگر سلاسل مقدسہ (قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ) غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، شیخ الشیوخ حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی اور خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی قدس اللہ سرار ہم سے بالترتیب چہار دانگ عالم میں مشہور ہوئے۔



دفتر اول مکتوب ۱۵۸

مکتوب الیہ

فضیلت آب حضرت شیخ حمید بنگالی رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

مشارب اولیاء کا بیان
اولیاء مرجوعین اولیاء مستملکین



مکتوب الیہ

حضرت شیخ کا وطن منگل کوٹ ضلع بردوان بنگال تھا۔ آپ جامع علوم منقول و معقول تھے۔ لاہور سے تکمیل تعلیم کے بعد آگرہ میں حضرت مفتی خواجہ عبدالرحمن کابلی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائش گاہ پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی بادل ناخواستہ زیارت ہو گئی تو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے شیخ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ”شیخ حمید یہاں ہیں!“ اور ایک دو نگاہ بھر پور کیفیت کے ساتھ ان پر ڈالیں اور بغیر کچھ تناول فرمائے محفل سے اٹھ کر چل دیئے۔ شیخ حمید انکار و افتراق کی شدت کے باوجود حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے پیچھے پیچھے آنسو بہاتے ہوئے افقاں و خیزاں چلے جا رہے ہیں مگر حضرت امام ربانی ان کی طرف ملتفت نہیں ہو رہے یہاں تک کہ اپنی قیام گاہ پر تشریف لے گئے۔ شیخ حمید گریاں و حیراں و پریشاں سر جھکائے دروازے پر کھڑے ہیں پھر آپ نے شیخ حمید کو اندر بلا کر توبہ و تعلیم طریقت اور جذبہ و نسبت سے مشرف فرمایا۔ شیخ اس نسبت سے اس قدر مغلوب الحال ہو گئے کہ اپنے احباب سے یکسر بے تعلق ہو گئے۔ چند روز کے بعد حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ہمراہ پایادہ بلا

مکتوب الیہ

ارادہ لیکن دلدادہ سرہند شریف حاضر ہوئے اور ایک یا دو سال حضرت امام ربانی قدس سرہ کی خدمت و صحبت و ملازمت میں خاکساری و جاں سپاری کے ساتھ رہ کر خلافت و اجازت سے نوازے گئے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے پاپوش شریف بطور تبرک حاصل کر کے وطن مالوف کی طرف مراجعت فرمائی اور ساری عمر شریعت و طریقت کی تدریس و تعلیم میں گزار دی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مکتوب گرامی میں انہیں نصیحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

اے عزیز! غیب الغیب کی راہ میں سالکین کے قدم بہت پھسلتے ہیں۔ آپ اعتقادات و عملیات میں شریعت مطہرہ کو مد نظر رکھ کر زندگی بسر کریں..... اس میں غفلت نہ ہونے پائے۔

شیخ حمید تقویٰ و عزیمت، فقر و قناعت اور زہد و استقامت میں اپنی مثال آپ تھے۔ آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے قدیم خلفاء میں سے تھے۔ آپ کو بہت مقبولیت حاصل ہوئی..... اور ۱۰۵۰ھ کو منگل کوٹ میں انتقال فرمایا۔

مکتوب - ۱۵۸

تَنْ اَعْلَمُ اَنْ مَرَاتِبَ الْكَمَالِ مُتَفَاوِتَةٌ بِحَسَبِ
تَفَاوُتِ الْاِسْتِعْدَادَاتِ وَالتَّفَاوُتِ فِي الْكَمَالِ
قَدْ يَكُونُ بِحَسَبِ الْكَمِيَّةِ وَقَدْ يَكُونُ بِحَسَبِ
الْكَيفِيَّةِ وَقَدْ يَكُونُ بِهِمَا مَعًا --- الخ

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ مراتب کمال، تفاوت استعدادات کے اعتبار سے متفاوت ہیں۔ کمال میں تفاوت کبھی کمیت کے لحاظ سے ہوتا ہے اور کبھی کیفیت کے لحاظ سے، اور کبھی دونوں (کمیت و کیفیت) کے اعتبار سے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اولیاء کرام رحمۃ اللہ علیہم کے مراتب کمال کے تفاوت کی وجہ بیان فرما رہے ہیں کہ آدمی المشرب اولیاء کرام کا کمال تنہا لطیفہ قلب ہوتا ہے..... نوحی المشرب اور ابراہیمی المشرب اولیاء کا کمال لطیفہ قلب اور لطیفہ روح ہوتا ہے..... موسوی المشرب کا کمال قلب و روح و سر کی تکمیل کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے..... عیسوی المشرب کا کمال لطائف قلب و روح

وسر و خفی ہوتا ہے اور محمدی المشرّب اولیائے کرام لطائف خمسہ کی تکمیل اور ولایت خاصہ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے مشرف ہوتے ہیں جبکہ کیفیت کمالات میں بھی اولیائے کرام متفاوت ہوتے ہیں یعنی بعض اولیائے کرام بلند استعداد کے حامل ہوتے ہیں، بعض متوسط الاستعداد اور بعض ایسی پست استعداد رکھتے ہیں کہ لطیفہ قلب کی انتہا کو بھی نہیں پہنچتے۔

بیتنا نمبر ۱:

واضح رہے کہ شان العلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مربی ہے..... صفت علم حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مربی ہے..... صفت کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مربی ہے..... صفت قدرت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مربی ہے..... اور صفت تکوین حضرت آدم علیہ السلام کی مربی ہے۔

جس سالک کا عدم ذاتی شان العلم کے مقابل ہوتا ہے وہ محمدی المشرّب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مربی شان العلم کے مقابل ہے۔ جس سالک کا عدم ذاتی صفت علم کے مقابل ہے وہ سالک نوحی المشرّب یا ابراہیمی المشرّب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی ان انبیائے کرام (حضرت نوح اور حضرت ابراہیم) کی مربی صفت علم کے مقابل ہے۔ جس سالک کا عدم ذاتی صفت کلام کے مقابل ہوتا ہے وہ موسوی المشرّب ہوتا ہے کیونکہ اس سالک کا عدم ذاتی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مربی صفت کلام کے مقابل ہے۔ جس سالک کا عدم ذاتی صفت قدرت کے مقابل ہوتا ہے وہ عیسوی المشرّب ہوتا ہے کیونکہ اس کا عدم ذاتی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مربی صفت قدرت کے مقابل ہے۔ جس سالک کا عدم ذاتی صفت تکوین کے مقابل ہوتا ہے وہ آدمی المشرّب ہوتا

ہے کیونکہ اس کا عدم ذاتی حضرت آدم علیہ السلام کی مرئی صفت تکوین کے مقابل ہے۔

یوں انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کی مرئی صفات اور سالکین کے عدما متقابلہ کی باہمی مناسبت سے امت محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کے سالکین کے مشارب بھی مختلف ہوتے ہیں۔

بیلنہ نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ سالکین کے دقائق، احوال اور مشارب واستعدادات کے علوم و معارف، صدیوں بعد اخص الخواص اولیائے کاملین کو ہی عطا فرمائے جاتے ہیں، حتیٰ کہ قطب الاولیاء حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ قدس سرہ العزیز کو بھی اپنا مشرب معلوم نہ تھا اور اس امر کی تحقیق کے لئے کسی مرید کو اپنے ہم عصر صاحب اسرار شیخ کے پاس بھیجا۔ شیخ کبریٰ کے احوال دریافت کرتے ہوئے ان صاحب اسرار بزرگ نے اس مرید کو فرمایا ”ہمارا جہودک کیسا ہے؟“ وہ مرید اس بات سے رنجیدہ اور حیران ہو کر شیخ کبریٰ کی خدمت اقدس میں واپس آیا اور جو کچھ سنا تھا بیان کر دیا۔ شیخ خوشی سے جھومتے ہوئے اٹھے اور فرمایا کہ ہمارا مقصد حاصل ہو گیا اور معلوم ہو گیا کہ ہم حضرت سیدنا موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام کے زیر قدم ہیں۔ جہود (یہود) ان کی امت کو کہا جاتا ہے اور یہ کلام ان بزرگ کی طرف سے ہمارے لئے ان کی ولایت کے اتباع کی طرف اشارہ ہے۔

مَنْ وَبَعْدَ حُصُولِ الْكَمَالِ فِي أُمَّيِّ مَرْتَبَةٍ كَانَتْ

مِنَ الْمَرَاتِبِ الْمَذْكُورَةِ أَمَّا رَجُوعُ الْقَهْرِيِّ

أَوْ ثَبَاتٌ وَاسْتِقْرَارٌ فِي ذَلِكَ الْمَوْطِنِ وَالْأَوَّلُ هُوَ

مَقَامُ التَّكْمِيلِ وَالْإِرْشَادِ وَرَجُوعٌ مِّنَ الْحَقِّ إِلَى

الْخَلْقِ لِلدَّعْوَةِ وَالثَّانِي هُوَ مَوْطِنُ الْإِسْتِهْلَاكِ

وَالْعُزْلَةِ مِنَ الْخَلْقِ

ترجمہ: مراتب مذکورہ میں سے کسی مرتبہ میں حصول کمال کے بعد یا تو رجوع قہری ہوتی ہے یا اس مرتبہ میں ثبات و استقرار ہوتا ہے۔ پہلا مقام تکمیل و ارشاد ہے اور دعوت کے لئے حق سے خلق کی طرف رجوع ہے اور دوسرا استہلاک اور مخلوق سے عزالت کا مرتبہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز واصلان ذات حق کی دو قسمیں بیان فرما رہے ہیں۔ مرجوعین اور مستہلکین
 اولیائے مستہلکین عروجی منازل میں واپس نہیں لوٹتے۔ ان کے نفوس قدسیہ اور ارواح طیبہ تاحیات عروج ہی کرتے رہتے ہیں اور غلبہء حال کی بناء پر ان کے حواس ظاہری بھی عالم صرف کے ساتھ متعلق اور ہمیشہ شہود میں ہی مستغرق رہتے ہیں۔

اس گروہ کا ایمان شہودی ہوتا ہے۔

جبکہ..... اولیائے مرجوعین کو عالم دنیا کی طرف لوٹا کر منصب دعوت و ارشاد پر متمکن فرما کر ان سے فیض رسانی کا کام لیا جاتا ہے جیسے بادشاہ اپنے باشعور اور لائق و فطین وزیرانِ بادبیر کو صوبوں کے عمال بنا کر مختلف امور کی انجام دہی کیلئے مامور کر دیتا ہے۔ ان اولیائے مرجوعین کا مرتبہ اولیائے مستہلکین سے فوق تر ہوتا ہے۔

اہل طریقت نے اولیائے مرجوعین کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

قسم اول..... کے اولیاء کے عروجی کمالات منتہائے مقصود تک نہیں پہنچتے صرف ان کے نفوس نزول کرتے ہیں۔ ان کی ارواح تحصیل کمالات عالیہ کے لئے عروجی منازل طے کرنے میں ہی مشغول رہتی ہیں۔

قسم دوم..... کے وہ منتہی اولیاء ہوتے ہیں جنہوں نے عروجی کمالات کو انجام تک پہنچایا ہوتا ہے۔ ان کے نفوس مقدسہ اور ارواح طیّبہ دونوں نزول کرتے ہیں اس نزول کو نزول اتم کہا جاتا ہے اور ان اولیائے کرام کا درجہ دعوت و ارشاد کامل تر ہوتا ہے۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰات باطنی و ظاہری طور پر نزول فرما کر دعوت خلق کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، بنا بریں انکا ارشاد اتم و اکمل ہوتا ہے۔



دفتر اول مکتوب ۱۵۹

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ شہنشاہ الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

جسم و روح ایک دوسرے کے نقیض ہیں
حصول معرفت کے لئے عاجزی و مسکینی شرط ہے



مکتوب - ۱۵۹

متن جسم و روح گویا برد و طرف نقیض واقع شدہ اند
الم کی مستلزم لذت دیکریست انخ

ترجمہ: گویا جسم اور روح دونوں نقیض واقع ہوئے ہیں ایک کا الم، دوسرے کی لذت کو مستلزم ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے جسم اور روح کو ایک دوسرے کا نقیض قرار دیا ہے۔ جسم سے آپ کی مراد نفس ہے یعنی لذت نفس، روح کے تالم کا سبب ہوتا ہے اور الم نفس، روح کے تلذذ کا باعث ہوتا ہے لیکن اسے وہی اولیائے کرام سمجھ سکتے ہیں جن کی ارواح مقدسہ ان کے ابدان مطہرہ سے چھٹکارا حاصل کر چکی ہوتی ہیں اور وہ فناء و بقاء سے مشرف ہوتے ہیں۔

اسے مقولہ مَوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا سے بھی تعبیر کیا جاتا ہے۔ عارف رومی

رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

موت قبل الموت اگر دستت نداد
می کند کارت اجل حسب المراد
غیر مردن ہیچ فرہنگ دگر
و نگیرد با خدا اے حیلہ گر

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو بزبان پنجابی یوں منظوم فرمایا
جیہدے دل وچہ توں آوسیوں اوہ دنیا وچہ نہ وسدے نیں
اک وار جو پھائیوں اڈ جاون مڑ دوجی وار نہ پھسدے نیں
مگر عوام کالانعام کی ارواح ان کے نفوس میں اس قدر فنا پذیر ہوتی ہیں کہ
کثرت غفلت و معصیت کی وجہ سے ان پر نفس کی صفات غالب آجاتی ہیں۔
بنابریں ان لذات و آلام سے غافل اور بے خبر ہوتے ہیں۔
ع ذوق ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

متن خاک شوخاک تا بروید گل کہ بجز خاک نیست
منظر گل

ترجمہ: خاک ہو جاؤ خاک تاکہ پھول کھلیں کیونکہ سوائے خاک کے پھول نہیں
کھلتے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عاجزی و فروتنی اور انکساری و مسکینی

اختیار کرنے اور تکبر و تمرد و تبختر سے اجتناب کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ دراصل جسم انسانی عالم امر اور عالم خلق کے لطائف عشرہ سے مرکب ہے۔ عالم خلق کا پانچواں لطیفہ خاک ہے جو بشر طرز کیہ و تطہیر، انسانی عظمت و فوقیت کا موجب ہے۔ فلہذا سالکین طریقت شیخ کامل مکمل کی زیر نگرانی اس عنصر خاکی کے تزکیہ کے لئے شب و روز کوشش کرتے ہیں تاکہ حق تعالیٰ کے شہود و معرفت کے پھول کھل سکیں اور تجلی ذاتی و توحید عیانی اور وصل عریانی سے شاد کام ہو سکیں۔ یہ معرفت کمالات نبوت میں سے ہے، جس سے عرفائے کاملین ہی ممتاز ہوتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۱۶۰

مکتوب الیہ

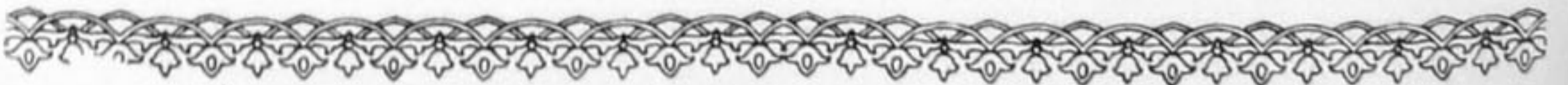
حضرت ملا یار محمد جدید بدخشی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

مشائخ طریقت کے تین گروہ

مشائخ کے طبقہ اولیٰ کے کمالات کی ترجیحات



مکتوب - ۱۶۰

متن مشائخ طریقت قدس الله تعالی اسرار هم سه طائفه
 اند طائفه اولی قائل اند بانکه عالم بایجاد حق بجانہ در
 خارج موجود است و ہرچہ در دست از اوصاف و
 کمال ہمہ بایجاد حق بجانہ و خود را شجی بیش نمی دانند بلکه
 شجیت ہم از دست عزشانہ در بحر نیستی چنان کم می
 کردند کہ نہ از عالم خبر دارند و نہ از خود در رنگ شخصی
 برہنہ کہ جامہ عاریت پوشیدہ باشد و بدانند کہ این جامہ
 عاریت است و این دید عاریت بروئے چنان
 غالب می آید کہ درست جامہ را باصل می دید و خود را
 برہنہ می یابد..... الخ

ترجمہ: مشائخ طریقت قدس اللہ تعالیٰ اسراہم تین گروہ ہیں۔ طائفہ اولیٰ اس بات کا قائل ہے کہ عالم کائنات حق سبحانہ کی ایجاد سے خارج میں موجود ہے اور جو کچھ اس میں ہے تمام حق سبحانہ کی ایجاد کے اوصاف و کمال میں سے ہے اور اپنے آپ کو شیخ (مثال) سے زیادہ نہیں جانتے بلکہ شبوحیت بھی اسی عز شانہ سے ہے۔ وہ بحر نیستی (فنائیت کا سمندر) میں ایسے گم ہیں کہ وہ نہ عالم کی خبر رکھتے ہیں اور نہ اپنے آپ کی۔ وہ اس برہنہ شخص کی مانند ہیں جس نے جامہء مستعار پہنا ہو اور وہ جانتا ہو کہ یہ جامہ مستعار ہے اور یہ دید عاریت اس پر ایسی غالب ہو کہ جامہ مستعار کو اصل (مالک) کی طرف منسوب کرے اور خود کو برہنہ پائے..... الخ

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشائخ طریقت کے تین گروہوں کا ذکر فرما رہے ہیں جن کا اجمالی تذکرہ ہدیہء قارئین ہے۔

..... طائفہ اولیٰ کے مشائخ کا یہ ادعا ہے کہ عالم ایجاد، حق سبحانہ سے خارج میں موجود ہے اور عالم کے تمام افعال و صفات بھی حق تعالیٰ کی ایجاد سے موجود ہیں اور وجود عالم، حق تعالیٰ سبحانہ کے وجود کا نمونہ ہے۔ بنا بریں ہمارے وجود و صفات، حق تعالیٰ سبحانہ کی طرف سے ہونے کی بنا پر اس تعالیٰ سبحانہ کے وجود اور اس کی صفات کے پر تو اور انعکاس ہیں اور مستعار ہونے کی وجہ سے ہی انسان ضعیف البیان ہے۔ اس طائفہ کی معرفت علمائے شریعت کے علم کے موافق ہے کیونکہ شریعت مطہرہ بھی تعدد و وجود کا اثبات کرتی ہے۔ البتہ ان عرفائے طریقت اور علمائے شریعت کے درمیان فرق یہ ہے کہ علمائے کرام کے موقف کا مبنی علم و استدلال ہے جبکہ مشائخ عظام اپنے موقف کو کشفی اور ذوقی طور پر ثابت کرتے ہیں۔

..... طائفہ ثانیہ کے نزدیک عالم، خارج میں موجود تو ہے مگر وجود ظلی کے ساتھ اور وجود عالم، وجود حق سبحانہ کے ساتھ ایسے قائم ہے جیسے ظل کا قیام اصل کے ساتھ ہوتا ہے۔ اس طائفہ کی معرفت طائفہ اولیٰ کی نسبت ناقص ہے کیونکہ ظل اور اصل کے درمیان ایک قسم کی مشابہت اور مناسبت موجود ہوتی ہے جبکہ خالق اور مخلوق کے درمیان کوئی مشابہت اور مناسبت نہیں پائی جاتی، بنا بریں اس طائفہ کی معرفت کو ناقص کہتے ہیں مَا لِلتُّرَابِ وَرَبِّ الْأَرْبَابِ چہ نسبت خاک را بہ پروردگار مخلوقات۔ اگرچہ اس طائفہ کی گفتگو طائفہ ثالثہ (صوفیائے وجودیہ) کی گفتگو سے فوقیت رکھتی ہے لیکن اس طائفہ کے مشائخ غلبہء سکر کی وجہ سے ممکنات کو ممکنات اور مخلوقات نہیں کہتے، بلکہ ممکنات کو واجب کا ظل جانتے ہیں۔

طائفہ ثانیہ کا ایک گروہ اپنے اوصاف و کمالات کو وہم جانتا ہے اس لئے اس کی فنا طائفہ ثانیہ کی نسبت ناقص ہے اور ان کی معرفت وحدۃ الوجود کے قریب ہے، اگرچہ وہ طائفہ ثانیہ میں سے ہیں۔ طائفہ ثانیہ کے دونوں گروہوں کا خلاصہ یہ ہے کہ دونوں گروہ تعدد وجود کے قائل ہیں۔ وہ عالم کو حق تعالیٰ کی مخلوق و مصنوع اور حق تعالیٰ سے جدا جانتے ہیں، مگر ان میں سے ایک گروہ اپنے وجود کو ظلی اور دوسرا گروہ اپنے وجود کو وہمی جانتا ہے لیکن وہمی کہنے والے مشائخ، طائفہ ثالثہ کے نزدیک ہیں۔

..... طائفہ ثالثہ کے مشائخ وحدت الوجود کے قائل ہیں اور کہتے ہیں کہ ذات حق تعالیٰ کے سوا خارج میں کوئی موجود نہیں، بلکہ صفات ثمانیہ بھی وجود خارجی نہیں رکھتیں۔ خارج میں عدم محض ہے، عالم، وجود خارجی نہیں رکھتا بلکہ وجود علمی رکھتا ہے۔ اس طائفہ کی معرفت، حقیقت نہ رکھنے کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے ساتھ موافقت نہیں رکھتی۔ اس طائفہ کو وجودیہ کہا جاتا ہے، اس مرتبہ کو کفر طریقت بھی کہتے ہیں۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ مشائخ وجودیہ اپنے کشف میں معذور ہیں اس لئے یہ ان کا بیان عقیدہ نہیں بلکہ بیان حال ہے۔ حضرت شیخ حسین بن منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نعرہ انا الحق کے باوجود روزانہ ایک ہزار نوافل ادا فرمایا کرتے تھے! اگر انا الحق کا قضیہ ان کا عقیدہ ہوتا تو اس قدر عبادت و ریاضت و طاعت کیوں اور کس لئے کرتے رہے؟

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے والد گرامی حامل نسبتِ فردیت حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ العزیز توحید و جودی سے سخت مغلوب الحال ہونے کے باوجود سنن زوائد کا اس قدر اہتمام فرماتے کہ باید و شاید، بلکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے بقول ہمیں عبادات نافلہ کی ادائیگی کی توفیق پدربزرگوار کی روحانی امداد سے ہی حاصل ہوئی تھی۔^۱

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ طائفہ اولیٰ کے مشائخ کی فنا اتم ہے اس لئے ان کی معرفت شریعت مطہرہ کے مطابق ہے۔ طائفہ ثانیہ کے مشائخ کی فنا ناقص ہے کیونکہ وہ اگرچہ ممکن کو عین حق نہیں جانتے مگر ظنِ حق کہتے ہیں۔ اگر یہ حضرات جمیع ممکنات کو فراموش کر کے تمام مراتب ممکنات سے آگے گزر جاتے اور کمال نسیان ماسویٰ حاصل کر کے فنائے اتم سے مشرف ہو جاتے تو عالم کو ظل واجب نہ جانتے۔ طائفہ ثانیہ اور ثالثہ کے درمیان فرق یہ ہے کہ طائفہ ثانیہ کے صوفیاء، گو عالم کے وجود

خارجی کے قائل ہیں مگر عالم کو موجود ظلی خارجی جانتے ہیں جبکہ طائفہ ثالثہ کے مشائخ، ذات حق تعالیٰ کے سوا کسی موجود شئی کو خارجی نہیں کہتے بلکہ ظلیت عالم کو بھی خارجی نہیں کہتے وہ تو ظلیت عالم کو وہی جانتے ہیں۔ سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز نے اس مرتبہ میں مغلوب الحال ہو کر یوں کہہ دیا

ممکن ز تنکنائے عدم ناکشیدہ رخت

واجب ز بارگاہ قدم تا نہادہ گام

در حیرتم کہ این ہمہ نقش عجیب چیست

بر لوح ظاہر آمدہ مشہود خاص و عام

جامی معاد و مبدا ما وحدت است و بس

ما در میان کثرت موہوم والسلام

حضرت ابن العربی قدس سرہ العزیز بھی تحریر فرماتے ہیں

الْبَحْرُ بَحْرٌ عَلَى مَا كَانَ فِي الْقِدَمِ

إِنَّ الْحَوَادِثَ أَمْوَاجٌ وَ أَنْهَارٌ

یعنی بحر سے مراد واجب تعالیٰ قدیم ہے اور ممکنات و ظہورات مختلفہ

اس بحر کی امواج و انہار ہیں۔

چونکہ یہ طائفہ، عالم کو موجود خارجی نہیں کہتا بلکہ موجود علمی جانتا ہے اس لئے

اس طائفہ کے صوفیاء کی معرفت بھی تام نہیں۔

متن اما طائفہ اولیٰ بواسطہ کمال مناسبت و متابعت حضرت

رسالت خاتمیت علیہ من الصلوٰت اتمہا و من التحیات

اکملہا جمیع مراتب ممکن را از واجب جدا ساختند و ہمہ را تحت
 کلمہ لا در آورده نفی نمودند و ممکن را بواجب بیچ مناسبتی ندیدند
 و بیچ نسبت را با اثبات نکردند و خود را غیر از عبد مخلوق
 غیر مقدور نشا خند و او را عز شانہ خالق و مولائی خود دانستند
 خود را مولادانستن و یا ظل او انگاشتن برین بزرگواریں بسیار
 گراں و دشواری آید مَا لِلرُّبِّ وَالرَّبِّ ابَات

ترجمہ: لیکن طائفہ اولیٰ نے حضرت رسالت خاتمیت علیہ من الصلوٰات اتہا
 و من التحیات اکملہا کی کمال متابعت و مناسبت کی وساطت سے ممکن کے جمیع
 مراتب کو واجب سے جدا کر دیا اور کلمہ لا کے تحت لا کر، تمام کی نفی کر دی اور ممکن
 کی واجب کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں دیکھی اور اس کے ساتھ کسی نسبت کا اثبات
 نہیں کیا اور خود کو بندہ مخلوق غیر مقدور کے سواء کچھ نہیں سمجھا اور اس عز شانہ کو اپنا خالق
 و مولیٰ جانا۔ اپنے آپ کو مولیٰ جاننا یا اس کا ظل خیال کرنا ان بزرگوں پر بہت گراں
 اور دشوار ہوتا ہے چہ نسبت خاک را با عالم پاک

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے مشائخ کے طبقات ثلاثہ میں
 سے طبقہ اولیٰ کے احوال و کمالات کی ترجیحات بیان فرمائی ہیں جو مندرجہ ذیل ہیں۔

ترجیح اول

یہ ہے کہ طبقہ اولیٰ کے مشائخ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال مناسبت و متابعت کی وساطت سے ممکنات کے جمیع مراتب کو واجب سے جدا سمجھ کر کلمہء لا کے تحت لا کر تمام کی نفی کرتے ہیں اور حق تعالیٰ کو اپنا خالق و مولا سمجھ کر اپنے آپ کو مخلوق غیر مقدور جانتے ہیں۔

ترجیح دوم

یہ ہے کہ یہ مشائخ اشیائے ممکنات کو محبوب حقیقی جل سلطانہ کے ساتھ کامل محبت کی بنا پر ہی محبوب جانتے ہیں کہ وہ اشیائے ممکنات اور ان کے افعال، حق تعالیٰ کی مصنوعات و مخلوقات ہیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُونَ** اور **اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ** سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اس طائفہ علیہ کی عظمت کی واضح دلیل یہ ہے کہ ان کے جملہ مکشوفات، شریعت مطہرہ، آیات کریمہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کے ساتھ موافقت رکھتے ہیں جو ظاہر شریعت سے سر مو بھی مخالفت نہیں رکھتے۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اس طبقہ کے صوفیاء، مقام عبدیت سے حظ کامل

رکھتے ہیں جو مقام ولایت کا انتہائی مرتبہ ہے اور تخلیق انسانی کا یہی مقصود ہے جیسا کہ
آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ۗ سے واضح ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۶۱

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد صالح کولابی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

نفسِ مطمئنہ ہی بلندگی درجات کا باعث ہے
صاحبِ فناء قلب ولی ہو سکتا ہے



مکتوب الیہ

آپ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے قدیم اصحاب میں سے تھے۔ غربت و افتقار اور خاموشی و انکسار آپ کی خصوصیت تھی۔ طلب معرفت کے لئے کئی مشائخ کی زیارت و ملاقات کی مگر کسی شیخ کی طرف سے کوئی جذب و کشش محسوس نہ ہوئی تا آنکہ بروز جمعہ آگرہ کی جامع مسجد میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سے اتفاقاً ملاقات ہو گئی۔ آپ سے حصول نسبت اور تعلیم ذکر کے بعد سالہا سال آستانے پر حاضر رہے اور یاران طریقت کی نسبت قلت استعداد کی وجہ سے اکثر حیراں و گریاں رہتے تھے یہاں تک کہ ماہ رمضان المبارک میں دوران اعتکاف حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے طشت و آفتابہ کی خدمت پر مامور ہوئے۔ انہوں نے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے غسل کو تنہائی میں لے جا کر نوش کر لیا جس کے پیتے ہی آپ میں شراب کی سی مستی بھر گئی اور حال و باطن میں فتح و کشائش نمودار ہو گئی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ کی توجہات قدسیہ اور انفاس نفیسہ کی بدولت درجہ کمال کو پہنچے اور اجازت و خلافت سے سرفراز ہوئے مخدوم زادگان کے ایماء و تائید سے حضرت امام ربانی قدس سرہ کے معمولات لیل و نہار کو ایک رسالہ بنام ہدایت الطالبین میں جمع کیا جو سالکین مجددیہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔ مکتوبات شریفہ میں آپ کے نام دس مکتوبات ملتے ہیں۔ آپ کی وفات ۱۰۳۸ھ میں ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مکتوب - ۱۶۱

متن مقصود از طی منازل سلوک حصول ایمان حقیقی است
 کہ وابستہ باطمینان نفس است تا نفس مطمئنہ نکرده
 نجات متصور نیست

ترجمہ: منازل سلوک طے کرنے سے مقصود ایمان حقیقی کا حصول ہے جو اطمینان
 نفس سے وابستہ ہے۔ جب تک نفس مطمئنہ نہ ہو جائے نجات متصور نہیں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل اللہ کے سلوک
 طریقت طے کرنے کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔ درحقیقت جب سالکین کے لطائف
 عالم امر کا تصفیہ اور لطائف عالم خلق کا تزکیہ ہو جاتا ہے، خصوصاً لطیفہ نفس، تزکیہ
 بدایت سے گذر کر تزکیہ نہایت سے مشرف ہو جاتا ہے تو ایسے نفس کو نفس مطمئنہ کہتے
 ہیں اور نفس مطمئنہ کو ہی نجات کامل میسر ہوتی ہے کیونکہ ارباب نفوس امارہ بھی تصدیق
 قلبی سے مشرف اور اہل نجات سے محسوب ہوتے ہیں مگر ایسی فلاح و نجات جو سبب
 بلندی درجات ہو، اس قسم کے لوگوں کو نصیب نہیں ہوتی۔ نفس امارہ، انکار و منازعت و

عداوت کے باوجود تصدیق قلبی کی وجہ سے محض ایمان صوری ہی رکھتا ہے جبکہ صاحبان
نفوس مطمئنہ تصدیق قلبی کے علاوہ مصداقات قضایائے شرعیہ کے شہود سے بھی
شاد کام ہوتے ہیں۔ اسے ہی ایمان حقیقی سے تعبیر کیا جاتا ہے جو نجات کاملہ اور
قربات و درجات کا باعث ہوتا ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

بینہ:

واضح رہے کہ ایسا سالک جو فنائے قلب سے تو مشرف ہو مگر اسے فنائے نفس
حاصل نہ ہو آیا اس پر ولی کا اطلاق ہو گا یا نہیں.....؟

عدوۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی مجددی قدس سرہ العزیز اس کے
جواب میں ارشاد فرماتے ہیں..... ہاں وہ سالک حق تعالیٰ کے دوستوں میں سے ہے
اور اسے ولایت قلبی حاصل ہے۔ چونکہ اس کا نفس، قلب کے جوار میں واقع ہے اس
لئے امید ہے کہ اس کا نفس، قلب صالح کے جوار کی وجہ سے طغیان و سرکشی سے باز
رہے اور قلب صالح کی تاثیرات و برکات کی ہمسائیگی کے باعث صالح ہو جائے۔
اسی لئے کسی شاعر نے خوب کہا

با عاشقاں نشیں و ہم عاشقی گزریں
ہر کس کہ نیست عاشق باو مشو قریں

دفتر اول - مکتوب ۱۶۲

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

قرآن صفتِ کلام کا مظہر اور ماہِ رمضان اس کا اثر ہے
جسمِ انسانی اور شجرہ نخلہ کے درمیان باہمی مشابہت
باطنِ غذا عارفین کے لئے باعثِ نورانیت ہوتی ہے



مکتوب - ۱۶۲

متن شان کلام کہ از جملہ شیوناتِ ذاتیہ است جامع جمیع کمالاتِ ذاتی و شیوناتِ صفاتی است و ماہ

مبارک رمضان جامع جمیع خیرات و برکات است

ترجمہ: شان کلام جو جملہ شیوناتِ ذاتیہ میں سے ہے جمیع کمالاتِ ذاتی اور شیوناتِ صفاتی کی جامع ہے اور ماہ رمضان المبارک جمیع خیرات و برکات کا جامع ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز قرآن اور ماہ رمضان کی باہمی مناسبت کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ حقیقت قرآن، مبدأ وسعتِ بے چون حضرت ذات ہے اس لئے قرآن کمالاتِ ذاتیہ شیونیہ اصلیہ کا جامع ہے کیونکہ ذات، جمیع اعتبارات و شیونات و صفات کی جامع ہے اور حق تعالیٰ کی ہر شان اور ہر صفت تمام شیونات و صفات کو متضمن ہے یعنی شان کلام تمام شیوناتِ ذاتیہ اور صفت کلام تمام صفاتِ ثمانیہ کو شامل ہے کیونکہ ذات حق تعالیٰ کی ہر شان اور صفت کامل ہے اور ہر نقص سے مبرا ہے سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ ۱

جبکہ حقیقت ماہ رمضان، صفت الکلام کے مرتبے میں قرآن کے کمالات کا نتیجہ و اثر ہے۔ اس لئے ماہ رمضان، کمالات صفاتیہ ظلیہ کا جامع ہے یعنی برکات ذاتی و اصلی قرآن میں ہیں اور برکات صفاتی و ظلی ماہ رمضان میں ہیں، جیسا کہ آیہ کریمہ شَهِرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ اس پر دال ہے۔ نیز حدیث میں آتا ہے کہ تمام سال کی برکات ماہ رمضان میں نازل ہوتی ہیں اس کے بعد دوسرے مہینوں کو تقسیم ہوتی ہیں۔ ممکن ہے کہ ماہ رمضان میں ختم قرآن کو سنت اسی لئے فرمایا گیا ہو تاکہ قرآن کی تلاوت و زیارت کرنے والے روزہ داروں کو قرآن کے اصلی کمالات اور ماہ رمضان کی ظلی برکات دونوں حاصل ہو جائیں۔

بِیِّنَات

ارباب مشاہدہ اور اصحاب مکاشفہ کے نزدیک قرآن مجید کے انوار و تجلیات ہمہ وقت ارواح بشریہ کی طرف فائض و جاری رہتے ہیں مگر علائق بشریہ اور علل معنویہ ان کے ورود و ظہور میں حاجب و مانع رہتے ہیں۔ روزہ ان علائق کے ازالہ کے لئے سب سے مؤثر اور قوی ذریعہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن حکیم کے انوار و برکات و فیوضات و تجلیات، ماہ رمضان میں خصوصی طور پر روزہ داروں کے قلوب و ارواح پر وارد ہوتے رہتے ہیں۔

بینہ نمبراً:

ذات کے ساتھ صفات کے قیام سے مراد قیام بلا کیف ہے جو انضمام و انتزاع سے مستثنیٰ ہے جیسے آئینہ میں صورت کا قیام انضمامی و انتزاعی نہیں ہوتا بلکہ قیام بلا کیف

ہوتا ہے۔ شیونات اور اعتبارات وجود خارجی نہیں رکھتے لہذا یہ امور منتزعہ میں سے ہیں۔ اعتبارات کے مراتب، قرب ذاتِ بحت کی وجہ سے عارف کے ادراک سے وراء ہیں جبکہ شیونات و صفات کے مقامات، عارف کے ادراک میں آ سکتے ہیں اسی وجہ سے مقام اعتبارات، مقام شیونات سے بلند ہیں اور شیونات کا مرتبہ مقام صفات سے بالا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک شیونات و صفات کے درمیان امتیاز محمدی المشرب صوفیائے کاملین ہی کر سکتے ہیں جنہیں شہود شیونات کا مرتبہ حاصل ہونے کی بنا پر وصول ذات کا مقام حاصل ہوتا ہے کیونکہ مقام شیونات، صاحب شان کا مواجہہ ذات ہے اور شیونات خارج میں عین ذات ہیں اور جو حضرات صرف شہود صفات تک پہنچے ہیں ان کی ابھی مرتبہ ذات تک رسائی نہیں ہوئی کیونکہ صفات، ذات پر زائد ہیں اور وجود خارجی رکھتی ہیں لہذا سیر صفات کے دوران متعلقات صفات پیش نظر ہوتے ہیں اور وہ ممکنات ہیں۔ بنا بریں اس مرتبہ میں عارف مرتبہ ذات سے دور رہتا ہے کیونکہ یہ مقام صفات ہے۔^۱

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کی ہر شان جملہ شیونات کی جامع ہے ایسے ہی صفات ثمانیہ میں سے ہر صفت، صفات ثمانیہ کے کمالات کو متضمن ہوتی ہے یعنی صفت علم..... حیات، قدرت، ارادہ، سمع، بصر، کلام اور تکوین کے کمالات رکھتی ہے ایسے ہی صفت قدرت..... حیات، ارادہ، علم، سمع و بصر اور کلام و تکوین کے کمالات پر مشتمل ہوتی ہے کیونکہ اس مرتبہ میں کوئی نقص لازم نہیں آتا۔ البتہ ایسا علم جو قدرت نہ رکھتا

۱۔ مزید تفصیلات الہیات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴۲ میں ملاحظہ فرمائیں

ہو یا ایسی قدرت جو علم نہ رکھتی ہو، وہ ناقص ہے اور حق تعالیٰ ہر قسم کے نقص سے منزہ ہے۔ تَعَالَى اللَّهُ عَنِ ذَالِكَ عُلُوًّا كَبِيرًا

جبکہ مخلوقات کی صفات میں ایسا کمال نہیں ہوتا جیسے سمعِ بندہ سننے میں تو زندہ ہے مگر دیکھنے میں مردہ ہے ایسے ہی بصرِ بندہ دیکھنے میں تو زندہ ہوتا ہے مگر سننے میں مردہ ہے لیکن صفات باری تعالیٰ اس قسم کے نقائص و عیوب سے پاک ہیں۔ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّتِ عَمَّا يَصِفُونَ

بینہ نمبر ۳:

یہ بھی واضح رہے کہ صفاتِ ثمانیہ اگرچہ وجود خارجی رکھتیں اور ذات پر زائد ہیں مگر ذاتِ حق تعالیٰ عینِ کمالاتِ صفاتِ ثمانیہ ہے اور صفاتِ زائدہ کا محتاج نہیں یعنی ذاتِ حق تعالیٰ بذاتِ خود حیٌّ ہے، صفتِ حیات کے ساتھ حیٌّ نہیں..... بذاتِ خود عالم ہے، صفتِ علم کے ساتھ عالم نہیں..... بذاتِ خود قادر ہے، صفتِ قدرت کے ساتھ قادر نہیں۔ علیٰ هذا القیاس

بینہ نمبر ۴:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ شبِ قدر ماہِ رمضان کا خلاصہ اور لبِ لباب ہے اور پورا ماہِ مبارک پوست کی مانند ہے اس لئے جن سالکین کا یہ ماہِ مبارک احکامِ شرعیہ اور سننِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کی تعمیل اور باطنی جمعیت و حضور و اطمینان کے ساتھ گذرتا ہے وہ سال بھر اس ماہِ مبارک کی خیرات و برکات سے بہرہ ور اور فیضیاب ہوتے رہتے ہیں جیسا کہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے آ یہ کریمہ وَأَنْ تَصُومُوا خَيْرٌ لَّكُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے نقل فرمایا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں إِذَا سَلِمَ رَمَضَانُ سَلِمَتِ السَّنَةُ وَإِذَا سَلِمَتِ
الْجُمُعَةُ سَلِمَتِ الْآيَّامُ ۱

بیزہ نمبر ۵

یہ امر مستحضر رہے کہ ذات حق تعالیٰ صفات ثمانیہ زائدہ کے بغیر بذات خود
کمالات ثمانیہ رکھتی ہے اور ان کی محتاج بھی نہیں۔ ان صفات زائدہ کا فائدہ اور ان کا
معتقد ہونے میں متعدد حکمتیں اور مصلحتیں ہیں جن میں سے چند ایک ہدیہء قارئین
ہیں۔

اول..... ذات حق تعالیٰ، توسط صفات کے بغیر تمام عالمین سے مستغنی ہے اور عالم
کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتی جیسا کہ آیہ کریمہ إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ ۲
سے عیاں ہے جبکہ صفات، ذات حق تعالیٰ سے پائین تر ہیں اور فی الجملہ عالم کے
ساتھ مناسبت بھی رکھتی ہیں اور باہمی مناسبت کے بغیر افادہ اور استفادہ ممکن نہیں
ہوتا۔ اس لئے صفات مبادی فیوض عالم ہیں یعنی وصول فیوضات کا سبب ہیں۔

دوم..... ذات حق تعالیٰ اور عالم کے درمیان صفات زائدہ بقائے عالم کا واسطہ ہیں۔
اگر وساطت صفات نہ ہوتی تو نور ذات، عالم کو جلا کر خاکستر کر دیتا جیسا کہ ارشاد
نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت ہے إِنَّ لِلَّهِ سَبْعِينَ أَلْفَ حِجَابٍ مِنْ نُورٍ وَظُلْمَةٍ
لَوْ كَشَفَهَا لَأَخْرَقَتْ سُبْحَاتٍ وَجِهَهُ مَا أَنْتَهَى إِلَيْهِ بَصَرُهُ ۳ سے عیاں
ہے۔ یہاں حجابات نورانی سے مراد صفات ثمانیہ ہی ہیں۔

سوم..... صوفیائے محققین نے کشف و فراست کی بناء پر مراتب و جوب کی تفصیلات
بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے کہ سالکین کو شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ کی

بدولت حق تعالیٰ کے افعال و صفات کے ظلال کی تجلیات سے فی الجملہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے وہ ظہور تجلیات و صفات کی لیاقت حاصل کر لیتے ہیں نتیجتاً نور صفات مقدسہ کے ساتھ تجلیات شیونات و اعتبارات ذاتیہ کے لائق ہو جاتے ہیں اور ان انوار کی برکت سے معارف تجلیات ذاتیہ کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

چہارم..... کمالات ممکنات، صفات ثمانیہ کے کمالات و برکات کا اثر و ثمرہ ہوتے ہیں، وہ ذاتی طور پر کوئی فضل و کمال نہیں رکھتے۔ بقول شاعر

نیاوردن از خانہ چیزے نخست

تو دادی ہمہ چیز من چیز تست

ممکنات اپنے عدمات ذاتیہ کی بنا پر ظلمت و شرارت و خساست رکھتے ہیں اس لئے جو کمالات بھی ان میں جلوہ گر ہوتے ہیں وہ صفات ثمانیہ اور عالم و جوب کے ہی ہوتے ہیں۔

ممکنات میں عالم و جوب اور صفات ثمانیہ کا انعکاس بذریعہ عدمات متقابلہ ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں کثافت و ثقالت زیادہ ہوتی ہے اور انبیاء کرام علیہم الصلوٰات میں ابتدائے آفرینش سے ہی عالم و جوب کے فیوضات و تجلیات صفات کا ورود، عدمات متقابلہ کے بغیر ہوتا ہے اسی لئے طینت انبیاء علیہم الصلوٰات میں عدم، ضعیف اور تجلیات قدسیہ غالب تر ہوتی ہیں۔ عدم کے ضعف کی بناء پر وہ ہر قسم کے معائب سے بری اور مطہر ہوتے ہیں اور غلبہء قوت قدسیہ کی وجہ سے معصوم عن الخطاء ہوتے ہیں جبکہ عرفائے کاملین میں ولادت ثانیہ کے بعد وجود موہوب حقانی پر ورود تجلیات، ظلال صفات بغیر واسطہ عدمات متقابلہ ہوتا ہے۔ اسی ضعف عدم اور غلبہء تجلیات و فیوضات و نورانیت کی بدولت بسا اوقات ان کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

چو فنا در فقر پیرایہ اشود
 او محمد وار بے سایہ اشود
 بنا بریں عامۃ الناس کو عرفائے فحام اور انبیائے عظام علیہم الصلوٰات پر قیاس
 نہیں کرنا چاہئے اگرچہ یہ عظیم المرتبت شخصیات ظاہری صورت میں دوسروں سے
 مختلف نہیں ہوتے مگر حقیقت میں متفاوت ہوتے ہیں۔

کار پا کاں را قیاس از خود مگیر
 گرچہ باشد در نوشتن شیر و شیر

نخن و در بودن آن تمرہ برکت آنست کہ شجرہ آن نخلہ
 است بعنوان جامعیت و صفت اعدلیت مخلوقست
 در رنگ انسان لہذا حضرت پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ
 وسلم نخلہ راعمہ بنی آدم فرمودہ کہ از طینت آدم مخلوق است

ترجمہ: کھجور میں برکت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا درخت نخلہ ہے جو اپنی
 جامعیت اور صفت اعدلیت کے عنوان سے انسان کی مانند ہے اسی لئے حضرت پیغمبر
 صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ وسلم نے نخلہ کو عتہ (انسان کی پھوپھی) فرمایا ہے
 کیونکہ وہ (بقیہ) طینت آدم سے پیدا ہوئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدن انسانی اور شجرہ نخلہ کی جامعیت و باہمی مشابہت اور روزہ کو کھجور کے ساتھ افطار کرنے کی حکمت بیان فرما رہے ہیں۔ جسم انسانی اور شجرہ نخلہ کے درمیان باہمی مشابہت بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

إِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجْرَةً لَا يَسْقُطُ وَرَقُهَا وَإِنَّهَا مِثْلُ الْمُسْلِمِ
فَحَدَّثُونِي مَا هِيَ فَوَقَعَ النَّاسُ فِي شَجَرِ الْبَوَادِي قَالَ عَبْدُ اللَّهِ فَوَقَعَ فِي
نَفْسِي أَنَّهَا النَّخْلَةُ فَاسْتَحْيَيْتُ ثُمَّ قَالُوا حَدِّثْنَا مَا هِيَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ
هِيَ النَّخْلَةُ^۱

یعنی درختوں میں ایک ایسا درخت ہے جس کے پتے نہیں گرتے اور وہ مسلمان کی مثل ہے مجھے بتاؤ وہ کونسا ہے.....؟ تو لوگ جنگل کے درختوں کے متعلق غور کرنے لگے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ وہ درخت کھجور ہے لیکن میں شرمایا گیا۔ پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرض گزار ہوئے آپ ہی بیان فرمادیتے یا رسول اللہ! وہ کونسا درخت ہے.....؟ آپ نے فرمایا وہ کھجور ہے نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نخلہ کی تکریم کا حکم فرمایا کیونکہ وہ بقیہ طینت آدم (علیہ السلام) سے تخلیق کی گئی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت اکرموا عببتکم النخلہ فانہا خلقت من بقیۃ طینۃ ادم^۲ سے ثابت ہے۔

اگرچہ کھجور کھانے سے جسمانی قوت و لذت میسر ہوتی ہے لیکن جب بندہ

مومن، حالت روزہ میں ہر قسم کی شہوات مانعہ اور لذات فانیہ سے خالی ہو جاتا ہے تو اس کا تناول کرنا زیادہ مؤثر ثابت ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر بندہ مومن کی ظاہری صورت کو طاقت دیتا ہے اور اس کی حقیقت، بندہ مومن کی باطنی حقیقت کو قوت و برکت بخشتی ہے۔ یوں کھجور کی حقیقت جامعہ، انسانی حقیقت جامعہ کی مکمل و مکمل ثابت ہوتی ہے۔

متن آن غذا تجویز شرعی واقع شود و سر مومئے از حدود

شرعیہ متجاوز نباشد و ایضاً حقیقت این فائدہ وقتی میسر

شود کہ آکل آن از صورت گذشتہ بحقیقت پیوستہ باشد و از ظاہر

باطن آرمیدہ ظاہر غذا مد ظاہر او باشد و باطن غذا مکمل باطن او

توجہ: وہ غذا تجویز شرعی کے مطابق واقع ہو اور حدود شرعیہ سے سر موم بھی متجاوز نہ ہو..... نیز اس فائدہ کی حقیقت اس وقت میسر ہوتی ہے جبکہ اس کا کھانے والا صورت سے گزر کر حقیقت سے پیوستہ ہو اور ظاہر سے باطن تک پہنچا ہوا ہو، تاکہ ظاہر غذا، اس کے ظاہر کی معاون ہو اور باطن غذا، اس کے باطن کی تکمیل کرے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ باطن ماکولات انہیں عارفین کے باطن کی مکمل و مکمل ہوتی ہے جن کا معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ چکا ہو اور ان کی غذا احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات

کی تجاویز کے عین مطابق اور شعور و آگاہی کے موافق ہو۔ اس قسم کی غذا ہی عارفین کے لئے روحانیت و نورانیت کے ازدیاد کا باعث ہوتی ہے بصورت دیگر موجب ظلمت و غفلت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

ایں خورد گردد پلیدی زو جدا
و آن خورد گردد ہمہ نور خدا
این خورد زاید ہمہ بخل و حسد
و آن خورد زاید ہمہ عشق احد

چنانچہ عدوۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز ایک روز آم کا پھل بڑے شوق و رغبت کے ساتھ تناول فرما رہے تھے۔ زائرین میں سے ایک صالحہ خاتون کے دل میں خیال آیا کہ اہل اللہ کے غذا کی طرف اس قدر میلان و رغبت کی کیا وجہ ہے؟ آپ نے فراست باطنی اور کشف روحانی کے ذریعے اس کے قلبی خطرہ سے آگاہ ہو کر ارشاد فرمایا ہرچہ اولیاء تناول می فرمایند ہمہ نور می شود پس نور ہر قدر کہ بیش بود مرغوب است یعنی اولیاء اللہ جو کچھ تناول فرماتے ہیں وہ سب نور بن جاتا ہے اس لئے نور جس قدر زیادہ ہو مرغوب و بہتر ہے۔^۱

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ ہم بعض اوقات طعام لذیذ کے ترک کا ارادہ کرتے مگر اجازت نہیں ملتی تھی کیونکہ غذا اعضاء جسمانی اور قوائے روحانی کی مدد و معاون ہوتی ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات المؤمن القویٰ خیرٌ و احبُّ الی اللہ من المؤمن الضعیف^۲ سے مفہوم ہوتا ہے تاکہ ظاہر غذا عارفین کی صورت ظاہری اور باطن غذا ان کی حقیقت باطنی کی

۱۔ عمدۃ المقامات: ۳۱۵ مطبوعہ مکتبہ الحقیقہ استنبول ۲۔ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۲۸۱۶

کفیل ثابت ہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھانا تناول فرمانے کے بعد یہ دعا بھی فرمایا کرتے تھے اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ عَوْنًا عَلٰی طَاعَتِكَ لَا عَوْنًا عَلٰی مَعْصِيَتِكَ!

پلینہ:

واضح رہے کہ ہر ممکن کی دو جہتیں ہوتی ہیں، ایک جہت عالم امکان کی طرف اور دوسری عالم وجوب کی طرف۔ غذا کی عالم امکان کی جہت ظاہر غذا ہے اور اس کی عالم وجوب کی جہت باطن غذا ہوتی ہے جس سے لطف اندوز اور منفعت خیز عارفین ہی ہوتے ہیں جبکہ ظاہر غذا، عامۃ الناس کیلئے رعونت و ظلمت اور غفلت کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لئے مشائخ طریقت مریدین کو کثرت ریاضت و طاعت و عبادت کی تلقین فرماتے ہیں تاکہ ان کا معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک اور ظلمت سے گذر کر نورانیت تک پہنچ جائے۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا اَيَّاهَا

بقول شاعر

سعی کن تا لقمہ را سازی گہر
بعد ازاں چنداںکہ می خواہی بخور

دفتر اول مکتوب ۱۶۳

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

کفار کی رسوائی، عزت اسلام کا باعث ہے
صلح کلیت کے نظریہ کا مفہوم
کفار سے اخذِ جزیہ انکی رسوائی ہے
کفار کی دعا بے حاصل ہے
ریشمی ملبوسات اور زرّیں مصنوعات کا حکم



مکتوب - ۱۶۳

متن حق سبحانه و تعالی جیب خود را علیہ الصلوٰۃ و التحیۃ
 میفرماید یا ایُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ
 وَاعْلُظْ عَلَيْهِمْ پس پیغمبر خود را که موصوف بخلق عظیم
 است. بجهاد کفار و غلطت برایشان امر فرمود معلوم شد که
 غلطت بایشان داخل خلق عظیم است پس عزت اسلام
 در خواری کفر و اهل کفر است لیکه اهل کفر را عزیز داشت
 اهل اسلام را خواری ساخت عزیز داشتن عبارت از آن
 نیست که البته ایشان را تعظیم کنند و بالا نشانند در مجالس خود
 جا دادن و با ایشان مصاحبت نمودن و همزبانی کردن
 بایشان داخل اعزاز است در رنگ گمان ایشان را دور
 باید داشت

توجہ: حق سبحانہ و تعالیٰ اپنے حبیب علیہ الصلوٰۃ والتحیہ سے فرماتا ہے اے نبی کفار اور منافقین سے جہاد کرو اور ان پر سختی کرو۔ پس اپنے پیغمبر کو جو خلق عظیم سے موصوف ہیں کفار کے ساتھ جہاد اور ان پر سختی کا حکم فرمایا۔ معلوم ہوا کہ ان کے ساتھ سختی کرنا خلق عظیم میں داخل ہے۔ اسلام کی عزت، کفر اور کفار کی خواری میں ہے۔ جس نے کفار کو عزیز رکھا اس نے اہل اسلام کو ذلیل کیا۔ عزیز رکھنے کا یہ مطلب نہیں کہ ان کی خواہ مخواہ تعظیم کریں اور ان کو اونچی مسند پر بٹھائیں بلکہ ان کو اپنی محافل میں جگہ دینا، ان کے ساتھ مصاحبت رکھنا اور ان کی ہاں میں ہاں ملانا بھی ان کو عزت دینے میں داخل ہے۔ ان کو کتوں کی طرح اپنے آپ سے دور رکھنا چاہیے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ان اہم ترین سیاسی مکاتیب شریفہ میں سے ہے جو جرگہء ممدان دولت اسلام کے نام صادر فرمائے گئے جن میں اجرائے احکام شرعیہ، احیائے سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات، ترویج شعائر اسلامیہ، تخریب بدعات نامرضیہ، کفارناہجار کی زجر و تذلیل، رسومات کفریہ کی تویح و تحقیر، اعلائے کلمۃ الحق اور غلبہء دین اسلام کی اسلامی فکر کو اجاگر فرمایا گیا ہے تاکہ مسلمانوں کی سطوت و ہیبت اور اسلامی شعائر کی عظمت و شوکت کفار کے قلب و نظر میں جاگزیں ہو جائے اور وہ ہمیشہ لرزاں و ترساں اور معتوب و مرعوب رہیں اور انہیں دارالاسلام میں کسی قسم کے شور و شر اور فتنہ و فساد کرنے کی جرأت و ہمت نہ ہو اور یہی دین اسلام کا مقصود ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَا غَلْبَانَ اَنَا وَرُسُلِي ۗ سے واضح ہے۔

علاوہ ازیں کفار کے خلاف جہاد، ان سے ترک تعلقات و عدم مواصلات، حکومتی معاملات میں ان کے اثر و رسوخ کو نیک و بن سے اکھاڑ پھینکنے اور انہیں اپنے آپ سے کتوں کی طرح دور رکھنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ مشرکین کی جسمانی نحوست، اعتقادی غلاظت اور نظریاتی نجاست سے مسلمانوں کے ظاہر و باطن متاثر و مکدر نہ ہوں جیسا کہ آیات کریمہ **انَّهَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ** اور **انَّهُمْ رِجْسٌ** سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کو کفر کے ساتھ ذاتی عداوت ہے اسی لئے اہل کفر مغضوب و مبغوض ہیں اور مسلمانوں کو ان کے ساتھ مشاورت و معاونت ممنوع ہے۔ انہیں اپنا دوست و ہمراز و صلاح کار بنانے سے روکا گیا ہے تاکہ دین اسلام ذلت و رسوائی سے محفوظ اور مسلمان ہر قسم کی اذیت و مضرت سے مامون رہیں بلکہ حربی کفار کے ساتھ جہاد و عداوت اور بغض و غلاظت رکھنے اور ان سے اظہار برأت کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیات کریمہ **يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ** اور **إِنَّا بَرَاءٌ مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ** اور **أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ** سے عیاں ہے تاکہ دین اسلام کو استحکام اور مسلمانان عالم کو عظمت و وقار نصیب ہو۔

عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ مؤمن کا کافر سے دوستی کرنا تین وجوہات کا احتمال رکھتا ہے۔

وجہ اول: مؤمن کا کافر سے راضی ہونا ہے اگر اس بناء پر اس سے دوستی رکھے تو اس

۱ التوبہ: ۲۸ ۲ التوبہ: ۹۵ ۳ التوبہ: ۹۳ ۴ الممتحنہ: ۶۰: ۵ الفتح: ۲۸: ۲۹

سے مؤمن کو منع فرمایا گیا ہے کیونکہ جس شخص نے ایسا کیا وہ اس دین میں اسے درست جاننے والا ہے اور تصویب کفر، کفر ہے اور رضائے کفر، کفر ہے لہذا اس صفت کے ہوتے ہوئے اس کا مؤمن باقی رہنا محال ہے۔

وجہ ثانی: دنیا میں ظاہری اعتبار سے معاشرتِ جمیلہ ممنوع نہیں ہے۔

وجہ ثالث: پہلی دونوں قسموں کے مابین متوسط ہے یوں کہ موالات کفار بمعنی رکون و معونت اور مظاہرت و نصرت یا بسبب قرابت ہو یا بسبب محبت، اس اعتقاد کے باوجود کہ ان کا دین باطل ہے تو یہ کفر کا موجب ہے مگر اس سے بندہ مؤمن کو منع کیا گیا ہے کیونکہ اس معنی میں موالات (دوستی) اسے کافر کے طریقے کے مستحسن سمجھنے اور اس کے دین سے راضی ہونے کی طرف لے جائے گی اور یہ امر اسے اسلام سے خارج کر دے گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس معاملہ میں اسے تہدید و تنبیہ فرمائی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَمَنْ يَفْعَلْ ذَلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللَّهِ فِي شَيْءٍ ۗ ۱ مزید برآں آپ نے مصلحت کوش اور مفاد پرست مسلمانوں کیلئے ایک چشم کشار روایت بھی نقل فرمائی ہے۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے عرض کیا میرے پاس ایک نصرانی کاتب ہے۔ انہوں نے مجھے فرمایا تجھے کیا ہو گیا ہے اللہ تجھے ہلاک کرے اَلَا اتَّخَذْتَ حَنِيفِيًّا ۗ تم نے کسی مسلمان کو کاتب کیوں نہیں بنایا اور تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی نہیں سنا؟ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۗ

میں نے عرض کیا کہ دینہ و لی کتابتہ اس کا دین اسکے ساتھ ہے اور اسکی کتابت میرے لئے ہے..... تو انہوں نے فرمایا میں انکی تکریم نہیں کروں گا جبکہ اللہ

نے ان کی اہانت فرمائی ہے میں ان کی عزت نہیں کروں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو ذلت دی ہے میں انہیں قریب نہیں کروں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دور کر دیا ہے۔

میں نے عرض کیا دانائی کا کام اسکے بغیر پورا نہیں ہوتا..... تو انہوں نے فرمایا
 اِنْ مَاتَ النَّصْرَانِيُّ فَمَا تَصْنَعُ بَعْدَهُ فَمَا تَعْمَلُ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهِ فَاَعْمَلُهُ
 الْاَنَ وَاسْتَعْنِ عَنهُ بِغَيْرِهِ ۱ اگر نصرانی مر گیا تو اس کے بعد کیا کرو گے؟.....
 جو اس کی موت کے بعد کرو گے وہی عمل اب کر لو اور کسی اور سے کام لے کر اس سے بے نیاز ہو جاؤ۔

ہاں..... غیر مسلموں کے ساتھ تجارتی و اقتصادی اور فلاحی معاملات، عالمی امن و سلامتی کی بقاء، مشترکہ اعداء سے نبرد آزما ہونے کے لئے دفاعی معاہدے جیسے امور میں باہمی تعاون و مشاورت ممنوع نہیں۔ یونہی عام ملاقات و معاشرت میں ان کے ساتھ خندہ پیشانی اور حسن سلوک و مروت سے پیش آنا مسلمانوں کی درخندہ روایات ہیں، تاریخ عالم میں جس کی مثال نہیں ملتی۔

بیت نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل کفر کے معبدوں کی تاسیس و تعمیر اور انکے شعائر و رسومات کی تعظیم و تکریم کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مسجد ضرار کے افتتاح سے منع کر کے روز قیامت تک وہاں جانے سے روک دیا گیا جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَقُمْ فِيهِ اَبَدًا ۱ سے عیاں ہے جسے بعد میں جلا کر مسمار کر دیا گیا تھا۔

جب سلطان جہانگیر کے ہاتھوں سکھوں کے گروارجن سنگھ کے قتل کی اطلاع

۱ تفسیر خازن: ۲۹۶/۲ ۲ التوبہ: ۹: ۱۰۸

حضرت امام ربانی قدس سرہ کو پہنچی تو آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے نواب مرتضیٰ خان شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو اپنے جذبات سے یوں آگاہ فرمایا دریں وقت کشتن کافر لعین گویند وال بسیار خوب واقع شد ۱
یہی مفہوم آیہ کریمہ فَقَاتِلُوا أُمَّةَ الْكُفْرِ ۲ اور حدیث مبارکہ اُقْتُلُوا شُيُوخَ الْمُشْرِكِينَ ۳ سے عیاں ہے۔

یہ وہی گروارجن ہے جس کے زیر نگرانی سکھوں کی مذہبی کتاب گرنٹھ مرتب ہوئی۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے گروارجن کے نام کی بجائے ان کے مذہبی و فکری مرکز گویند وال کو ہدف تنقید بنایا، جسے احمد شاہ درانی نے ہندوستان پر حملہ کے دوران جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔

بعض نام نہاد مسلمان اپنی جہالت و حماقت کی بنا پر صلح کلیت کے مذموم نظریہ کی آڑ میں علمائے راسخین، صوفیائے کاملین اور مسلم فاتحین کے خلاف زبان طعن دراز کرتے ہیں جو ان کے اسلامی فکر سے نابلد ہونے کا بین ثبوت ہے۔

بیلینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ صلح کلیت، اتحاد و اباحت اور ترک آزاری کا مشرب رکھنے والے صوفیائے خام، مخلوقات کو کمالات الہیہ کے مظاہر جمیلہ اور مناظر حسنہ قرار دے کر کہتے ہیں کہ ہر کسی کو نگاہ محبت سے دیکھنا اور حسن سلوک سے پیش آنا چاہئے، کسی کے ساتھ بے مروّتی اور بد سلوکی نہیں کرنی چاہئے..... اسی بناء پر وہ اہل کفر سے میل ملاقات کرتے اور ان کی غیر شرعی رسومات اور کفریہ تہواروں کا احترام و اکرام کرتے ہیں اور یوں کہتے ہیں

۱ دفتر اول مکتوب: ۱۹۳ ۲ التوبہ: ۱۲:۹ ۳ کنز العمال جلد چہارم: ۳۸۱، ترمذی، رقم الحدیث: ۱۵۰۹

پس بدی مطلق نباشد در جہاں

عدوۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز اس نظریہ کے قائلین کو جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ کفار کے ساتھ جہاد اور ان سے ترک تعلقات تو دلائل قطعیہ اور نصوص شرعیہ سے ثابت ہیں جن میں کسی قسم کے شک و شبہ کی کوئی گنجائش نہیں اور نجات کا دار و مدار بھی انہیں نصوص شرعیہ پر ہی ہے جبکہ صوفیاء کے منامات و خیالات اور مکشوفات و الہامات ظنی ہیں جن میں نصوص شرعیہ کے معارض ہونے کی مجال نہیں۔ حضرت مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس قسم کے صوفیاء کو نارستری و عید شدید سناتے ہوئے خوب کہا

منکر این حرف این دم در نظر
شد مثل سرنگوں اندر ستر

ارباب وجودیہ کے عظیم محقق سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ نے اپنی کتاب سلسلۃ الذہب میں اس گروہ کا رد کرتے ہوئے اسے دفتر کفر کا دیباچہ اور زندقہ قرار دیا ہے۔

ترک آزار کردن اے خواجہ	دفتر کفر را است دیباچہ
شد یکے پیش او حرام و حلال	می نہ اندیشد از نکال و وبال
گاہ لافد ز مذہب تجرید	گہ گزافد ز مشرب توحید
از علامات عقل و دیں عاری	مذہبش حصر در کم آزاری
نسبت خود کند بہ درویشاں	دم زند از ارادت ایشاں
نیست درویشی آنکہ زندقہ است	نیست جمعیت آنکہ تفرقہ است!

مثن جزیرہ از اہل کفر کہ در ہندوستان بر طرف شدہ است
 بواسطہ شومی مصاحبت اہل کفر است با سلاطین
 این دیار و مقصود اصلی از جزیرہ گرفتن از ایشان خواری
 ایشان است

ترجمہ: ہندوستان میں اہل کفر سے جزیرہ موقوف کر دیا گیا ہے جو اس ملک کے
 سلاطین کے ساتھ اہل کفر کی مصاحبت کی بد بختی کی وجہ سے ہوا۔ ان سے جزیرہ وصول
 کرنے کا اصلی مقصد ان کی رسوائی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کفار سے جزیرہ کے موقوف
 ہونے اور اخذ جزیرہ کی وجہ بیان فرما رہے ہیں۔ کفار سے جزیرہ اس لئے وصول کیا جاتا
 ہے تاکہ انہیں ضبط املاک وغیرہا کا خدشہ ہمہ وقت دامنگیر رہے اور وہ اعلیٰ بود و باش
 اور شان و شوکت اختیار نہ کر سکیں نیز مسلمانوں کو ان پر غلبہ و تفوق و بالادستی حاصل
 رہے۔

ع جہود ہر کہ شود کشتہ سود اسلام است

جبکہ مطلق العنان بادشاہ اکبر نے جزیرہ کو ہندو راجاؤں کے ساتھ دوستانہ مراسم
 اور ان کے ساتھ رشتے ناٹے ہونے کی بناء پر موقوف کر دیا تھا۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں جزیرہ کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی

جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

جب عسا کر اسلامیہ کفار کے خلاف معرکہ آراء اور نبرد آزما ہوں تو کفار پر غلبہ و تسلط اور فتح و نصرت کے بعد جو مال و اسباب ان کے ہاتھ لگتا ہے اسے مال غنیمت کہا جاتا ہے..... جبکہ جہاد کے بعد یا قبل از قتال، کفار، اسلام کی بالادستی تسلیم کرتے ہوئے اسلامی سلطنت کے پر امن شہری بن کر کچھ رقوم وغیرہا پیش کرنے پر رضامند ہو جائیں تو اسے خراج و جزیہ کہتے ہیں۔ خراج ذمی کفار کی اراضی پر لگایا جاتا ہے جبکہ ذمی فی کس کے اعتبار سے جو رقوم بطور ٹیکس ادا کرتے ہیں اسے جزیہ کہا جاتا ہے جس کے عوض انہیں معاشی و مذہبی آزادی حاصل ہوتی ہے اور ان کی جان و مال و آبرو کی حفاظت کی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کر دے تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کی چوری کرے تو اس پر حد سرقہ نافذ کی جائے گی جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اَمْوَالُهُمْ كَاَمْوَالِنَا وَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَاؤِنَا سے عیاں ہے۔

جزیہ کے متعلق چند فقہی مسائل پیش خدمت ہیں۔

کفار کی اقسام اربعہ

فقہاء نے کفار کی چار اقسام بیان فرمائی ہیں

۱..... مشرکین عرب سے جزیہ وصول نہیں کیا جائے گا ان کے سامنے دو ہی راستے ہیں اسلام یا تلوار، جیسا کہ آیہ کریمہ فَاَقْتُلُوا الْمُشْرِكِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَ وَخُذُوهُمْ وَاَحْصِرُوهُمْ اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت اَمْرٌ اَنْ اَقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰی یَقُولُوْا اِلَّا اِلٰهَ اللّٰهِ سے عیاں ہے تاکہ جاہلیت عرب

۱ مجمع الأنهر: ۸/۲۱۵ ۲ توبہ ۵:۹ ۳ بخاری، رقم الحدیث: ۳۷۹، مسلم، رقم الحدیث: ۲۹

کا شرک پھر یہاں سر نہ اٹھا سکے۔

۲..... مرتدین (عربی ہوں یا عجمی) سے بھی سوائے اسلام یا تلوار کے جزیہ قبول نہیں کیا جائے گا جیسا کہ آیہ کریمہ سَتُدْعُونَ إِلَىٰ قَوْمٍ أُولِي بَأْسٍ شَدِيدٍ تُقَاتِلُونَهُمْ أَوْ يُسْلِمُونَ^۱ سے واضح ہے۔

۳..... اہل کتاب (عربی ہوں یا عجمی) سے اسلام یا قتل کے علاوہ جزیہ بھی لیا جا سکتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّىٰ يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ^۲ سے آشکارا ہے۔ مجوسی اگرچہ اہل کتاب میں سے نہیں ہیں اسی لئے ان کی عورتوں سے نکاح اور ان کا ذبیحہ حلال نہیں مگر وہ اہل کتاب کے حکم میں ہونگے کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقام ہجر کے مجوسیوں سے جزیہ وصول فرمایا جیسا کہ ارشاد نبوی الْمَجُوسُ طَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ فَأَخْبِلُوهُمْ عَلَىٰ مَا تَخْبِلُونَ عَلَيْهِ أَهْلَ الْكِتَابِ^۳ اور حدیث أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَخَذَهَا مَجُوسَ هَجَرَ^۴ سے عیاں ہے

۴..... مشرکین عجم سے بھی جزیہ لینا جائز ہے جیسا کہ حدیث أَنَّ النَّبِيَّ عَلَيْهِ السَّلَامُ صَالِحٌ عَبْدَةٌ الْأَوْثَانِ عَلَى الْجِزْيَةِ إِلَّا مَنْ كَانَ مِنْهُمْ مِنَ الْعَرَبِ^۵ سے ثابت ہے۔

✽..... جب مسلمانوں نے مفتوحہ علاقہ کفار کے ساتھ قتال کے ذریعہ حاصل کیا ہو تو کفار کے مذہبی مراکز، رہائشی مکانات ہونگے اور اگر صلح کے ساتھ علاقہ فتح ہوا تو بدستوران کے عبادت خانے ہی رہیں گے اور اگر مسلمانوں نے کفار کے معبد منہدم کر دیئے ہوں تو کفار دوبارہ تعمیر نہیں کر سکتے اور اگر کفار نے خود ہی منہدم کر دیئے

۱ فتح ۱۶:۲۸ ۲ توبہ ۲۹:۹ ۳ نصب الرایۃ: ۳۳۴/۸ ۴ مشکوٰۃ: ۳۵۳

۵ مصنف عبدالرزاق جزء: ۱۰/۳۲۶

ہوں تو اتنا ہی اور ویسا ہی دوبارہ تعمیر کر سکتے ہیں۔ اگر کچا تھا تو پختہ بنانے، کسی اور مقام پر بنانے یا عمارت کے بیشتر بنانے کی اجازت نہیں ہوگی ورنہ مسمار کر دیا جائے گا..... یونہی دارالاسلام میں نئے نئے معابد و مراکز بنانے کی اجازت نہیں ہوگی۔^۱

✽..... ذمی کفار دارالاسلام میں مسلمانوں جیسی وضع قطع اور بود و باش وغیرہ اختیار نہیں کر سکتے بلکہ وہ اپنے مخصوص لباس و شعار کو نمایاں کرنے کے پابند ہونگے۔ یونہی ریشمی زنا نہیں پہن سکتے..... علاوہ ازیں ان کے مکانوں پر مخصوص علامت ہوگی تاکہ کوئی سائل ان کے دروازے پر ان کیلئے دعائے مغفرت نہ کرے..... وہ عمامہ اور شاہانہ لباس نیز علمائے اسلام اور اشراف مسلمین کا سالباس نہیں پہن سکتے۔^۲

مگر بصد افسوس! کہ آج نام نہاد مسلمانوں نے کفار کی وضع قطع، تہذیب و حضارت اور بود و باش کو اختیار کر لیا ہے جو غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کے زوال کی واضح علامت ہے اور دین اسلام کیلئے باعث ننگ و عار ہے۔ بقول اقبال مرحوم

وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود

یہ مسلمان ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں یہود

✽..... ذمی کفار کو سنکھ یا ناقوس وغیرہ اپنے گھروں میں بھی بجانے کی اجازت نہیں ہوگی ایسے ہی انہیں جلوس وغیرہ نکالنے اور اسلامی تعلیمات کے برعکس غیر اسلامی تعلیمات کی اشاعت اور کفریہ رسومات و تہواروں کو اعلانیہ منانے کی اجازت نہیں ہوگی۔^۳

جز یہ اور خراج ادا کرنے والا ذمی کا فر بذات خود رقم لے کر حاضر ہوگا اور سلطان اسلام کا ممنون احسان ہو کر نہایت عاجزی و انکساری اور مؤدبانہ انداز کے ساتھ

۱۔ بہار شریعت حصہ نہم ۲۔ فتاویٰ عالمگیری، کتاب السیر و بہار شریعت حصہ نہم

۳۔ ماخوذ فتاویٰ عالمگیری

کھڑے ہو کر پیش کرے گا۔ اسے اپنی قومیت ظاہر کرنے کی اجازت نہیں ہوگی بلکہ اخذ جزیہ کے وقت اسے کہا جائے گا اِدِّ الْجِزِيَةَ يَا ذِي هَيْبٍ (اے ذمی جزیہ ادا کر) اور مسلمان اس کے ہاتھ سے وصول کرے گا تاکہ مسلمان کا ہاتھ اوپر رہے جیسا کہ لَتَكُونَ يَدُ الْمُسْلِمِ هِيَ الْعُلْيَا اور آ یہ کریمہ يُعْطُوا الْجِزِيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ سے عیاں ہے۔^۱

✽..... عورتیں، بچے، بوڑھے، لنگڑے، اپاہج، اندھے، مفلوج اور راہب (لوگوں سے مخالفت نہ رکھنے والے) وغیرہم جزیہ سے مستثنیٰ ہونگے۔

✽..... جزیہ مصالح مسلمین اور رفاہ عامہ کے کاموں پر صرف کیا جائے گا (یعنی سرحدوں کی حفاظت، مساجد، سرائے، پلوں کی تعمیر، علماء، طلباء، مجاہدین اور ان کے اہل و عیال اور مسلمان قاضیوں اور ان کے ماتحت عملہ پر خرچ ہوگا)۔

وصول جزیہ کی دو اقسام

قسم اول: شریعت مطہرہ نے چونکہ اس کی خاص مقدار مقرر نہیں فرمائی بلکہ کفار جتنی مقدار معین پیش کرنے پر صلح کر لیں ان سے اتنی ہی سالانہ رقم وصول کی جائے گی اس میں کمی بیشی نہیں ہوگی۔

قسم ثانی: اسلامی افواج نے مفتوحہ ملک کے کافر باشندوں کی املاک اگر بدستور چھوڑ دیں تو ذمی اغنیاء پر ۴۸ درہم سالانہ یعنی چار درہم ماہانہ ادا کرنے ہونگے۔ اگر وہ متوسط طبقہ سے تعلق رکھتے ہوں تو ان پر ۲۴ درہم سالانہ ۲ درہم ماہانہ کے اعتبار سے ادا کرنے لازم ہونگے جبکہ فقراء ذمیوں پر ۱۲ درہم سالانہ ایک درہم ماہانہ کے لحاظ سے جزیہ دینا ضروری ہوگا۔^۲

^۱ تفسیر مدارک: ۱/۴۹۳، تفسیر الصاوی: ۳/۷۹، بہار شریعت وغیرہا ۲ فتاویٰ عالمگیری وغیرہا

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی جاری کردہ تحریک احیائے اسلام (ترویج شریعت، تائید ملت اور تخریب بدعت) کا سلسلہ آپ کے وصال پر ملال کے بعد منقطع نہیں ہو گیا تھا بلکہ وہ تحریک آپ کے صاحبزادگان اور نبیرگان نے جاری رکھی..... سلاطین مغلیہ اور ارکان سلطنت کے ساتھ تعلقات استوار رکھنے اور اسلامی خطوط پر ان کی تعلیم و تربیت کا خصوصی اہتمام فرمایا، بالخصوص سلطان الہند اورنگ زیب نے حضرت شیخ محمد فرخ مجددی بن خواجہ محمد سعید سرہندی رحمہما اللہ سے صحیح بخاری کا درس لیا اور حضرت خواجہ محمد معصوم علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت ہو اور آپ نے اسے عالم شہزادگی میں ہی سلطنت کی خوشخبری دے دی تھی۔ اسی طرح آپ نے اسے ولایت کبریٰ اور محبت ذاتیہ کی بشارت سنائی۔ حضرات مجددیہ سے سلوک نقشبندیہ طے کیا چنانچہ دور اکبری میں ذمی کفار سے اخذِ جزیہ جو موقوف ہو چکا تھا، وہ محی السنۃ والا سلام اورنگ زیب کے عہد ہمایوں میں پھر وصول کیا جانے لگا۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ

متن چیز ہا از ایشاں پر سیدن و بمقتضائے حکم این ماعمل
کردن از کمال اعزاز این دشمنان است ہمتی
کہ کے از ایشاں طلبد و دعاء کہ بتوسط ایشاں خواہد چہ خواہد
بود حق سبحانہ، و تعالیٰ در کلام مجید خود می فرماید وَمَا دُعَاءُ

الْكَافِرِينَ الْإِلَافِي ضَلَالٍ دَعَاءِ اَيْنِ دُشْمَانِ بَاطِلِ وَبِ
 حَاصِلِ اسْتِ اِجَابَتِ رَادِرِ اَنْجَاچِ اِحْتِمَالِ اَيْنِ قَدْرِ فِسادِ
 لَازِمِ مِي آيِدِ كِه اِعْزَازِ اَيْنِ سِگَالِ مِي اِفْزَايِدِ

ترجمہ: چیزوں کی بابت ان سے پوچھنا اور ان کے کہنے کے مطابق عمل کرنا ان دشمنوں کی کمال درجہ عزت ہے۔ جو شخص ان سے ہمت طلب کرے اور ایسی دعا جو ان کے توسط سے مانگے اس کا کیا ہوگا۔ حق سبحانہ و تعالیٰ کلام مجید میں خود فرماتا ہے وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ (اور کافروں کی دعا محض ضلالت ہے) ان دشمنوں کی دعا باطل اور بے حاصل ہے، اس میں قبولیت کا کیسا احتمال؟ اس سے اس قدر فساد لازم آتا ہے کہ ان کتوں کی عزت افزائی ہوتی ہے۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کفار سے مشاورت و استعانت کے نقصانات اور ان کی وساطت سے دعا کی عدم قبولیت کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ یہاں کفار سے طلب امداد اور ان کی دعا کے متعلق قدرے وضاحت ہدیہء قارئین ہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

کفار سے دنیوی معاملات میں مشاورت اور ان سے تصرفات و دعا اور ظاہری استمداد و استعانت لینا درحقیقت ان پر اعتماد کرنا ہے اور امت محمدیہ اور ملت مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کو تعزیرت میں گرانا اور غیر مسلموں کے رحم و کرم پر جینا ہے جو

خود فریبی اور کفر دوستی ہے۔ جہادی امور میں افرادی قوت اور سامان حرب و ضرب کی قلت کے باوجود ان سے طلب امداد کی بھی شریعت مطہرہ میں ہرگز اجازت نہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ ات اِنَّا لَا نَسْتَعِينُ بِمُشْرِكٍ لَّسَ عِیَاں ہے۔

کفار کی دعا بے حاصل ہے

دعا کی کفار کی قبولیت اور عدم قبولیت کے متعلق علمائے کرام کے دو موقف ہیں جمہور علماء کے نزدیک کفار کی دعا بارگاہ ربوبیت جل سلطانہ میں شرف قبولیت نہیں پاتی بلکہ وہ باطل اور بے حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ لَّسَ عِیَاں ہے، خواہ وہ اصنام پرستی کے قبیل سے ہو یا حقیقت دعا کی قسم سے..... اس میں کوئی منفعت نہیں، وہ بے سود اور ضائع ہے کیونکہ انہوں نے بے جان مورتیوں کے آگے دست دعا دراز کیا جو کسی قسم کے نفع و ضرر کے مالک نہیں ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ لَا يَنْبَلِكُونَ لِأَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَلَا ضَرًّا لَّسَ عِیَاں کے مطابق وہ اجابت دعا کی استطاعت ہی نہیں رکھتے۔

جبکہ بعض علماء کے نزدیک کفار کی دعا والتجاء شرف قبولیت پاتی ہے۔ ابلیس لعین نے جب اللہ تعالیٰ سے قیامت تک مہلت کا مطالبہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی جیسا کہ آیہ کریمہ قَالَ رَبِّ فَأَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمٍ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ فَإِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِينَ لَّسَ عِیَاں سے ثابت ہے۔ یونہی حالت اضطرار میں دعا کی برکت سے کفار کو مشکلات و مصائب سے چھٹکارا نصیب ہوتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ دَعَاؤُا اللّٰهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ فَلَمَّا نَجَّاهُمْ إِلَى الْبَرِّ لَّسَ عِیَاں سے واضح ہے۔

۱ ابوداؤد: ۲/۲۷ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ لاہور ۲ الرعد: ۱۳:۱۳ ۳ الرعد: ۱۳:۱۶

جمہور علماء جو اباً فرماتے ہیں کہ کفار کی ایسی دعاؤں کا تعلق دنیوی امور کے ساتھ ہے، اخروی معاملات سے نہیں۔ چنانچہ محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں:

إِنَّهُ لَا يَجُوزُ أَنْ يُقَالَ يُسْتَجَابُ دُعَاءُ الْكَافِرِ عَلَى مَا ذَهَبَ إِلَيْهِ
الْجَهْلُورُ لِقَوْلِهِ تَعَالَى وَمَا دُعَاءُ الْكَافِرِينَ إِلَّا فِي ضَلَالٍ أَمْ فِي ضِيَاعٍ
وَخِسَارٍ لَا مَنفَعَةَ فِيهِ وَفِيهِ أَنْ مَوْرِدَةٌ خَاصٌّ بِالْعُقْبَى فَلَا يُنَا فِي أَنْ
يُسْتَجَابُ دُعَاءُهُ فِي أَمْرِ الدُّنْيَا كَمَا يَدُلُّ عَلَيْهِ دُعَاءُ إِبْلِيسَ وَاجَابَتُهُ
سُبْحَانَهُ لَهُ فِي الْإِمْهَالِ وَيُؤَيِّدُهُ الْحَدِيثُ أَنَّ دَعْوَةَ الْمَظْلُومِ تُسْتَجَابُ
وَإِنْ كَانَ كَافِرًا ۱

بینہ:

واضح رہے کہ کفار کی وہ دعائیں اور التجائیں جو دنیوی امور سے متعلق ہوں یا طلب جنت سے مربوط ہوں اگر اللہ تعالیٰ جل سلطانہ چاہے تو ان کی حاجت بر آری، مصائب سے نجات اور ایمان و ہدایت کی توفیق و تخلیق فرما دیتا ہے۔ ۲

متن عزیز سے فرمودہ است تاکہ از شاد یوانہ نہ شود
بمسلمانی نرسد دیوانگی عبارت از درگزشتن است
از نفع و ضرر خود بواسطہ اعلائے کلمہ اسلام

توجہ: ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جب تک تم میں سے کوئی دیوانہ نہ ہو جائے مسلمانوں تک نہیں پہنچتا۔ دیوانگی کلمہ اسلام کی سر بلندی کیلئے اپنے نفع و نقصان سے گذر جانے سے عبارت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز دیوانگی کو حقیقت مسلمانوں کی شرط قرار دے رہے ہیں۔ دراصل جس بندہ مؤمن میں غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کی بناء پر دین اسلام کی سر بلندی و بالادستی کا جذبہ اس قدر غالب ہو جائے کہ وہ ہرچہ با د اباد کے مصداق کسی قسم کے نفع و نقصان اور سود و زیاں کی پرواہ نہ کرے یہاں تک کہ لوگ اسے دیوانہ کہنا شروع کر دیں بس یہی جنون و دیوانگی ایمان کی علامت ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لَنْ یُّؤْمِنَ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ یُقَالَ إِنَّهُ مَجْنُونٌ سے عیاں ہے

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

برتر از اندیشہ سود و زیاں ہے زندگی

ہے کبھی جاں اور کبھی تسلیم جاں ہے زندگی

اس قسم کے بندہ مؤمن کو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت، دین اسلام کی قبولیت اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت و رسالت پر یقین کامل ہونے کی وجہ سے رضا کی سند نصیب ہوتی ہے اور رضائے الہی ہی نعمت کبریٰ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَکْبَرُ سے عیاں ہے۔

تن پس ناچار از استعمال ذہب و فضہ و لبس حریر و
امثال اس ہا کہ شریعت مصطفویہ علی مصدر ہا الصلوٰۃ
والسلام والتحیۃ اس را محترم ساختہ است اجتناب باید نمود

ترجمہ: پس ناچار سونا چاندی، ریشم کے پہننے اور اس جیسی اشیاء کہ شریعت مصطفویہ
علی مصدر ہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نے جنہیں حرام کیا ہے، ان کے استعمال سے
اجتناب کرنا چاہیے۔

شرح

یہاں سونا، چاندی اور ریشمی ملبوسات کے استعمال کے متعلق قدرے تفصیلات
ہدیہء قارئین ہیں۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

سونا اور چاندی دو ایسی قدرتی دھاتیں ہیں جن سے تیار شدہ برتنوں کا استعمال
مردوں اور عورتوں پر ممنوع اور حرام ہے لیکن سونا چاندی کی مصنوعات کو بطور آرائش
وزیبا نش رکھنے کی شریعت مطہرہ میں گنجائش موجود ہے البتہ مردوں کے لیے چاندی
کی انگوٹھی اور عورتوں کو سونا چاندی کے زیورات استعمال کرنا جائز ہیں۔ یونہی مردوں
کے لئے ریشمی ملبوسات کا استعمال ممنوع اور عورتوں کیلئے جائز ہے جیسا کہ ارشادات
نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ لا تَشْرَبُوا فِیْ اِنَاءِ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَلَا تَلْبَسُوا
الدِّیْبَاجَ وَالْحَرِیْرَ فَاِنَّهُ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَھُوَ لَکُمْ فِی الْاٰخِرَةِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ
اور اُحِلَّ الذَّهَبُ وَالْحَرِیْرُ لِلا نَاثِ مِنْ اُمَّتِیْ وَحُرِّمَ عَلٰی ذُکُوْرِھَا ۱

واضح ہے۔

✽..... فقہاء کرام نے مرد کو سوا چار ماشہ چاندی کی انگوٹھی استعمال کرنے کی اجازت دی ہے جبکہ اس میں اسراف و تکبر و تکلف نہ ہو اور نہ ہی اس کی ساخت زنا نہ یا فاسقانہ طرز کی ہو جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت من ورقٍ وَلَا تُتَمِّهُ مِثْقَالًا^۱ سے معلوم ہوتا ہے۔

✽..... نابالغ لڑکوں کو سونے چاندی کے زیورات پہنانا بھی حرام ہے چونکہ وہ احکام شرعیہ کے مکلف نہیں ہوتے اس لئے پہنانے والے گنہگار ہونگے جیسا کہ حدیث اَنَّ رَسُولَ اللَّهِ نَهَى عَنِ التَّخْتُمِ بِالذَّهَبِ فَأَنَا أَكْرَهُهُ لِلرِّجَالِ الْكَبِيرِ مِنْهُمْ وَالصَّغِيرِ^۲ سے مفہوم ہوتا ہے۔

✽..... فقہاء نے مرد کو ریشمی گدیلہ بچھانا، ریشمی لحاف اوڑھنا اور ریشمی زین بنانا ممنوع قرار دیا ہے جیسا کہ حدیث نَهَى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ... أَنْ يَجْعَلَ الرَّجُلُ فِي أَسْفَلِ ثِيَابِهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ أَوْ يَجْعَلَ عَلَى مَنْكَبِيهِ حَرِيرًا مِثْلَ الْأَعَاجِمِ^۳ أَنْ نَجْلِسَ عَلَيْهِ^۴ لَا تَرْكَبُوا الْخَزَّ^۵ سے مفہوم ہوتا ہے۔

✽..... ہاں بغرض علاج ریشم کا استعمال جائز ہے۔ جب حضرت زبیر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو مرض خارش لاحق ہوئی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حریر کے استعمال کی اجازت مرحمت فرمادی جیسا کہ حدیث رَخَّصَ لَهُمَا فِي قَبِيصِ الْحَرِيرِ^۶ سے مفہوم ہوتا ہے۔

✽..... صاحبین کے نزدیک جنگ میں خالص ریشم اور دیبا ج کے پہننے میں

۱ مشکوٰۃ: ۳۷۸ ۲ مشکوٰۃ: ۳۷۹ ۳ مشکوٰۃ: ۳۷۶ ۴ مشکوٰۃ: ۳۷۴

۵ مشکوٰۃ: ۳۷۶ ۶ مشکوٰۃ: ۳۷۴

کوئی حرج نہیں بلکہ جائز ہے کیونکہ وہ ہتھیار کی سختی کو زیادہ دور کرنے والا اور دشمن کی نظر میں ہیبت قائم کرنے والا ہے جبکہ حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خالص ریشم مکروہ ہے البتہ مخلوط ریشم جائز ہے یعنی جس کیڑے کا بانا، ریشمی اور تانہ سوتی یا اونی ہو وہ مکروہ ہے اور جس کیڑے کا تانہ ریشمی اور بانا سوتی یا اونی ہو وہ بالاتفاق جائز ہے جیسا کہ حدیث **إِنَّمَا نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ الثُّوبِ الْمُصَنَّعِ مِنَ الْحَرِيرِ فَأَمَّا الْعَلَمُ وَسُدَى الثُّوبِ فَلَا بَأْسَ بِهِ**^۱ سے معلوم ہوتا ہے..... یاد رہے کہ ریشم کے کیڑوں سے حاصل کردہ ریشم سے تیار شدہ ملبوسات، مردوں کے لئے حرام ہیں جبکہ مصنوعی ریشم (دریائی ریشم یا سن سے تیار کردہ ریشم کا استعمال جائز ہے۔

فقہائے احناف کے نزدیک اگر کسی کیڑے میں چار انگشت تک ریشمی نقش نگار ہو تو مرد کے لئے اس کا استعمال حلال ہے۔ چار انگشت حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے معتبر ہیں جو ہماری ایک بالشت کے قریب ہیں نیز چار انگشت ایک جگہ کے قابل اعتبار ہیں۔ اگر قبایا اچکن میں جگہ جگہ ریشمی نقش و نگار ہوں کہ ہر ایک، ایک بالشت سے کم ہو مگر جب ملایا جائے تو بالشت سے زیادہ ہو جائیں پھر بھی وہ حلال ہے..... کیونکہ ایک جگہ کا اعتبار ہے۔^۲

علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں کہ جب جبہ کی آستینوں پر ریشمی نقش و نگار بنانے کی اجازت دی گئی ہے تو اس سے سونے اور چاندی کے نقش نگار بنانے کی بھی اجازت حاصل ہوگئی کیونکہ حرمت میں یہ سب مساوی ہیں۔^۳ مذکورہ بالا فقہی جزئیات درج ذیل احادیث مبارکہ سے ماخوذ ہیں ملاحظہ ہوں

۱ فتح الباری جزء: ۱۶/۳۹۸ ۲ مرآت: ۶/۹۷ بحوالہ فتاویٰ قاضی خاں و اشعة اللمعات

عَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ أَنَّهَا أَخْرَجَتْ جُبَّةً طَيِّبًا لِسَةٍ كَسْرًا وَإِنِّيَّةً
لَهَا لِبْنَةُ دَيْبَاجٍ وَفَرَجِيهَا مَكْفُوفِينَ بِالِدَيْبَاجِ ۱ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنْ
لُبْسِ الْحَرِيرِ إِلَّا مَوْضِعَ أَصْبَعَيْنِ أَوْ ثَلَاثٍ أَوْ أَرْبَعٍ ۲ إِنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَهَى عَنْ لُبْسِ الذَّهَبِ إِلَّا مُقَطَّعًا ۳

..... حضرت علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے تحریر فرمایا ہے

لَيْسَ كُلُّ حُلِيِّ حَرَامًا عَلَى الرَّجَالِ بِدَلِيلِ حِلِّ الْخَاتِمِ وَالْعَلَمِ
وَالثَّوْبِ الْمَنْسُوجِ بِالذَّهَبِ أَرْبَعَةَ أَصَابِعٍ وَحِلْيَةِ السَّيْفِ وَالْمِنْطَقَةِ ۴
یعنی مردوں پر ہر زیور حرام نہیں ہے کیونکہ انگشتری، علم، کپڑے پر چار انگشت سنہری
نقش و نگار، تلوار اور منطقہ کے زیور حلال ہیں۔ یہاں تک کہ کتب فقہ میں تقریباً دو
درجن مقامات پر مردوں کو سونے کا استعمال حلال لکھا ہوا ہے مثلاً کٹی ہوئی ناک کی
جگہ طلائی ناک لگوانا..... قلمدان یا چاقو کے دستے میں سونے کے ذرات لگوانا..... اور
کٹی ہوئی پوریوں کی جگہ سونے یا چاندی کی پوریاں لگوانا وغیرہا۔ ۵

بیتنا:

واضح رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم متصف بصفات اللہ اور متخلق باخلاق اللہ
ہونے کی بنا پر حق تعالیٰ کی صفات و اخلاق کے مظہر اتم ہیں۔ حق تعالیٰ نے جہاں آپ
صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید کا شارح و مبین بنایا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَتُبَيِّنَ
لِلنَّاسِ ۱ سے عیاں ہے، وہاں آپ کو شارح و محلل و محرّم بھی فرمایا ہے
جیسا کہ آیہ کریمہ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ ۲ سے

۱ مشکوٰۃ: ۳۷۴ ۲ مشکوٰۃ: ۳۷۴ ۳ مشکوٰۃ: ۳۷۸ ۴ فتاویٰ نوریہ: ۵۲۰ ج ۱ بحوالہ شامی

۵ فتاویٰ عالمگیری کتاب الکراہیہ جلد نہم ۶ النحل: ۱۶: ۲۳ کے الاعراف: ۷: ۱۵۷

واضح ہے اور یہ خصائص نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں سے ہے جیسا کہ ہجرت کے موقعہ پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے تعاقب میں سراقہ بن مالک کا گھوڑا پتھر پلی زمین میں دھنس گیا تو اس نے طلب معذرت کرتے ہوئے تعاقب کو اپنی غربت کی وجہ قرار دیا اور دائرہ اسلام میں داخل ہو گیا۔ حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کی مراجعت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مخاطب کر کے ارشاد فرمایا کَیْفَ بِکَ یَا سِرَاقَةَ اِذَا سُوِّرَتْ بِسَوَارِیْ کِسْرِیْ! چنانچہ امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب ایران فتح ہوا تو آپ نے وہ تین سنہری کنگن اپنے ہاتھوں سے حضرت سراقہ بن مالک رضی اللہ عنہ کو پہنائے۔

دفتر اول مکتوب ۱۶۴

مکتوب الیہ

حضرت حافظ بہاؤ الدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

فیوضات الہیہ ہر خاص و عام پر وارد ہوتے ہیں

اشیاء کی استعدادات مخلوق ہیں

استدراج کا مفہوم



مکتوب - ۱۶۴

متن فیض حق سبحانہ و تعالیٰ علی الدوام بر خواص و عوام
و کرام و لئام چہ از قسم اموال و اولاد و چہ از جنس
ہدایت و ارشاد بی تفرقہ وارد است تفاوت ازین طرف
ناشی است در قبول بعضی فیوض و عدم قبول بعضی دیگر
وَمَا ظَلَمَهُمُ اللَّهُ وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ

ترجمہ: حق سبحانہ و تعالیٰ کا فیض ہر خاص و عام، کریموں اور بخیلوں پر خواہ وہ اموال
و اولاد کی قسم سے ہو یا ہدایت و ارشاد کی جنس سے، سب پر بلا تفریق ہمیشہ وارد ہو رہا
ہے (لیکن) بعض کے فیوض قبول کرنے اور بعض دیگر کے قبول نہ کرنے کا تفاوت
اسی (قابل) کی طرف سے پیدا ہونے والا ہے (لہذا) اللہ نے ان پر زیادتی نہیں
فرمائی بلکہ وہ اپنی جانوں پر خود ہی ظلم کرتے تھے!

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت

فرما رہے ہیں کہ حق تعالیٰ سبحانہ کے فضل و فتوحات اور عنایات و انعامات کے ابواب ہر کس و ناکس پر ہمہ وقت کھلے رہتے ہیں مگر عامۃ الناس ازلی شقاوت، قلبی قساوت پیہم اعراض و انکار اور معاصی پر اصرار و تکرار کی بنا پر ان سے محروم رہ جاتے ہیں۔ اہل قسم کے لوگ جبلی قابلیت اور فطری استعداد کو ضائع کر دیتے ہیں جیسے موسم گرما میں سورج کی دھوپ دھوبی اور کپڑوں پر یکساں پڑتی ہے مگر اس سے دھوبی کا چہرہ سیا ہو جاتا ہے اور کپڑا سفید ہو جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ جمیع اشیاء کی ذوات و اصوات اور استعدادات و قابلیتات حق تعالیٰ کی مخلوق و محکوم ہیں اور ان جملہ امور کی تخلیق و تکمیل میں کوئی بھی اس کا شریک و سہم نہیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَهٗ تَعْمَلُوْنَ**^۱ اور **اِنَّ الْحُكْمَ اِلَّا لِلّٰهِ**^۲ سے عیاں ہے۔ گو اللہ حکیم و علیم نے اپنے احکام تکلیفیہ اور افعال تکوینیہ میں حکمت و مصلحت کو ملحوظ رکھا ہے مگر وہ تعالیٰ حکمت مصلحت کا قاصد و مرید ہے، **فَعَالٌ لِّمَآ یُرِیدُ**^۳ کے مطابق اس پر کوئی چیز لازم اور حاکم نہیں ہے بلکہ وہ بندوں پر فائق اور حاکم ہے اس لئے وہ بندوں کے آگے قسم کے فعل کی باز پرس اور جواب دہی سے منزہ ہے البتہ بندے اس کے آگے اپنے افعال و اعمال کے مسئول اور جواب دہ ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **لَا یُسْئَلُ عَمَّا یَفْعَلُ وَهٗمْ یُسْئَلُوْنَ**^۴ سے واضح ہے۔ تاہم وہ محض اپنے فضل و رحمت سے جسے چاہتا ہے نوازتا ہے یہی علمائے ماترید یہ کا موقف ہے جو سب سے زیادہ احوط و اسلم ہے اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے از روئے کشف اس کی تائید

۱ الصافات ۳۷: ۹۶ ۲ الانعام ۶: ۵۷ ۳ البروج ۸۵: ۱۶ ۴ الانبیاء ۴۱: ۲۳

فرمائی ہے چنانچہ آپ رقمطراز ہیں

ذواتِ اشیاءِ را معمول می داند اصلِ قابلیت و استعدادات را نیز معمول و مصنوع می داند

ایک مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں

استعداد از کینہ مخلوقات او تعالیٰ است و حاکمیت ندارد

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ بندوں کے عدم استعداد، مسلسل اعراض اور گناہوں پر اصرار کے

باوجود حق تعالیٰ نے رزقِ ربانی اور افاضہء رحمت اپنے ذمہء کرم لے رکھا ہے جیسا

کہ آیات کریمہ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللَّهِ رِزْقُهَا ۗ اور كَتَبَ

رَبُّكُمْ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۗ سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ بعض لوگوں کا حق تعالیٰ سے اعراض اور معاصی میں

انہماک کے باوجود دنیوی نعمتوں اور آسائشوں سے مالا مال ہونا بدبختی اور حرماں

نصیبی کی علامت ہے جسے استدراج کہا جاتا ہے۔

استدراج کا معنی خدع اور دھوکا ہے۔ بندے کے لئے استدراج کا یہ مطلب

ہے کہ جب بھی وہ کسی گناہ و معصیت کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے مزید نعمتوں سے نوازا

جاتا ہے اور گناہ سے استغفار کرنا اسے بھلا دیا جاتا ہے تاکہ وہ معاصی میں ہی سرگرداں

وغلطاں رہے جیسا کہ آیات کریمہ وَأَمْلِي لَهُمْ إِنْ كِيدِيٍّ مَتِينٌ ۗ اور إِنَّمَا

نُفِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۗ سے عیاں ہے۔

۱ دفتر اول مکتوب: ۱۲ ۲ ہود: ۱۱ ۳ الانعام: ۶: ۵۴ ۴ القلم: ۶۸: ۲۵ ۵ آل عمران: ۳: ۱۷۸

۶ استدراج کی مزید تفصیلات و اقسام البینات شرح مکتوبات جلد ثالث مکتوب ۱۰۷ میں ملاحظہ فرمائیں

دفتر اول مکتوب ۱۶۵

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

وراثتِ صوری وراثتِ معنوی کا حصول
کمالِ محبت کی علامت اعدادِ محبوب سے اظہارِ عداوت
متابعتِ نبوی ترکِ دنیا پر موقوف نہیں ہے



پائیں۔ ان دونوں وراثتوں کی تحصیل و تکمیل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت ظاہری اور متابعت باطنی پر موقوف ہے اور متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات جملہ مامورات کے اکتساب اور جمیع منہیات سے اجتناب کا نام ہے جو محبت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے بغیر متصور نہیں۔ غرضیکہ متابعت نبوی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی کمال محبت کی فرع ہے۔ اہل طریقت نے وراثت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

وراثت صوری اور وراثت معنوی

وراثت صوری کا تعلق عالم خلق کے ساتھ ہے جبکہ وراثت معنوی عالم امر کے ساتھ مربوط ہے۔ وراثت کاملہ کا حامل وہی شخص ہو سکتا ہے جو وراثت صوری اور وراثت معنوی دونوں کا جامع ہو۔ بقول شاعر

مردی بہ سخاوت است کرامت بہ سجود
ہر کرا ایں دو نباشد عدش بہ ز وجود

متن علامت کمال محبت کمال بغض است باعداء او

صلی اللہ علیہ وسلم و اظہار عداوت با مخالفان شریعت

او علیہ الصلوٰة والسلام در محبت مدافعت گنجائش ندارد

مُحِبُّ دِیَوَانِے محبوب است تا با مخالفینت ندارد و

با مخالفان محبوب بیچ وجہ آشتی نمی نماید

ترجمہ: آن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کمال محبت کی علامت ان کے دشمنوں سے

کمال بغض رکھنا اور ان کی شریعت کے مخالفوں سے عداوت کا اظہار کرنا ہے۔ محبت میں سستی کی گنجائش نہیں ہے۔ محبت، محبوب کا دیوانہ ہوتا ہے جو مخالفت کی تاب نہیں رکھتا اور وہ محبوب کے مخالفین سے کسی طرح صلح نہیں کرتا۔

شرح

سطور بالا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کمال محبت کی علامت بیان فرمائی گئی ہے دراصل جب تک بندہ مومن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معاندین اور شریعت مطہرہ کے مخالفین کے ساتھ بغض و عداوت کا اظہار نہیں کرتا..... ان کے اعداء و منکرین کو ذلیل و خوار کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرتا..... ان کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کرنے اور انہیں اپنا ہمراز و صلاح کار بنانے سے اجتناب نہیں کرتا..... تو وہ ایمان و قرب کی لذات، دین اسلام کی برکات اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات سے محروم رہتا ہے۔

پہلے:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر اعدائے اسلام کے ساتھ بفرض محال ایسا معاملہ پیش آجائے تو قضائے حاجت انسانی کی طرح کراہت و اضطرار کے ساتھ اپنی ضرورت کو ان سے نکال لینا چاہئے۔

متن حصول دولتِ عظمیٰ متابعت موقوف بر ترکِ کلی دنیاوی نیست تا دشوار نماید بلکہ اگر زکوٰۃ مفروضہ

مثلاً موڈ می شود حکم ترکِ کل دارد در عدم وصول مضرت
 چه مال مزکی از ضرر برآمدہ است پس معاہجہ دفع ضرر از
 مال دنیاوی اخراج زکوٰۃ است از آن اگرچہ ترکِ کلی
 اولیٰ و افضل است اما ادائے زکوٰۃ ہم کارِ آن میکند

ترجمہ: متابعت (نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات) کی دولتِ عظمیٰ کا حصول دنیا کی ترک
 کلی پر موقوف نہیں ہے جو دشوار معلوم ہوتا ہے بلکہ اگر مثال کے طور پر فرض زکوٰۃ ادا
 کر دی جائے تو مضرت نہ پہنچنے میں وہ ترکِ کلی کا حکم رکھتی ہے کیونکہ پاک شدہ مال
 ضرر سے باہر آجاتا ہے پس دنیاوی مال سے ضرر دور کرنے کا علاج زکوٰۃ نکالنا ہے
 اس سے اگرچہ ترکِ کلی اولیٰ و افضل ہے لیکن زکوٰۃ کی ادائیگی بھی یہ کام (ترکِ کلی)
 کر دیتی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز متابعتِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات
 کے حصول کا مدار ترکِ دنیا کو قرار دے رہے ہیں۔ لفظ دنیا اسم تفضیل ادنیٰ کا مونث
 ہے جس کا معنی زیادہ قریب ہونے والی کے آتے ہیں۔ اہل لغت کے نزدیک اس
 عالم کو دنیا اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ زوال کے قریب ہے۔

علمائے متکلمین ہر اس مخلوق کو دنیا کہتے ہیں جو آخرت سے قبل وجود میں آئی
 جبکہ صوفیائے کرام کے نزدیک دنیا مال و دولت اور اہل و عیال کو نہیں کہا جاتا بلکہ دنیا

حق تعالیٰ سے غفلت کا نام ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا

چینت دنیا از خدا غافل بدن

نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

صوفیائے کاملین کے نزدیک ترک دنیا کا یہ مفہوم ہرگز نہیں کہ ظاہری آرائش و زیبائش اور اللہ تعالیٰ کی بے بہا نعمتوں سے منہ موڑ لیا جائے بلکہ ان کے نزدیک حق تعالیٰ کی یاد سے غفلت اور فکر آخرت کے ترک کا نام دنیا ہے۔ اگر دنیا کی خوبیوں اور نعمتوں کو آخرت کی حقیقی حیات کیلئے استعمال کیا جائے اور اس استعمال سے نفسانی خواہشات کی تکمیل مقصود نہ ہو بلکہ احکام شرعیہ کی تعمیل مقصود ہو تو اس صورت میں دنیا و آخرت دونوں محمود ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ رَبَّنَا إِنَّا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةٌ ۱ سے عیاں ہے۔

اہل طریقت نے ترک دنیا کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

ترک حقیقی اور ترک حکمی

ترک حقیقی یہ ہے کہ بقدر ضرورت کے علاوہ تمام مباحات کو ترک کر دیا جائے جو نہایت مشکل ہے اور یہ ترک دنیا کی اعلیٰ قسم ہے۔

ترک حکمی یہ ہے کہ محرمات و مشتبهات سے اجتناب کیا جائے اور امور مباحہ سے فائدہ اٹھایا جائے۔ یہ قسم بھی خصوصاً اس زمانہ میں بہت عزیز الوجود ہے جیسے صاحب نصاب ہوتے ہوئے سال کے بعد اپنے مال سے زکوٰۃ ادا کرنا ترک حکمی ہے۔ علاوہ ازیں دیگر اسلامی عبادات پر اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ان میں بھی ترک کا پہلو موجود ہے، اس لئے ضروری ہے کہ اگر ترک دنیا کلی طور پر نہ ہو سکے تو

ترک جزوی کو ہی اختیار کر لیا جائے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اَيَّاهَا

بقول شاعر

ترک دنیا گیر تا سلطان شوی

ورنہ ہم چو چرخ سرگرداں شوی

علمائے راسخین اور صوفیائے کاملین کے نزدیک کمینہ دنیا زہر قاتل اور متاع باطل ہے، اس لئے اس کی زیب و زینت اور حلاوت و طراوت پر فریفتہ شخص سحر زدہ اور فریب خوردہ ہے فلہذا اس کا ترک ہی افضل و اولیٰ ہے اور صوفیائے کرام کے ہاں اس کا ترک قرب حق کی سیڑھی ہے۔

بیتنہ:

واضح رہے کہ تصوف و طریقت کا نصب العین تصفیہ باطن، تزکیہ نفس اور اصلاح معاشرہ ہے۔ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات اور اولیائے عظام کا یہی مطمح نظر رہا ہے۔ منکرین یورپ نے ان پاکباز شخصیات کے مجاہدات و ریاضات اور ترک دنیا کا غلط مفہوم لیا اور انہیں نفسیاتی اور ذہنی مریض یا دنیوی ذمہ داریوں سے مفروض قرار دے کر اپنی جہالت و حماقت کا ثبوت دیا ہے حالانکہ صوفیائے کرام ہی وہ باکمال اور باہمت شخصیات ہیں جنہوں نے خلوت نشینی، عزت گزینی اور مجاہدات شاقہ کے ذریعے اپنی اصلاح اور بعد میں مخلوق خدا کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور لاکھوں قلوب میں اسلامی و روحانی انقلاب پیدا کر دیئے۔ اسی تصوف و طریقت کے حاملین کا میاب صوفیاء ہیں اور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اسی جاندار، زندہ اور متحرک تصوف کے داعی ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۱۶۶

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد امین لاہوری، رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

روحانی امراض کا علاج ذکر کثیر ہے



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد امین لاہوری رحمۃ اللہ علیہ کی طرف
صادر فرمایا گیا۔ غالباً مولانا محمد امین بن خواجہ حسینی الہروی ثم لاہوری مراد ہیں۔
آپ ہرات میں متولد ہوئے..... قندھار میں حضرت شیخ زین الدین خوانی کے
سامنے زانوئے تلمذتہ کیا۔ عہد اکبری میں ہندوستان آ کر ملک پور مضافات
لاہور میں قیام پذیر ہو گئے اور ۸۶ برس کی عمر میں وفات پائی۔

(نزہۃ الخواطر ۵/۳۶۱)

مکتوب - ۱۶۶

متن فکرِ ازالہ مرضِ قلبی درین فرصتِ سیرِ بزرگِ کثیر
 از اعم مہام است و علاجِ علتِ معنوی درین
 مہلتِ قلیلِ یادِ ربِ جلیل از اعظم مقاصدِ دلی کہ گرفتار
 غیر است ازو چہ توقعِ خیرِ روحی کہ مائل بہ بہتر است
 نفسِ امارہ ازو بہتر است آنجا ہم سلامتیِ قلبِ می طلبند
 و خلاصیِ روحِ می جویند

ترجمہ: اس خوش حال فرصت میں ذکر کثیر کے ذریعے قلبی مرض کے ازالہ کی فکر کرنا
 سب امور سے اہم ہے اور اس قلیل مہلت میں رب جلیل کی یاد سے باطنی مرض کا
 علاج سب سے بڑے مقاصد میں سے ہے۔ وہ دل جو غیر کا گرفتار ہے اس سے خیر
 کی توقع کیا ہو سکتی ہے۔ وہ روح جو کمینہ دنیا کی طرف مائل ہے اس سے نفس امارہ
 بہتر ہے وہاں تو مکمل طور پر قلبی سلامتی طلب کرتے ہیں اور روح کی خلاصی چاہتے

ہیں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز امراض باطنیہ اور
 علل معنویہ سے آزادی اور ذاتی اغراض و نفسانی خواہشات سے رستگاری حاصل
 کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں تاکہ بندہ مومن کو صفائے باطن اور قلب سلیم نصیب
 ہو جائے، جو شیخ کامل مکمل کی توجہات قدسیہ اور ذکر کثیر سے میسر ہو سکتے ہیں۔
 وَبِدُونِهِ خَرُطُ الْقَتَادِ



دفتر اول مکتوب ۱۶۷

مکتوب الیہ

ہندو مذہب کے حقائق



موضوعات

حق تعالیٰ جسمی و اسمی مشابہت سے منزہ ہے
کمون و بروز کی تفصیلات ، ہندو مذہب کی تردید
انبیاء کرام کی تعداد متعین نہیں ہے



مکتوب - ۱۶۷

متن بدان و آگاہ باش کہ پروردگارِ ما و شما بلکہ پروردگار
 عالمیاں چہ سموات و چہ ارضین و چہ علیین و چہ سفلیین
 یکے است و بے چون و بے چگونہ از شبہ و مانند منزہ
 است و از شکل و مثال مبرا پدری و فرزندمی در حق او تعالیٰ
 محال است کفایت و تماثل را در آن حضرت چہ مجال شائبہ
 اتحاد و حلول در شان او سبحانہ مستحجن است و مظنہ کمون
 و بروز در آن جناب قدس مستقیح

ترجمہ: جان لو اور آگاہ رہو کہ ہمارا اور تمہارا پروردگار بلکہ جہانوں کا پروردگار خواہ
 آسمان ہوں یا زمینیں، ملائکہ ہوں یا سفلیین (حیوانات و نباتات و جمادات) ایک
 ہے۔ بے چون اور بے چگون (ہے)، مثل اور مانند سے منزہ ہے اور شکل و مثال سے
 مبرا ہے۔ باپ یا بیٹا ہونا اس تعالیٰ کے حق میں محال ہے، ہم سری اور ہم مثل ہونے کو
 اس کے حضور کیا مجال۔ اس سبحانہ کی شان میں اتحاد و حلول کا شائبہ عیب ہے اور اس

بارگاہِ قدس میں کمون و بروز کا گمان قبیح ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نہایت عارفانہ اور جامع و مانع انداز میں توحیدِ خالص کا تذکرہ فرما رہے ہیں جس سے نظریہ توحید پر شکوک و شبہات اور اعتراضات و اشکالات کے پڑے ہوئے سارے غبار چھٹ جاتے ہیں۔ حق تعالیٰ سبحانہ ہر قسم کے علویات و سفلیات، حیوانات و جمادات و نباتات، عینیت و اتحاد، حلول و دخول اور کمون و بروز سے منزہ اور وراء الوراء ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **إِنَّ اللَّهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ** سے عیاں ہے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کمون و بروز کی قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ **وَبِاللَّهِ التَّوْفِيقُ**

کمون و بروز

لغت میں کمون کا معنی ہے پنہاں شدن یعنی پوشیدہ ہونا اور بروز کا معنی ہے بیرون آمدن و آشکار شدن یعنی باہر آنا اور ظاہر ہونا یعنی روح کے جسمِ اول سے استتار و اختفاء اور جسمِ دوم میں اسکی تربیت و تکمیل کیلئے نہ کہ حس و حرکت کے اثبات کیلئے، اس (روح) کے ظہور کو کمون و بروز کہا جاتا ہے۔

صوفیاء کرام کو طاعت و عبادت و ریاضت کی بدولت ایسا روحانی کمال و قدرت حاصل ہو جاتا ہے کہ وہ اپنی ارواح مقدسہ کو دوسروں میں منتقل کر سکتے ہیں۔ اس دوران ان کے اجسام مبارکہ بھی صحیح و سالم رہتے ہیں ایسا ممکن ہے بلکہ یہ امر واقع ہے

جیسا کہ عروجی منازل میں مبتدی سالکین کی ارواح عالم بالا کی سیر کے دوران تجلیات الہیہ سے شاد کام اور ملائکہ سے ہم کلام ہوتی ہیں۔ حضرت مولانا روم مست بادۃ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

صورتش بر خاک و جاں در لا مکان

لا مکانے فوق وہم سالکان

جبکہ منتہی عارفین عالم خلق اور عالم بالا کے ساتھ بیک وقت منسلک و مربوط

رہتے ہیں۔ کسی شاعر نے ان کی اس کیفیت کو یوں بیان کیا ہے

جہاں رہتے ہیں ہم بیدم نہ ویرانہ نہ بستی ہے

نہ آزادی نہ ہوشیاری نہ چالاکی نہ مستی ہے

..... مظہر کمالات خفی و جلی حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ العزیز بروز و کمون کے متعلق یوں ارشاد فرماتے ہیں:

جس وقت بروز کی حالت عارف پر وارد ہوتی ہے وہ ایسا بڑا ہو جاتا ہے کہ

نہایت وسعت کے سبب سے زمین و آسمان میں نہیں سماتا بلکہ زمین و آسمان اور عرش

و ما فیہا اس کے گوشہ قلب میں سما جاتے ہیں۔ پس سپاہ سلیمان (علیہ السلام) اسکے

قلب میں کیا حقیقت رکھتی ہے؟ اور جس وقت کمون کی حالت عارف پر آتی ہے تو وہ

اپنے آپ کو ذرہ سے بھی چھوٹا پاتا ہے بلکہ کچھ بھی نہیں پاتا۔

..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک کمون و بروز کے متعلق

مستقیم الاحوال مشائخ نے لب کشائی نہیں فرمائی کیونکہ اس سے ناقصین فتنہ و بلا میں

بتلا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے آپ کے نزدیک کمون و بروز جائز نہیں..... نیز یہ مشائخ

سے مشابہت رکھتا ہے اس لئے آپ ارقام پذیر ہیں کہ

۱ تذکرہ مشائخ نقشبندیہ

اگر کوئی شیخ کامل بروز و ظہور کے بغیر کسی مرید ناقص میں خداداد قدرت کے ساتھ اپنی صفات کاملہ کو اس مرید میں منعکس کر دے اور اپنی توجہات قدسیہ اور التفات کریمانہ کو اس انعکاس میں ثابت و برقرار رکھے یہاں تک کہ مرید ناقص نقص سے کمال تک پہنچ جائے اور وہ اپنی عادات رذیلہ کو ترک کر کے صفات حمیدہ کے ساتھ متصف ہو جائے تو کمون و بروز کچھ بھی درمیان میں نہیں آتا۔^۱

..... جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے توجہات قدسیہ اور التفات کریمہ کے ذریعے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صورت و سیرت کے اعتبار سے جمال نبوت کا آئینہ دار بنا دیا اور ہجرت کے موقعہ پر اہل مدینہ کیلئے آقا و غلام میں امتیاز کرنا مشکل ہو گیا۔^۲

..... خواجہ بے رنگ حضرت خواجہ باقی باللہ قدس سرہ العزیز نے نانباتی کو توجہات قدسیہ کے ذریعے اپنی مثل بنا دیا۔

..... حضرت علامہ نور بخش توکلی رحمۃ اللہ علیہ بروز و تناخ میں فرق بیان کرتے ہوئے یوں ارقام پذیر ہیں:

پوشیدہ نہ رہے کہ حیات دنیوی میں بعض بندگانِ خدا کو غایتِ صفا و لطافت سے بعنایت ایزدی اس بات پر قدرت ہوتی ہے کہ باوجود کالبد ظاہری کی قید کے مختلف بدن کسب کر سکیں۔ پس موت کے بعد جب کہ یہ قید رفع ہو جاتی ہے اور طائرِ روح اس قفس سے آزاد ہو جاتا ہے وہ دوسرے بدن کے کسب پر بطریقِ اولیٰ قادر ہیں اسے بروز کہتے ہیں۔

بروز و تناخ میں فرق ہے۔ اہل تناخ عموم و لزوم کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ کوئی روح نفیس ہو یا خسیس، مسلمان ہو یا کافر، انسان ہو یا حیوان کسی بدن سے

جدا نہیں ہوتی جب تک کہ کوئی دوسرا بدن اسکے واسطے تیار نہ ہو..... تاکہ پہلے بدن سے نکلتے ہی دوسرے میں چلی جائے، بخلاف اہل بروز کے، کہ ان کے نزدیک نہ عموم ہے نہ لزوم..... یعنی اس طائفہ کے نزدیک یہ کالمین سے خاص ہے اور وہ بھی برسبیل لزوم نہیں کیونکہ موت کے بعد کبھی بنا بر مصلحت دوسرے بدن میں ظاہر ہوتے ہیں خواہ وہ بدن اصلی دنیوی کی مثل ہو یا نہ ہو اور صورت بشری میں ہو یا نہ ہو اور پھر اتمام مطلوب کے بعد پس پردہ غائب ہو جاتے ہیں۔ جو لوگ بروز و تناسخ میں فرق نہیں کرتے وہ اولیائے کرام پر بے جا اعتراض و طعن کرتے ہیں۔

تا چند کنی ببادہ نوشاں انکار
انکار مکن کہ نیست نیکو ایں کار
رندے کہ بود ز بادۂ عرفاں مست
زنہار برو طعنه مکن صد زنہار ۱

بلینہ:

واضح رہے کہ اہل اللہ کی محبت و نیاز مندی کفار کیلئے بھی باعث اسلام اور حسن خاتمہ کا موجب ہو سکتی ہے جیسا کہ ہندو نعت گو شاعر دلورام کوثری بوقت نزاع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و ملاقات و ایمان سے مشرف ہوا..... یوں اس کا خاتمہ بالخیر ہو گیا۔ ایسے ہی مکتوب الیہ ہر دے رام ہندو جو حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا محبت و نیاز مند تھا کے متعلق بھی امید واثق ہے کہ اس کا خاتمہ بھی ایمان پر ہوا ہوگا۔ وَمَا ذَالِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ ۱

متن رام و کرشن و مانند انہا کہ الہیہ ہنود انداز کمینہ مخلوقات

رویندواز مادر و پدر زائیدہ اند رام پسر حضرت

است و برادر کچھمن و شوہر سیتا ہر گاہ رام کوچ خود را نگاہ

نہاں داشت غیرے را چہ مدد نماید عقل دور اندیش را کار

باید فرمود و بہ تقلید ایشاں نباید رفت

ترجمہ: رام و کرشن اور ان کے مانند جو ہندوؤں کے معبودان باطلہ ہیں اس کی کمینی مخلوقات میں سے ہیں اور ماں باپ سے پیدا ہوئے ہیں۔ رام..... جسرت کا بیٹا، کچھمن کا بھائی اور سیتا کا شوہر ہے۔ جب رام اپنی زوجہ کی حفاظت نہ کر سکا وہ کسی غیر کی کیا مدد کر سکتا ہے؟ عقل دور اندیش سے کام لینا چاہئے اور ان کی تقلید پر نہیں جانا چاہئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ہندو مذہب کی دلائل عقلیہ کے ذریعے تغلیط فرما کر ہندو مکتوب الیہ کو دعوت اسلام دے رہے ہیں کہ ہندوؤں کے معبودان باطلہ کی باقاعدہ تخلیق و تولید ہوئی ہے اس لئے وہ لائق عبادت اور قابل پرستش نہیں ہیں جبکہ حق تعالیٰ سبحانہ جسمی تولید و تخلیق اور ہر قسم کے اسمی شریک و سہیم سے بھی پاک اور منزہ ہے جیسا کہ آیات کریمہ لَمْ یَلِدْ ۝ وَلَمْ یُولَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ

لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۱ سے واضح ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ رام اور رحمن، رام اور رحیم کو ایک جاننا خالق اور مخلوق کو ایک جاننا ہے حالانکہ حق تعالیٰ سبحانہ مخلوق کے ساتھ ہر قسم کی مشابہت اور مماثلت سے پاک ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ ۲ سے عیاں ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ کو معبودان باطلہ رام اور کرشن کے ناموں سے موسوم کرنا اور رام و کرشن کی یاد و ذکر کو ذکر حق گردانا، شرک فتیح اور کفر صریح ہے بلکہ حق تعالیٰ سبحانہ کو تو قیفی اسماء سے ہی موسوم و یاد کرنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۳ سے آشکارا ہے۔

متن پیغمبرانِ ما علیہم الصلوٰت والتسلیمات کہ قریب
بیک لکھو بست و چہار ہزار گذشتہ اند خلائق را
عبادت خالق تر غیب فرمودہ اند و از عبادت غیر منع
نمودہ و خود را بندہ عاجز دانستہ اند و از ہیبت و عظمت او
تعالیٰ ترساں و لرزاں بودہ اند و آلہ ہنود خلق را بعبادت

خود ترغیب کردہ اند و خود را الہ دانستہ

ترجمہ: ہمارے پیغمبرانِ عظام علیہم الصلوٰات والتسلیمات جو تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار گزرے ہیں مخلوق کو خالق تعالیٰ کی عبادت کی ترغیب فرماتے رہے ہیں اور انہوں نے غیر اللہ کی عبادت سے منع فرمایا اور خود کو عاجز بندہ جانتے رہے اور اس تعالیٰ کی ہیبت و عظمت سے لرزاں و ترساں رہے ہیں اور ہندوؤں کے معبود، مخلوق کو اپنی عبادت کی ترغیب دیتے رہے اور اپنے آپ کو معبود جانتے رہے ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ جملہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات نے تمام انسانوں کو حق تعالیٰ کی وحدت مطلقہ اور احدیت الہیہ کا درس دے کر عبادت الہیہ کی ترغیب اور غیر اللہ کی عبادت سے تہدید و ترہیب دلائی ہے جبکہ ہندوؤں کے مبلغین اپنے آپ کو ہی معبود سمجھ کر مستحق عبادت بن بیٹھے۔ **الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ**

یہاں انبیاء کرام علیہم الصلوٰات کی تعداد کے متعلق قدرے معلومات ہدیہء قارئین ہیں۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کی تعداد کے متعلق متعدد و مختلف احادیث و اقوال ہیں۔ ملاحظہ ہوں

..... عَنْ أَبِي ذَرٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ كَمْ الْأَنْبِيَاءُ قَالَ مِائَةٌ أَلْفٍ وَعِشْرُونَ أَلْفًا حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم انبیائے کرام کتنے ہیں؟..... تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ایک لاکھ بیس ہزار۔

..... ۰ اِنَّهُ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ سُئِلَ عَنْ عَدَدِ الْاَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ فَقَالَ مِائَةٌ اَلْفٍ وَّارْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ اَلْفًا وَفِي رِوَايَةٍ مِائَتًا اَلْفٍ وَّارْبَعَةٌ وَعِشْرُونَ اَلْفًا یعنی آپ علیہ السلام سے انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کی تعداد کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار اور دوسری روایت میں ہے دو لاکھ چوبیس ہزار۔

..... ۰ امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار انبیائے کرام مبعوث فرمائے۔ چار ہزار بنی اسرائیل سے اور چار ہزار دیگر اقوام سے اور بعض کتابوں میں ہے کہ ایک لاکھ انبیائے کرام بھیجے گئے۔

مذکورہ بالا مختلف اقوال کے پیش نظر امام العقائد حضرت علامہ عمر نسفی رحمۃ اللہ

علیہ عقائد نسفی میں یوں ارقام پذیر ہیں

قَدْرُ وِي بَيَانِ عَدَدِهِمْ فِي بَعْضِ الْاَحَادِيثِ وَالْاُولَى اَنْ لَا يُقْتَصَرَ عَلَى عَدَدٍ فِي التَّسْبِيَةِ وَقَدْ قَالَ اللهُ تَعَالَى "مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ" وَلَا يُؤْمِنُ فِي ذِكْرِ الْعَدَدِ اَنْ يَدْخُلَ فِيهِمْ مَّنْ لَيْسَ مِنْهُمْ اَوْ يُخْرَجَ مِنْهُمْ مَّنْ هُوَ فِيهِمْ ۱ یعنی انبیائے

کرام علیہم الصلوٰت کی تعداد بیان کرنے میں بعض احادیث روایت کی گئی ہیں۔ اولیٰ یہ ہے کہ معین عدد پر اقتصار و اکتفاء نہ کیا جائے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ان میں سے بعض انبیاء کرام کا ذکر ہم نے آپ سے کر دیا اور ان میں سے بعض کا ذکر (قرآن مجید) میں آپ سے نہیں کیا۔ ان کی تعین تعداد میں اطمینان نہیں ہے۔

اگر تعداد زیادہ بیان کر دی گئی تو ممکن ہے ان میں وہ داخل ہو جائیں جو انبیاء کرام میں سے نہ ہوں اور اگر تعداد تھوڑی بیان کر دی گئی تو ممکن ہے کچھ انبیائے کرام علیہم الصلوٰت ان میں سے خارج ہو جائیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کی تعداد متعین نہیں فرمائی بلکہ متن میں ”قریب“ کا لفظ لکھ کر متکلمین اہلسنت کے موقف کی تائید فرمائی ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ تقریباً پچیس انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کے اسماء مبارکہ کی صراحت قرآن مجید میں مذکور ہے اور بعض انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کے تذکار کتب احادیث و تفاسیر میں موجود ہیں جیسے سیدنا یوشع بن نون، سیدنا خضر، سیدنا دانیال، سیدنا شمویل اور سیدنا حزقیل علیہم الصلوٰت۔

اس سلسلہ میں حضرت علامہ سید محمود آلوسی مجددی رحمۃ اللہ علیہ مِنْهُمْ مَنْ مَنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ ۱ میں ایک غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے یوں ارقام پذیر ہیں:

أَيَّمَا كَانَ لَا دَلَالَهَ فِي الْآيَةِ عَلَى عَدَمِ عَلَيْهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
بِعَدَدِ الْأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِينَ كَمَا تَوَهَّمَهُ بَعْضُ النَّاسِ ۲ بہر حال اس آیت
کریمہ سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرات انبیاء و مرسلین
علیہم الصلوٰت کی تعداد کا علم نہ تھا جیسے بعض لوگوں نے وہم کیا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۶۸

مکتوب الیہ

حضرت شیخ ^۲خواجہ ^۳محمد ^۴رفیق ^۵رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

طریقتِ نقشبندیہ ہر قسم کی بدعات سے پاک ہے
ذکر کے مراتب ثلاثہ ، نماز تہجد اہل اللہ کا شعار ہے
توجہاتِ مشائخِ نقشبندیہ اور عالمِ وجوب تک رسائی



مکتوب - ۱۶۸

متن علو این طریقہ عالیہ و رفعتِ طبقہ نقشبندیہ بواسطہ
التزام سنت است و اجتناب از بدعت لہذا
اکابرین طریقہ عالیہ از ذکر جہر اجتناب فرمودہ بذکر قلبی
دلالت نمودہ اند و از سماع و رقص و وجد و تواجہ کہ در زمان
آن سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و در زمان خلفائی راشدین
نبودہ علیہم الرضوان منع فرمودہ و خلوت و اربعین کہ در
صدر اول نبودہ بجائے آن خلوت در انجمن اختیار کردہ
لاجرم نتائج عظیمہ برین التزام مترتب گشتہ است و ثمرات
کثیرہ بر آن اجتناب متفرع شدہ

ترجمہ: اس طریقہ عالیہ کی بزرگی اور طبقہ نقشبندیہ کی بلندی سنت کے التزام اور
بدعت سے اجتناب کی وجہ سے ہے لہذا اس طریقہ عالیہ کے اکابرین ذکر جہر سے
اجتناب کرتے ہوئے ذکر قلبی کی تلقین فرماتے ہیں اور سماع و رقص اور وجد و تواجہ جو

کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد نبوت اور خلفاء راشدین علیہم الرضوان کے زمانہ خلافت میں نہ تھے، سے منع فرماتے ہیں اور گوشہ نشینی و چلہ کشی جو کہ دور صحابہ میں نہ تھے اس کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار کیا۔ لازماً اس التزام کی وجہ سے عظیم نتائج مرتب ہوئے اور اس اجتناب سے کثیر ثمرات حاصل ہوئے۔

شکر

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فضیلت اور مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی عظمت کا تذکرہ فرما رہے ہیں چونکہ یہ سلسلہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت، خلفائے راشدین کی سنت کے ساتھ بالخصوص اور دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بالعموم گہری مناسبت کی بنا پر بعینہ صحابہ کرام کا طریقہ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت علیکم بسنتی و سنت الخلفاء الراشدين ۱ اور خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَكُونُهُمْ ۲ سے ثابت ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت و صحبت کی بدولت ابتداء ہی وہ کمالات و برکات نصیب ہو جاتی تھیں جو اولیائے کاملین کو نہایت میں بھی کم ہی میسر ہوتے ہیں۔

خليفة رسول سيدنا صديق اكبر رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و زیارت اور القائے فیض، اعطائے نسبت سے ممتاز و مخصوص ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ما صاب اللہ فی صدری الا و صبتہ فی صدری ابی بکر ۳ سے عیاں ہے اس لئے سلسلہ نقشبندیہ آپ کی نسبت صدیقی کی بدولت جملہ سلاسل سے فوقیت و فضیلت رکھتا ہے۔

۱ مشکل الآثار: ۲/۱۹۵ ۲ صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۲۳۵۷ ۳ فصل الخطاب: ۲۵۷

مطلق ذکر عبادت ہے خواہ سری ہو یا جہری جبکہ ریا کے اختلاط سے پاک ہو اور ذکر بندہ مومن کیلئے ایسی نعمت کبریٰ ہے جس میں اس کی فوز و فلاح کا راز مضمر ہے جیسا کہ آیات کریمہ وَلَذِكْرُ اللَّهِ أَكْبَرُ ۗ اور يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذْكُرُوا اللَّهَ ذِكْرًا كَثِيرًا ۗ سے عیاں ہے۔

..... مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم ذکر جہری کی بجائے ذکر خفی سری کی ترجیح و فضیلت کے قائل ہیں کیونکہ ان کے نزدیک ذکر جہر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے علی سبیل المواظبت بالالتزام ثابت نہیں ہے۔

عارف باللہ حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ مجددی پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں
وَالْأَصْلُ فِي الْأَذْكَارِ الْإِخْفَاءُ وَالْجَهْرُ بِهِ بِدْعَةٌ فَإِذَا وَقَعَ التَّعَارُضُ فِي الْجَهْرِ يُرَجَّحُ الْأَقْلُ وَيَدُلُّ عَلَى كَوْنِ ذَاكِرِ السِّرِّ أَفْضَلُ وَمَجْمَعًا عَلَيْهِ مِنَ الصَّحَابَةِ مَنْ تَبِعَهُمْ قَوْلُ الْحَسَنِ أَنَّ بَيْنَ دَعْوَةِ السِّرِّ وَدَعْوَةِ الْعَلَانِيَةِ سَبْعُونَ ضِعْفًا لِعَنَى إِذْكَارٍ فِيهِمْ أَصْلُ إِخْفَاءٍ هُوَ أَوْ جَهْرٍ بَدْعَةٌ هِيَ، جَبْ جَهْرٍ فِي تَعَارُضٍ بِأَيَّامٍ كَمَا تَوَافَقَتْ تَرْجِيحُ يَأْتِي هُوَ كَمَا أَوْرِثَ بِأَمْرِ اسْبَاتٍ بِرِدَالٍ هُوَ كَهْ سَرِي ذَكَرَ كَرْنِ وَالْأَفْضَلُ هُوَ أَوْ اسْبَاتٍ كَرَامِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ كَالْجَمَاعِ هُوَ۔ ان کی اتباع میں حضرت امام حسن بصری رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ سری دعا اعلانیہ دعا سے ستر درجے افضل ہے..... مزید تحریر فرماتے ہیں

أَجْمَعَ الْعُلَمَاءُ عَلَى أَنَّ الذِّكْرَ سِرٌّ هُوَ الْأَفْضَلُ وَالْجَهْرُ بِالذِّكْرِ بِدْعَةٌ إِلَّا فِي مَوَاضِعَ مَخْصُوصَةٍ مَسَّتِ الْحَاجَةَ فِيهَا إِلَى الْجَهْرِ بِهِ كَالْأَذَانِ وَالْإِقَامَةِ وَتَكْبِيرَاتِ التَّشْرِيقِ وَتَكْبِيرَاتِ الْإِنْتِقَالِ فِي الصَّلَاةِ

وَالْتَسْبِيحِ لِلْمُقْتَدِي إِذَا نَابَ نَائِبُهُ وَالتَّلْبِيَّةِ فِي الْحَجِّ وَنَحْوِ ذَلِكَ ۱
یعنی علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ ذکر سری افضل ہے اور ذکر جہری بدعت ہے لیکن
مخصوص مقامات پر جبکہ ذکر جہری کی ضرورت ہے جیسے اذان، اقامت، تکبیرات
تشریق، نماز میں تکبیرات انتقال، مکبر کا نیابتِ امام میں تسبیح کہنا اور تلبیہ حج
وغیرہا۔

ذکر کے مراتب ثلاثہ

عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کے
تین مراتب تحریر فرمائے ہیں

اعْلَمْ أَنَّ الذِّكْرَ عَلَى ثَلَاثَةِ مَرَاتِبٍ أَحَدُهَا الْجَهْرُ وَرَفْعُ الصَّوْتِ
بِهَا وَذَلِكَ مَكْرُوهٌ إِجْمَاعًا إِلَّا إِذَا دَعَتْ إِلَيْهِ دَاعِيَةٌ وَاقْتَضَتْهُ حِكْمَةٌ
فَحِينَئِذٍ قَدْ يَكُونُ أَفْضَلُ مِنَ الْإِخْفَاءِ كَالْأَذَانِ وَالتَّلْبِيَّةِ --- الخ

مرتبہ اولیٰ

یعنی ذکر کے تین مرتبے ہیں ان میں اولاً ذکر بالجہر جو با آواز بلند کیا جاتا ہے یہ
اجماعاً مکروہ ہے البتہ جب کوئی مصلحت و ضرورت اور اقتضائے حکمت ہو تو اس
صورت میں ذکر بالجہر ذکر خفی سے افضل ہوتا ہے جیسے اذان اور تلبیہ وغیرہا۔ شاید
صوفیائے چشتیہ رحمۃ اللہ علیہم نے مبتدی سالک کے لئے اقتضائے حکمت کی خاطر
ذکر بالجہر کو اختیار فرمایا ہے تاکہ شیطان مطرود ہو جائے..... سالک غفلت و نسیان
سے محفوظ ہو جائے..... اور اس کے قلب میں آتش عشق شعلہ زن ہو جائے..... لیکن

ان کے نزدیک بھی ریاکاری اور نمود و نمائش سے احتراز شرط ہے۔

مرتبہ ثانیہ

الذِّكْرُ بِاللِّسَانِ سِرًّا وَهُوَ الْمُرَادُ بِقَوْلِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعِنِّي
ذِكْرٌ بِاللِّسَانِ سِرِّي هِيَ (زبان سے آہستہ آواز کے ساتھ ذکر کرنا) ارشادات نبویہ علی
صاحبہا الصلوٰت لا يَزَالُ لِسَانُكَ رَطْبًا مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۱ (تیری زبان اللہ کے
ذکر سے ہمیشہ تر رہے) دوسری روایت میں قِيلَ أَيْ الْأَعْمَالِ أَفْضَلُ قَالَ
أَنْ تَفَارِقَ الدُّنْيَا وَلِسَانُكَ رَطْبٌ مِّنْ ذِكْرِ اللَّهِ ۲ (عرض کی گئی کونسا عمل
سب سے افضل ہے؟..... فرمایا یہ کہ تو دنیا سے رخصت ہو رہا ہو اور تیری زبان ذکر
الہی سے تر ہو) سے یہی ذکر مراد ہے۔

مرتبہ ثالثہ

الذِّكْرُ بِالْقَلْبِ وَالرُّوحِ وَالنَّفْسِ وَغَيْرِهَا الَّذِي لَا مَدْخَلَ فِيهِ
اللِّسَانُ وَهُوَ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ الَّذِي لَا يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ ۳ یعنی وہ ذکر جو
قلب، روح اور نفس وغیرہ دیگر لطائف کے ساتھ ہے جسمیں زبان کا کوئی دخل نہیں
ہوتا وہ ذکر خفی ہے جسے ملائکہ حفظہ بھی نہیں سنتے۔

❁..... ارشاد باری تعالیٰ ہے: **وَإِذْ كُنتُمْ فِي نَفْسِكُمْ ۴** اپنے رب کو اپنے نفس
(دل) میں یاد کرو۔

❁..... دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے: **أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً ۵**

۱ ابن ماجہ: ۲۷۷ ۲ تفسیر البغوی: ۱/۱۶۸ ۳ تفسیر مظہری ۳/۳۶۲

۴ الاعراف: ۷: ۲۰۵ ۵ الاعراف: ۷: ۵۵

یعنی اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور خفیہ دعا کرو۔

..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ ۱ سب سے بہتر ذکر خفی ہے۔

..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مقام پر یوں فرمایا: لَفَضْلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ الَّذِي لَا يَسْبَعُهُ سَبْعُونَ ضِعْفًا ۲ یعنی ایسا ذکر خفی جس کو کوئی نہ سنے (وہ ذکر جہری سے) ستر درجے فضیلت رکھتا ہے۔

..... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے: كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُفَضِّلُ الذِّكْرَ الْخَفِيَّ الَّذِي لَا يَسْبَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعِينَ ضِعْفًا ۳ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایسا ذکر خفی جسے ملائکہ حفظ بھی نہ سن سکیں ذکر جہری سے ستر درجے افضل قرار دیتے تھے۔

علامہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قُلْتُ هَذَا الْحَدِيثُ كَانَ دَالًّا عَلَى أَفْضَلِيَّةِ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ ۴ یعنی میں کہتا ہوں کہ یہ حدیث ذکر خفی کی افضلیت پر دلالت کرتی ہے۔

..... ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے:

أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْكُرُ اللَّهَ عَلَى كُلِّ أَحْيَانِهِ ۵ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے تھے۔

اس حدیث کی شرح کرتے ہوئے حضرت شیخ عبدالغنی دہلوی محدث مدنی رحمۃ اللہ علیہ انجاء الحاجہ شرح سنن ابن ماجہ میں رقمطراز ہیں

۱ مجمع الزوائد: ۱۰/۸۱، مسند احمد، رقم الحدیث: ۱۳۹۷ ۲ مجمع الزوائد رقم الحدیث: ۱۶۷۹۶

۳ مسند ابویعلیٰ، رقم الحدیث: ۳۶۱۵ ۴ تفسیر مظہری: ۳/۳۶۲ ۵ ابن ماجہ: ۲۶

قَوْلُهُ كَانَ يَذْكُرُ اللَّهَ الخ لَا يُتَصَوَّرُ هَذَا الذِّكْرُ إِلَّا بِالْقَلْبِ ۱
یعنی دائمی ذکر کا ذکر قلبی کے بغیر تصور ہو ہی نہیں سکتا۔ یقیناً ذکر باللسان فی کل احیان
متصور نہیں کیونکہ انسان یا تو حالت نیند میں ہوتا ہے یا حالت بیداری میں۔ حالت نیند
میں وہ ذکر باللسان سے غافل ہوتا ہے یونہی بیت الخلاء میں قضائے حاجت کے
وقت ذکر باللسان مکروہ ہے بخلاف ذکر قلبی کے کیونکہ حق تعالیٰ کے ساتھ قلب کا تعلق
حالت نوم اور حالت بیداری دونوں میں برابر ہوتا ہے۔

..... حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی تلاوت قرآن باواز اخفاء
وجہ پر تبصرہ کرتے ہوئے قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ
العزیز یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا تلاوت باواز بلند
نشان مجاہدہ ہے اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا باواز خفی نشان مشاہدہ ہے اور مقام
مجاہدہ اندر جنب مقام مشاہدہ چون قطرہ بود اندر بحری ۲
مقام مجاہدہ، مقام مشاہدہ کے مقابلے میں ایسے ہے جیسے قطرہ سمندر کے مقابلہ میں۔

بیانہ:

یہ امر متحضر رہے کہ عہد رسالت، خلفائے راشدین کے دور خلافت اور دور
صحابہ میں چلہ کشی، خلوت نشینی، سماع و رقص اور وجد و تواجد جیسے امور نہ تھے بلکہ یہ بعد
کے محدثات ہیں، اس لئے طریقہ نقشبندیہ میں ان سے اجتناب اور سنت کے التزام کا
خصوصی اہتمام ہوتا ہے۔ طریقت نقشبندیہ میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم کی متابعت
و مناسبت کی بناء پر روحانی ارتقاء اور قرب خدا کا انحصار اتباع سنت، تخریب بدعت اور
شیخ کی محبت و زیارت پر ہے جبکہ دیگر سلاسل طریقت میں باطنی ارتقاء اور طئی سلوک کا

۱ حاشیہ ابن ماجہ: ۲۶ ۲ کشف المحجوب فارسی: ۶۸ مطبوعہ نوائے وقت پرنٹرز لاہور

دارو مدار ریاضتوں، دہوں اور چلوں پر ہے۔

سلطان العشاق حضرت مولانا عبدالرحمن جامی قدس سرہ العزیز نے کیا خوب کہا

از دل سالکِ رہِ جاذبہءِ صحبتِ شام

می برد و سوسہءِ خلوت و فکرِ چلہ را

متن نماز تہجد را: جمعیت تمام ادا می نمایند و این بدعت

را در رنگِ سنت تراویح در مساجد رواج رونق

می بخشند و این عمل را نیک می دانند و مردم را بر آن ترغیب

می کنند و حال آنکہ ادائے نوافل را باجماعت فقہاء

شکر اللہ تعالیٰ سعئہم مکروہ گفتہ اندا شد کراہت

ترجمہ: (بعض لوگ) نماز تہجد کو کامل جمعیت کے ساتھ ادا کرتے ہیں اور اس

بدعت کو سنت تراویح کی طرح مساجد میں رواج و رونق بخشتے ہیں اور اس عمل کو اچھا

جانتے ہیں اور لوگوں کو اس کی ترغیب دیتے ہیں حالانکہ فقہاء کرام شکر اللہ تعالیٰ

سعئہم ادائے نوافل باجماعت کو اشد مکروہ کہتے ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نماز تہجد کو باجماعت ادا کرنے کی

کراہت کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نماز تہجد کے

فضائل و فیوضات بیان کر دیئے جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔
وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

نماز تہجد کے فضائل

جب اہل دنیا شب کی تاریکیوں میں خواب راحت کے مزے لوٹ رہے ہوتے ہیں تو دردِ محبت و فراق سے لاچار اور عشق و مستی سے سرشار، کچھ مردانِ باخدا محبوب کے دیدار و وصال کے طلب گار، نرم و گداز بستروں کو چھوڑ کر، سراپا ادب و نیاز دست بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ کبھی اپنے پروردگار کے حضور قیام و قعود کرتے ہیں کبھی رکوع و سجود کرتے ہیں کبھی اپنے رحیم و کریم رب کی حمد و ستائش کرتے ہیں، کبھی اس کی بارگاہ بندہ نواز میں دست بدعا ہو کر اس کے فضل و کرم کی بھیک مانگتے ہیں، جیسا کہ آیاتِ کریمہ وَالَّذِينَ يَبِينُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَقِيَامًا ۚ اور تَتَجَافَىٰ جُنُوبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَطَمَعًا ۚ سے عیاں ہے۔

بالآخر اسی پیچ و تاب اور سوز و ساز، فغانِ نیم شبی اور آہِ سحرگاہی کی بدولت رخِ حقیقت سے نقاب، الٹ اور چہرہٴ محبوب سے حجاب، سرک جاتے ہیں۔ مولانا روم مستِ بادۂ قیوم نے کیا خوب کہا

چوں نشینی بر سرِ کوئے کسے
عاقبت بنی تو ہم روئے کسے
حاصل آنکہ ہر کہ او طالب بود
جانِ مطلوبش برو راغب بود

لفظ تہجد بر وزن تَفَعَّلُ هُجُودٌ سے مشتق ہے اور ہجود لفظ عفا کی مانند اضداد میں سے ہے جو سونا اور بیدار ہونا دونوں معنوں میں مستعمل ہے جیسے اِثْمٌ کا معنی گناہ کرنا اور تَأْتُمُّ کا معنی ترک گناہ ہے ایسے ہی هُجُودٌ کا معنی سونا اور تہجد کا معنی ترک نیند (جاگنا) ہے۔ ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فرمان قِيَامُ اللَّيْلِ بَعْدَ النَّوْمِ سے یہی مفہوم واضح ہوتا ہے۔

نماز تہجد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور فرض یا زائد عبادت لازم تھی جیسا کہ آیہ کریمہ وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهِ نَافِلَةً لَّكَ^۱ سے عیاں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاحیات ظاہری اس کا خصوصی اہتمام فرمایا اور اپنی امت کو بھی اس کے التزام کی تاکید فرمائی..... اس لئے یہ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات پر نفل مؤکدہ علی الکفایہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ذوق شب خیزی اور آہ سحرگاہی سے بے بہرہ لوگ معرفت حق اور گنج سعادت سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حضرت حافظ شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا

ہر گنج سعادت کہ خدا داد بحافظ

از یمن دعائے شب و وردِ سحری بود

اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں ادا کیا

عطار ہو ، رومی ہو ، رازی کہ غزالی

کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحرگاہی

جب بندہ مؤمن کو تہجد گزاری اور اشکباری کی نعمت غیر مترقبہ نصیب ہوتی ہے تو مشاہدہ محبوب اور وصل یار کی بدولت حسن و برکات اور انوار و تجلیات اسکے چہرے سے عیاں ہوتے ہیں جیسا کہ سَيِّمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِمْ مِّنْ اَثْرِ السُّجُودِ^۲ اور

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت من کثرت صلواتہ باللذیل حسن و جہہ
بِالنَّهَارِ لے سے واضح ہے۔

بقول اقبال مرحوم

چناں با ذاتِ حق خلوت گزینی
ترا او بیند و او را تو بینی
بخود محکم گذار اندر حضورش
مشو ناپید اندر بحرِ نورش
چناں در جلوہ گاہِ یار می سوز
عیان خود را نہاں او را بر افروز

نماز تہجد اہل اللہ کا شعار ہے اور بندۂ مؤمن کا افتخار ہے..... نماز تہجد قضائے
حاجات، کفارۂ سیئات، بلندی درجات اور ظہور تجلیات کا حسین موقع ہے.....
نماز تہجد حصول قرب اور رضائے الہی کا زینہ ہے..... نماز تہجد وصلِ رحمٰن اور حصول انعام
کا ذریعہ ہے..... نماز تہجد محبت و معرفت الہی کا گنجینہ ہے..... نماز تہجد بندگی کا نشان
اور مقررین کی پہچان ہے..... نماز تہجد لقائے محبوب اور دید مطلوب کا موجب ہے۔

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں فرمایا
رات پوے تے بے درداں نوں نیند پیاری آوے
درد منداں نوں تا نگھ سخن دی ستیاں آن جگاوے

متن نسبت ایشاں فوق ہمہ نسبتہا آمدہ کلام ایشاں دواء
 امراض قلبیہ است و نظرشان شفاء علیٰ معنویہ و توجہ
 و جہہ ایشاں طالبان را از گرفتاری کونین نجات می بخشد
 و ہمت رفیع شان مریداں را از خضیض امکان بذروہ
 و جوب می برد.... لیکن دریں اوان کہ آن نسبت شریفہ
 عنقائے مغرب گشتہ است

ترجمہ: ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے۔ ان کا کلام قلبی امراض کیلئے
 دوا اور ان کی نظر روحانی بیماریوں کیلئے شفا ہے اور ان کی زبردست توجہ طالبوں کو
 دونوں جہاں کی گرفتاری سے نجات بخشتی ہے۔ ان کی بلند ہمت، مریدوں کو امکان
 کی پستی سے وجوب کی بلندی تک لے جاتی ہے..... لیکن اس زمانے میں یہ نسبت
 شریفہ عنقائے مغرب ہوگئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کی فوقیت اور مشائخ
 نقشبندیہ کی توجہات قدسیہ کی برکات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل خواجگان
 نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی نسبت و توجہ و کلام اس قدر قوی اور پرتاثر ہوتی ہیں جن کی
 بدولت ان کے مریدین کے بطون کا تصفیہ اور نفوس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اور وہ ہر ماسویٰ
 سے چھٹکارا حاصل کر کے توحید عیانی، وصل عریانی اور تجلی ذاتی دائمی سے شاد کام

اور فیضیاب ہوتے ہیں۔ مولانا عبدالرحمان جامی قدس سرہ العزیز نے خوب کہا

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند

کہ برند از رہ پنہاں بحرم قافلہ را

مُرور زمانہ، لوگوں کی کم ظرفی اور دوس ہمتی کی وجہ سے نسبت نقشبندیہ کبریت احمر کی مانند کمیاب، پوشیدہ اور عنقاء ہو گئی ہے۔ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے نسبت نقشبندیہ کو عَنقَائے مُغْرِب سے تشبیہ دی ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں عنقائے مُغْرِب کے متعلق قدرے وضاحت کر دی جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

عنقاء مغرب ایک عجیب الخلق اور مقطوع النسل دراز گردن پرندہ ہے جسے

فارسی میں سمرغ کہتے ہیں چنانچہ روایت ہے!

اللہ تعالیٰ نے دور اول میں ایک پرندہ تخلیق فرمایا جسے عنقاء کہا جاتا تھا۔ بلا حجاز میں اس کی نسل کثرت سے پائی جاتی تھی۔ وہ بچوں کو اچک کر لے جاتا تو لوگوں نے قبیلہ بنی عبس کے سردار خالد بن سنان سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے اس کی انقطاع نسل کیلئے دعائے ضرر فرمائی، اس لئے وہ نابود ہو گیا۔ اب بزم گیتی میں محض اس کا نام باقی ہے۔^۱

پہلے:

قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ الغفار نسبت نقشبندیہ کی جامعیت و عظمت کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں۔ نسبت خواجگان قدس اللہ ارواہم آں نسبت شریف کہ جامع جمیع نسبتہاست و خلاصہ و مفہائے مجموع طریقہاست^۲

۱ کنز العمال جلد دوازدہم: ۳۳۷ ۲ فقرات: ۳۸

یعنی نسبت خواجگان قدس اللہ ارواحہم وہ نسبت شریفہ ہے جو جمیع نسبتوں کی جامع ہے اور تمام طریقوں کا خلاصہ و منتہا ہے۔

ایک اور مقام پر یوں ارشاد فرماتے ہیں خواجگان این سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بہر زرقی و ورقاصی نسبت نذارد کارخانہ ایشان بلند است لے اس سلسلہ عالیہ کے خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کسی مکار اور رقص کے ساتھ نسبت نہیں رکھتے، ان کا کارخانہ بلند ہے۔

متن نماز تہجد را باین وضع سیزده رکعت می انگارند کہ
دوازده رکعت ایستاده می گذارند و دو رکعت
نشسته کہ حکم یک رکعت پیدا کند از آنجا گرفته اند کہ ثواب
قاعد نصف ثواب قائم است و این علم و عمل نیز مخالف
سنت است علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ حضرت
پیغمبر کہ سیزده رکعت ادا فرمودہ اند ہمراہ و تراست

ترجمہ: یہ لوگ نماز تہجد کو تیرہ رکعت اس طرح خیال کرتے ہیں کہ بارہ رکعت کھڑے ہو کر ادا کی جائیں اور دو رکعت بیٹھ کر تاکہ وہ ایک رکعت کا حکم پیدا کر لیں۔ انہوں نے یہ موقف یہاں سے اخذ کیا ہے کہ بیٹھے ہوئے نمازی کا ثواب کھڑے ہوئے نمازی کے ثواب کا نصف ہوتا ہے حالانکہ یہ علم و عمل بھی مخالف سنت (علی

صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ) ہے۔ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرہ رکعات وتر کے ساتھ ادا فرمائی ہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک ایسی بدعت کا ذکر فرما رہے ہیں جو خلاف سنت ہی نہیں بلکہ رافع سنت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مبتدعین نماز تہجد کی تیرہ رکعات کو یوں ادا کرتے ہیں کہ بارہ رکعات کھڑے ہو کر اور دو رکعتوں کو بیٹھ کر ادا کرتے تاکہ وہ ایک رکعت کے برابر ہو جائے اور اپنے اس فعل شنیع کی تائید حدیث پاک سے کرتے حالانکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز تہجد کی صرف تیرہ رکعات ہی ادا نہیں فرمائیں بلکہ آپ نے بلحاظ وقت وصحت وغیرہ کبھی تیرہ رکعات، کبھی گیارہ رکعتیں، کبھی نو رکعات اور کبھی سات رکعات ادا فرمائی ہیں جیسا کہ درج ذیل روایات مختلفہ سے ثابت ہے اور ان میں تین رکعتیں وتر ہیں چنانچہ ملاحظہ ہوں

..... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ ثَلَاثَ عَشْرَةَ رَكْعَةً ۱ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو تیرہ رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔

..... عَنْ عَائِشَةَ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُصَلِّي مِنَ اللَّيْلِ تِسْعَ رَكْعَاتٍ ۲ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نماز تہجد نو رکعات ادا فرمایا کرتے تھے۔

..... عَنْ عَامِرِ الشُّعْبِيِّ قَالَ سَأَلْتُ عَبْدَ اللَّهِ بْنَ عَبَّاسٍ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنَ عُمَرَ عَنِ صَلَاةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاللَّيْلِ فَقَالَ ثَلَاثَ

۱ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۴۹ ۲ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۵۰

عَشْرَةَ رُكْعَةٍ مِنْهَا ثَمَانٌ وَيُوتِرُ بِثَلَاثٍ ۱..... حضرت عامر شعمی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرات عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صلوٰۃ لیل کے متعلق پوچھا تو ان دونوں نے فرمایا تیرہ رکعات..... جن میں سے آٹھ رکعات نماز تہجد ہوتیں اور تین رکعت وتر ہوتے۔

..... عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْرَأُ فِي الرَّكْعَةِ الْأُولَى مِنَ الْوَيْتِ بِأَمْرِ الْكِتَابِ وَسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى وَفِي الثَّانِيَةِ بِأَمْرِ الْقُرْآنِ وَقُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ وَفِي الثَّلَاثَةِ بِأَمْرِ الْكِتَابِ وَقُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ وَفِي رِوَايَةٍ أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يُوتِرُ بِثَلَاثٍ ۲ یعنی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وُتروں کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اعلیٰ، دوسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ کافرون اور تیسری رکعت میں سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص پڑھا کرتے تھے اور ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وُتروں کی تین رکعات پڑھتے تھے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض گزار ہوئے حَدَّثْتُ يَا رَسُولَ اللَّهِ إِنَّكَ قُلْتَ صَلَاةُ الرَّجُلِ قَاعِدًا عَلَى نِصْفِ الصَّلَاةِ وَأَنْتَ تُصَلِّي قَاعِدًا قَالَ أَجَلٌ وَلَكِنِّي لَسْتُ كَأَحَدٍ مِّنْكُمْ ۳

یعنی یا رسول اللہ مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے کا آدھا ثواب ہوتا ہے اور آپ خود بیٹھ کر نماز ادا فرما رہے ہیں۔ آپ نے

۱ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۳۵۱ ۲ مسند امام اعظم: ۹۱ مطبوعہ نور محمد کتب خانہ کراچی

۳ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۲۱۴

فرمایا ہاں لیکن میں تم جیسا کب ہوں؟

جبکہ دوسری حدیث میں اجر و ثواب کی جو صراحت فرمائی گئی ہے فہو ہذا

مَنْ صَلَّى قَاعِدًا فَلَهُ نِصْفُ أَجْرِ الْقَائِمِ ۱



دفتر اول مکتوب ۱۶۹

مکتوب الیہ

حضرت شیخ عبد الصمد سلطانپوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

ذوات مقدسہ اور اعمال صالحہ حصول مطلوب

کے لئے وسائل ہیں

شیخ سے عامیانه گفتگوروحانی موت ہے



مکتوب - ۱۶۹

متن مخدوم مقصد اقصیٰ و مطلب اسنے وصول، جناب
 قدس خداوندی است جل سلطانہ، لیکن چون
 طالب در ابتدا بواسطہ تعلقاتِ شتے در کمال تدنس و منزل
 است و جناب قدس او تعالیٰ در نہایت تنزہ و ترفع و
 مناسبتی کہ سبب افاضہ و استفاضہ است در میان مطلوب
 و طالب مسلوب است لاجرم از پیر راہ دان و راہ بین
 چارہ نبود کہ بر رخ بود و از ہر دو طرف حظ وافر دار دتا و واسطہ
 وصول طالب بمطلوب کرد

ترجمہ: میرے مخدوم مقصد اقصیٰ اور مطلب اسنی خدا تعالیٰ جل سلطانہ کی بارگاہ
 قدس ہے لیکن مختلف تعلقات کی وجہ سے ابتداء ہی حد درجہ گندگی اور پستی میں ہے
 اور حق تعالیٰ کی بارگاہ قدس نہایت پاکیزہ اور بلند ہے لہذا وہ مناسبت جو افاضہ
 اور استفاضہ کا سبب ہے، مطلوب اور طالب کے درمیان مسدود ہے۔ لامحالہ راہ
 دان اور راہ بین کے بغیر چارہ نہیں جو ہر دو طرف سے حظ وافر رکھتا

ہو، تاکہ وہ طالب کیلئے مطلوب تک وصول کا واسطہ بن جائے۔

شرح

اس مکتوب گرامی کی تفہیم کے لئے چند تمہیدی کلمات اور بنیادی امور ہدیہء
قارئین ہیں۔

سالک کا مقصود و منتہا ذات حق جل سلطانہ ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **وَأَنَّ إِلَىٰ رَبِّكَ الْمُنْتَهَىٰ**^۱ سے واضح ہے اور حریم قدس جل سلطانہ کا قرب و وصل ہی اس کا مطلوب ہے۔ اس مقصود و مطلوب تک رسائی ذوات مقدسہ اور اعمال صالحہ کے ابتغاء و استعانت کے بغیر ممکن نہیں جیسا کہ آیات کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ**^۲ اور **اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ**^۳ سے عیاں ہے اور یہ ذوات و اعمال، وصول مقصود اور حصول مطلوب کیلئے وسائل و وسائط ہیں۔ چونکہ اعمال تہمت زدہ و ناقص ہونے کی بنا پر قابل اعتماد اور لائق قبول نہیں اس لئے یہ حصول مقصود کے لئے اتنے مفید اور موثر ثابت نہیں ہوتے جبکہ انبیائے کرام، علمائے حقیقت اور مشائخ طریقت کی ذوات مقدسہ، بارگاہ قدس جل سلطانہ میں مقبول و محبوب ہوتی ہیں اس لئے ان کا وسیلہ زیادہ موثر اور سود مند ثابت ہوتا ہے۔ ان حضرات کے ساتھ محبت و مودت و ارادت کی منجملہ وجوہات میں سے ایک بنیادی وجہ یہی ہوتی ہے۔

چونکہ خالق اور مخلوق، مطلوب اور طالب کے درمیان عدم مناسبت کی وجہ سے باہمی افادہ و استفادہ کی راہیں مسدود و مسلوب ہوتی ہیں، اگرچہ قادر مطلق جل سلطانہ کیلئے بغیر کسی مناسبت کے کمالات کا افادہ و استفادہ ممکن تھا مگر اس تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے ساتھ مخلوق کے قضائے حوائج اور افادہ

کمالات کو اسباب کے پردوں میں مستور فرمادیا تاکہ مستفیضین و سالکین ان ذوات عالیہ کے طوق غلامی کو باعث افتخار اور موجب حصول مراد سمجھیں اور ہمیشہ ان کے نیاز مند اور خدمتگار رہیں۔ چنانچہ قدوۃ الکاملین حضرت سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری قدس سرہ العزیز اس سلسلہ میں جو رقمطراز ہیں مخلصاً پیش خدمت ہے۔

میں ایک مرتبہ اپنے شیخ طریقت شیخ العباد حضرت ابوالفضل محمد بن الحسن الختلی رضی اللہ عنہ کو وضو کروا رہا تھا میرے دل میں خیال گذرا کہ جب سارے کام تقدیر و قسمت سے صورت پذیر ہوتے ہیں تو آزاد منش لوگ امید کرامت پر پیران عظام کے غلام بے دام کیوں بنے رہتے ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا برخوردار جو تجھے وسوسہ آ رہا ہے میں اسے سمجھ رہا ہوں۔ تجھے جاننا چاہئے کہ ہر حکم کا ایک سبب ہے۔ جب حق تعالیٰ چاہتا ہے کہ کسی حاجت زادہ کو تاج کرامت سے نوازیں تو اسے توبہ کی توفیق عطا فرمادیتا ہے اور اسے اپنے کسی دوست کی خدمت میں مشغول کر دیتا ہے تاکہ یہ خدمت اس کیلئے سبب کرامت ہو جائے۔

متن درابتداء و درتوسط مطلوب را بے آئینہ پیر نمی
توان دید و درانتہا بے توسط آئینہ پیر جمال مطلوب
جلوہ گرمی گردد و وصل عریاں حاصل می شود

ترجمہ: طالب ابتداء اور درمیان میں مطلوب حقیقی کو آئینہ پیر کے بغیر نہیں دیکھ سکتا جبکہ انتہا میں آئینہ پیر کے بغیر جمال مطلوب جلوہ گر ہو جاتا ہے اور طالب کو وصل عریاں حاصل ہو جاتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں دراصل جب کوئی سالک کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی سلوک طے کرنا شروع کرتا ہے تو اسے ابتدائی اور درمیانی مدارج میں ہر قدم پر شیخ کی توجہات و تصرفات و دعوات کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ شیخ کے ساتھ وفاداری بشرط استواری اور عشق و محبت جس قدر زیادہ ہوگی اتنا ہی رابطہ شیخ میں زیادہ استحکام اور رسوخ پیدا ہوتا ہے جو راہ سلوک کی پہلی سیڑھی ہے جس کے بعد فنا فی الرسول اور فنا فی اللہ وغیرہا منازل و مقامات آتے ہیں البتہ جب سالک منتہائے قرب کو پہنچ جاتا ہے تو شیخ اسے حق تعالیٰ کے حوالے کر دیتا ہے اور خود دیگر سالکین کی رہنمائی و رسائی میں مصروف و مشغول ہو جاتا ہے۔

چونکہ مرید و سالک کے لئے حق تعالیٰ کے فضل و فتوحات کا باب اول اور قرب و عنایات کا مصدر اس کا شیخ ہی ہوتا ہے اس لئے شیخ کے متعلق سو قیاناہ الفاظ اور عامیانہ انداز میں کلام بہت بڑی جسارت اور بے باکی ہوتا ہے، جو سالک کیلئے رجعت قہقہری کا باعث اور روحانی موت کا پیش خیمہ ثابت ہوتا ہے بلکہ شیخ کے متعلق تو سوء ظن بھی سالک کیلئے حرماں نصیبی کا موجب ہوتا ہے اس لئے اس قسم کے کلمات و گفتگو سے سالک کو اجتناب کرنا چاہئے اور اپنے شیخ سے معذرت طلبی اور توبہ و استغفار سے اس کی تلافی و تدارک کرنا چاہئے۔ البتہ حالت سکر میں اگر سالک سے خلاف ادب حرکات و سکنات کا ارتکاب اور توہین آمیز کلمات کا صدور ہو جائے تو بے اختیار ہونے کی بناء پر اسے معذور جاننا چاہئے لیکن حالت صحو اور ہوش میں آنے کے بعد اس پر توبہ و استغفار کرنا لازم ہوتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ناما

مکتوب الیہ

حضرت شیخ نور محمد بہاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

دین خیر خواہی کا نام ہے
درویشی، خدمتِ خلق کا نام ہے
حقوق العباد کی ادائیگی کے بغیر روحانی ارتقاء ممکن نہیں



مکتوب - ۱۰

متن برادر ارشد آدمی را ہم چنانکہ از امثال او امر حق
 جل و علاوانہا از نواہی چارہ نیست از مراعات
 اداء حقوق خلق و مواسات با ایشان نیز چارہ نہ التَّعْظِيمِ
 لِأَمْرِ اللَّهِ وَالشَّفَقَةِ عَلَى خَلْقِ اللَّهِ بَيَانِ ادَاءِ اِيْن
 دو حقوق می فرماید

ترجمہ: سعادت مند بھائی! آدمی کو جس طرح حق جل و علا کے او امر کی فرمانبرداری
 اور نواہی سے اجتناب کے بغیر چارہ نہیں ہے اسی طرح مخلوق کے حقوق کی رعایت
 اور انکے ساتھ ہمدردی کے بغیر بھی چارہ نہیں ہے۔ اللہ کے حکم کی تعظیم اور اسکی مخلوق پر
 شفقت ان دونوں حقوق کی ادائیگی کے بیان میں فرمائی گئی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز او امر کے امثال اور
 نواہی سے اجتناب کے علاوہ حقوق العباد کی رعایت اور مخلوق خدا کے ساتھ ہمدردی
 و مواسات کا تذکرہ فرما رہے ہیں۔ دراصل حقوق اللہ اور حقوق العباد کو بطریق احسن

ادا کرنا دین ہے اور دین اللہ تعالیٰ، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، آئمہ امت اور عامۃ المسلمین کے ساتھ خیر خواہی اور نصیحت کو کہا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت الدین النصیحة قلنا لمن قال لله ولرسوله ولائمة المسلمین وعامتهم^۱ سے واضح ہے۔ اس سلسلہ میں جلیل القدر صحابی یوسف الامہ حضرت جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کا ایک سبق آموز واقعہ ہدیہ قارئین ہے۔

ایک مرتبہ آپ کا غلام ایک نہایت خوبصورت، اصیل اور قیمتی گھوڑا صرف تین سو درہم میں خرید لایا۔ ہو سکتا ہے مالک کو ضرورت ہو اور اس نے مجبوراً سستے داموں بیچ دیا ہو۔ غلام نہایت خوش تھا کہ آپ اس نفع بخش سودے سے خوش ہونگے مگر جب آپ نے گھوڑے کی خوبصورتی اور قد کاٹھ کے ساتھ اسکی مالیت کا اندازہ لگایا تو خوش ہونے کی بجائے پریشان ہو گئے اور گھوڑے کے مالک کے گھر تشریف لے گئے اور اسے پانچ سو درہم مزید عطا فرمائے اور ارشاد فرمایا..... تیرا گھوڑا کسی طرح بھی آٹھ سو درہم سے کم قیمت کا نہیں ہے..... اس لئے میں اسے تین سو درہم میں ہرگز نہیں خریدوں گا اور تیری مجبوری سے ناجائز فائدہ نہیں اٹھاؤں گا کیونکہ یہ تقاضائے خیر خواہی کے خلاف ہے۔

جب آپ سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا:
 بَايَعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ إِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيتَاءِ الزَّكَاةِ
 وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ^۲ یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دست حق پرست پر اس بات کی بیعت کی تھی کہ نماز قائم کروں گا، زکوٰۃ دوں گا اور ہر مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کروں گا۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جب سالک کے لطائف کا تصفیہ اور نفس کا تزکیہ ہو جاتا ہے تو وہ ہر قسم کے حرص و ہوس، نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات سے پاک ہو جاتا ہے۔ البتہ جب کوئی شیخ ناقص، کسی مرید کے ہاں اپنی مطلب برآری اور حصول دولت کے لئے جاتا ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی معرفت حرام ہو جاتی ہے۔ اس لئے مخلوق خدا سے الفت و محبت، بے لوث اور بے غرض ہونی چاہئے اور ان پر شفقت و رحمت مخلوق خدا اور امت مصطفیٰ علیٰ صاحبہا الصلوٰات سمجھ کر کرنا چاہئے تاکہ حق تعالیٰ کی رضا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی نصیب ہو سکے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ فقیری جبہ و دستار، عمامہ و سجادہ، عبادت و ریاضت عیش و عشرت اور جلب منفعت کا نام نہیں بلکہ درویشی، صبر و سخاوت اور ضیافت و خدمت کو کہا جاتا ہے۔ حضرت سیدنا داؤد علیہ السلام کو بذریعہ وحی خدمت خلق کا حکم ہوا تھا جیسا کہ **يَا دَاوُدُ اِذَا رَاٰ اٰيٰتِ لِيْ طٰلِبًا فَكُنْ لَهٗ خٰدِمًا** سے عیاں ہے۔ حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا:

طریقت بجز خدمت خلق نیست
بہ تسبیح و سجادہ و دلچ نیست

یہی وجہ ہے کہ اہل اللہ کے آستانوں پر زائرین کیلئے بالعموم اور علماء و طلباء اور سالکین جادۂ طریقت کیلئے بالخصوص لنگر خانے سے طعام و قیام کا اہتمام ہوتا ہے تاکہ خدمت خلق کے ساتھ ساتھ شریعت و طریقت کی خدمت کا فریضہ بھی ادا ہوتا رہے۔

بینہ نمبر ۳:

واضح رہے کہ جو سالک حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد کو ملحوظ خاطر نہیں رکھتا، وہ عروجی منازل اور روحانی مدارج کو حاصل نہیں کر سکتا۔ حقوق العباد ادا نہ کرنے سے مخلوق خدا کی دل آزاری ہوتی ہے اور لوگوں کی بددعاؤں کا باعث اور قلبی قساوت کا موجب ہوتی ہے..... نفسانی ظلمتیں اور بشری کدورتیں ظاہر و باطن کو زنگ آلود کر دیتی ہیں..... گناہوں کی نجاست، نفس کی مجاورت، معاصی کا ارتکاب اور حقوق العباد سے فرار و انکار، روحانی پرواز میں حائل و حاجب ہوتے ہیں بلکہ نوبت بائینجا رسید آئیہ کریمہ اُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ ۗ کے مصداق وہ جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهُ

بینہ نمبر ۴:

حقوق اللہ اور حقوق العباد کے سلسلے میں بندہ مؤمن کو روزانہ اپنا محاسبہ کرنا چاہئے۔ اگر جملہ حقوق اور جمیع معاملات شریعت مطہرہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے مطابق درست ہوں تو اللہ تعالیٰ کا شکر بجالانا چاہئے ورنہ اس کی ادائیگی و قضا اور معافی کی فکر کرنا چاہئے جیسا کہ حَسْبُكَ مَا أَنْفَسَكَ قَبْلَ أَنْ تُحَاسِبُوهُ ۗ سے عیاں ہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت ملا طاهر بن خشتی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

ساکین کو فتنہ برہجومِ خلق سے بچنا چاہئے
ساکین کے لئے فکر انگیز ارشادات نبویہ
احوال و کمالات لائق ناز نہیں ہوتے



مکتوب - ۱۷۱

متن رویت عیوب و مشاہدہ استیلاء ذنوب و خوف
انتقام علام الغیوب و قلیل پنداشتن حسات خود
را اگرچہ بسیار باشد و کثیر انگاشتن ستمات خود را اگرچہ اندک
باشد و ترساں و لرزاں بودن از شہرت و قبول خلق قال
علیہ الصلوٰۃ والسلام بحسب امرء من الشر
ان یشار الیہ بالاصابع فی دین او دنیا الا من
عصمہ اللہ

ترجمہ: اپنے عیبوں کو مد نظر رکھنا، اپنے گناہوں کے غلبہ کا مشاہدہ کر کے غیبوں
کے جاننے والے حق تعالیٰ کے انتقام کا خوف رہنا، اپنی نیکیوں کو قلیل جاننا اگرچہ
بسیار ہوں، اپنے گناہوں کو کثیر جاننا اگرچہ کم ہوں، مخلوق میں مقبولیت و شہرت سے
لرزاں و ترساں رہنا، آدمی کی برائی کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ دین اور دنیا میں انگلیوں
سے اس کی طرف اشارہ کیا جائے مگر جسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ نے نصیحت آموز اور فکر انگیز انمول اسباق و پند و نصائح بیان فرمائے ہیں جو مشائخ روحانیت اور سالکین طریقت کیلئے حرز جان اور وظیفہ ایمان ہیں۔

درحقیقت تخلیق انسانی کا مقصد حق تعالیٰ کی عبادت و معرفت کا حصول ہے جو دائمی عجز و نیاز مندی اور مسکینی و در ماندگی کے ساتھ احکام شرعیہ اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو نہایت اخلاص و للہیت کے ساتھ بجالاتا ہے، ان کے بغیر منزل مقصود کا حصول ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ سالکین طریقت تکبر و نخوت اور تعلیٰ و تفوق سے نفرت کرتے ہیں۔ وہ مسندوں اور مصلوں کیلئے حیلے بہانے تلاش نہیں کرتے اور اگر انہیں کسی مصلحت و حکمت کے تحت مسند مشیخت پر بٹھا دیا جائے تو بامر مجبوری اس لئے قبول کرتے ہیں تاکہ حکم کی تعمیل کے ضمن میں لوگوں کی رشد و ہدایت اور تعلیم و دعوت کا کام سرانجام دے سکیں..... لیکن بایں ہمہ شہرت و پذیرائی اور فتنہ ہجوم خلق سے ہمیشہ لرزاں و ترساں بھی رہتے ہیں..... ذاتی مفادات اور نفسانی خواہشات سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے آہ و زاری اور اپنی نیتوں کو صحیح کرنے میں کوشاں رہتے ہیں کیونکہ حق تعالیٰ کے ہاں دین خالص ہی منظور اور اخلاص نیت ہی مقبول و محبوب ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **أَلَا لِلَّهِ الدِّينُ الْخَالِصُ** اور ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات **مَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُخْلِصًا دَخَلَ الْجَنَّةَ** سے عیاں ہے۔ ترویج شریعت، احیائے سنت اور تائید ملت کا فریضہ سرانجام دینے والوں کے لئے درج ذیل ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات خضرِ راہ ہے، ملاحظہ ہو

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

أَمَرَني رَبِّي بِتَسْعِ الْإِخْلَاصِ فِي السِّرِّ وَالْعَلَانِيَةِ وَالْعَدْلِ فِي الرِّضَا وَالْغَضَبِ وَالْقَصْدِ فِي الْغِنَى وَالْفَقْرِ وَأَنْ أَعْفُو عَمَّنْ ظَلَمَنِي وَأَصِلُ مَنْ قَطَعَنِي وَأَعْطِي مَنْ حَرَمَنِي وَأَنْ يَكُونَ نُطْقِي ذِكْرًا وَصِيَّتِي فِكْرًا وَنَظْرِي عِبْرَةً ۱ یعنی میرے رب تعالیٰ نے مجھے نوباتوں کا حکم فرمایا ہے

۱..... میں باطن و ظاہر میں اخلاص کو اپنا شعار بناؤں ۲..... رضا و غضب میں عدل کروں ۳..... غنا و فقر میں میانہ روی اختیار کروں ۴..... جو شخص مجھ پر ظلم کرے اسے معاف کر دوں ۵..... جو مجھ سے قطع تعلقی کرے اس سے صلہ رحمی کروں ۶..... اسے عطا کروں جو مجھے محروم کرے ۷..... میں ذکر الہی میں رطب اللسان رہوں ۸..... حالت خاموشی میں اس کی آیتوں میں غور و فکر کروں ۹..... میں دیدہٴ عبرت سے دیکھوں۔

متن وعدم اعتناء باحوال ومواجہد خود اگرچہ صحیح ومطابق
 باشد اعتماد نباید کرد و مستحسن نباید پنداشت مجرد
 تائید دین وتقویت ملت را و ترویج شریعت ودعوت
 خلق را بحق جل وعلا چہ این قسم تائید گاہ ہست کہ از کافر
 وفاجر ہم آید

ترجمہ: اپنے احوال و مواجید پر توجہ نہ دینا چاہئے اگرچہ وہ صحیح اور مطابق شریعت ہی کیوں نہ ہوں اور نہ ہی ان پر اعتماد کرنا اور مستحسن جاننا چاہئے، محض دین کی تائید، تقویتِ ملت، ترویجِ شریعت اور حقِ جل و علا کی طرف مخلوق کو دعوت دینے پر اعتماد نہیں کرنا چاہئے اور انہیں مستحسن نہیں سمجھنا چاہئے کیونکہ اس قسم کی تائید کبھی کافر و فاجر سے بھی ہو جاتی ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت کو ہمیشہ اپنے کرامات و کمالات اور احوال و مواجید کو ملحوظ خاطر رکھنے کی بجائے اپنے عیوب و نقائص اور گناہوں کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنا چاہیے تاکہ حق تعالیٰ کے حضور باز پرس اور جواب دہی کا تصور غالب رہے۔ احکام شرعیہ اور اعمالِ حسنہ پر نازاں و فرحاں نہیں ہونا چاہیے کیونکہ قابلِ اعتبار اور لائقِ اعتماد وہی افعال و اعمال ہیں جن پر بندہ مؤمن کو استقامت نصیب ہو جائے۔ مشائخ طریقت فرماتے ہیں استقامت ہزار کرامت سے بہتر ہے۔

ما برائے استقامت آدمیم
نے برائے کرامت آدمیم

کیونکہ دین اسلام کی تائید و تقویت اور سنت و شریعت کی احیاء و اشاعت کے جو امور حسنہ استقامت سے محروم ہوں، کفار و فجار و فساق سے بھی لے لئے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت انّ اللہ لیؤید هذا الدین بالرجل الفاجر سے عیاں ہے۔

مَن طمَعِ دَر مَالِ مَرِيدٍ وَتَوَقَّعِ دَر مَنَافِعِ دُنْيَوِيٍّ اَوْ پِيدَانِ شُود
 كِه مَانَعِ رُشْدِ مَرِيدِ اسْتِ وَبَاعِثِ خِرَابِيٍّ پِيرِ چِه
 اَنْجَاهِمِ دِينِ خَالِصِ مِي طَلَبِنْدِ اَللّٰهِ الدِّينِ الْخَالِصِ

ترجمہ: مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منفعتوں کی امید پیدا نہ ہو
 کیونکہ یہ مرید کی ہدایت اور پیر کی خرابی کا باعث ہے کیونکہ حق تعالیٰ کے ہاں دین
 خالص کا مطالبہ کرتے ہیں خبردار اللہ تعالیٰ کے لئے دین خالص ہی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشائخ طریقت کی تربیت کیلئے ایسے
 زریں اصول بیان فرما رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر وہ حرص و ہوس کی لعنتوں سے
 نجات اور قرب و وصل کی لذتوں سے سرشار ہو سکتے ہیں اور متوسلین کے قلوب و نفوس
 کا تصفیہ و تزکیہ بھی کر سکتے ہیں جبکہ گندم نما، جو فروش پیر اور ملنگ لباس خضر میں سادہ
 لوح شائقین طریقت سے ہمہ وقت نذرانے بٹورنے اور خدمت لینے کے چکروں
 میں غلطاں و سرگرداں رہتے ہیں۔ یہی وہ ننگ طریقت لوگ ہیں جن کے سینے نور
 معرفت سے محروم اور قلوب حضور و سرور سے یکسر خالی ہیں، جو تصوف کے پاکیزہ
 و شفاف چشمہ کو مکدر و بدنام کر رہے ہیں۔ علامہ اقبال نے انہی لوگوں کے متعلق کہا تھا

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے

گلیم بوذر و دلقِ اولیس و چادرِ زہراء

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

صورتِ شریعت حقیقتِ شریعت

صورتِ شریعت کا منتہائے عروج ممکنات ہیں

صفتِ حیات کا اجمالی تذکرہ، اعیانِ ثابتہ ظلالِ صفات ہیں



مکتوب - ۱۷۲

متن معلوم انومی اعزّی باد کہ شریعت را صورتی است
 و حقیقتی صورتش آنست کہ علمائے ظواہر بہ بیان
 آن تکفیل اند و حقیقتش آنکہ صوفیہ علیہ بان ممتاز اند
 نہایت عروج صورت شریعت تا نہایت سلسلہ ممکنات
 است بعد ازاں اگر در مراتب وجوب سیر واقع شود
 صورت با حقیقت ممتاز ج خواهد بود الخ

ترجمہ: میرے عزیز بھائی کو معلوم ہو کہ شریعت کی ایک صورت ہے اور ایک
 حقیقت۔ اس کی صورت وہ ہے کہ علمائے ظواہر جس کے بیان کے کفیل ہیں اور اس
 کی حقیقت وہ ہے کہ صوفیہ علیہ جس سے ممتاز ہیں۔ صورت شریعت کی نہایت عروج
 سلسلہ ممکنات کی نہایت تک ہے اس کے بعد اگر مراتب وجوب میں سیر واقع ہو تو
 صورت، حقیقت کے ساتھ ممتاز ج ہو جائے گی.....

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز شریعت و طریقت و حقیقت کے وہ بعض علوم و معارف اور رموز و اسرار بیان فرما رہے ہیں جن سے حال خال اور اقل قلیل عرفائے کالمین کو آگاہی بخشی گئی ہے۔ دراصل حق تعالیٰ کا اپنے بندوں کیلئے دنیوی رشد و ہدایت اور اخروی فلاح و نجات کیلئے بیان فرمودہ جادہ مستقیم کو شریعت کہا جاتا ہے۔ شریعت کی دو قسمیں ہیں

صورتِ شریعت اور حقیقتِ شریعت

قضایائے شرعیہ کی تصدیق کو صورتِ شریعت سے تعبیر کرتے ہیں جبکہ مصداقات قضایائے شرعیہ کے روایت و شہود کو حقیقتِ شریعت کہا جاتا ہے..... بالفاظ دیگر صورتِ شریعت، قرآن مجید اور احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کو کہتے ہیں۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے جو شان العلم اور صفت العلم کا مظہر ہے اور شان العلم اور صفت العلم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء تعین بھی ہے۔ یوں باہمی مناسبت کی بنا پر قرآن و حدیث بصورت وحی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اطہر پر نازل کیے گئے جیسا کہ آیات کریمہ **فَإِنَّهُ نَزَّلَهُ عَلَىٰ قَلْبِكَ**^۱ اور **بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ**^۲ سے مفہوم ہوتا ہے..... جبکہ حقیقتِ شریعت، شان الکلام و شان العلم اور صفت الکلام و صفت العلم ہے۔ صورتِ شریعت کی تعلیم و تبلیغ اور افہام و تفہیم کی ذمہ داری علمائے کرام پر عائد کی گئی ہے جبکہ حقیقتِ شریعت کی دعوت و شہود و روایت کے کفیل عرفائے کالمین ہیں۔

صورتِ شریعت کا منتہائے عروج، ممکنات ہے۔ جب دائرہ امکان سے

آگے مراتب و جوب میں سیر واقع ہو تو صورت، حقیقت کے ساتھ ممتاز ہو جاتی ہے اور صورت و حقیقت کا یہ امتزاج شان العلم تک عروج پر منتہی ہو جاتا ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مبداء تعین ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صورت شریعت کے مصدر اکمل اور حقیقت شریعت کے مظہر اتم ہیں (وَاللّٰهُ الْخَمْدُ)

متن بعد ازاں اگر ترقی واقع شود صورت و حقیقت ہر

دو وداع خواہند نمود و معاملہ عارف بشان الحیوۃ

خواہد افتاد و این شان عظیم الشان را با عالم بیچ مناسبتی نیست از شیونات حقیقیہ است کہ در اضافت بان

نرسیدہ است تا تعلق بی عالم پیدا کند

ترجمہ: اس کے بعد اگر ترقی واقع ہو تو صورت و حقیقت دونوں رخصت ہو جائیں گے اور عارف کا معاملہ شان الحیات سے پڑے گا اور اس عظیم الشان کی شان کو عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ یہ شیونات حقیقیہ میں سے ہے کہ اسے اضافت کی گرد نہیں پہنچی تاکہ وہ عالم دنیا کے ساتھ کوئی تعلق پیدا کرے۔

شرح

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ دوران سلوک جب سالک، دائرہ امکان اور شان العلم سے آگے شان الحیات تک رسائی حاصل کر لیتا

ہے تو شریعت کی صورت و حقیقت دونوں رخصت ہو جاتی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شان الحیات اور صفت الحیات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

صفت حیات کا اجمالی تذکرہ

علمائے متکلمین اہلسنت کے نزدیک صفت حیات، صفات ذاتیہ حقیقیہ میں سے ہے جو جملہ صفات کی امام و اصل اور ان سے اعلیٰ و اسبق ہے۔ بقول شاعر

از صفاتش یکی حیات آمد
کہ امام ہمہ صفات آمد
او بخود زندہ است پائندہ
زندگان دیگر باو زندہ

لفظ حیات سے حیّ ماخوذ ہے اور حق تعالیٰ حیّ مطلق ہے کہ اسکی حیات، مخلوق کی حیات کی مانند نہیں ہے بلکہ وہ تعالیٰ اول بلا ابتداء اور آخر بلا انتہاء ہے اور حیّ کا معنی زندہ و پائندہ، دائم البقاء اور دیگر مخلوقات کو زندہ رکھنے والا ہے جیسا کہ آیات کریمہ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۱ اور وَيَبْقَىٰ وَجْهَ رَبِّكَ ذُو الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ ۲ سے واضح ہے۔

✽ حضرت علامہ دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدالامالی میں یوں ارقام پذیر ہیں

هُوَ الْحَيُّ الْمُدَبِّرُ كُلِّ اَمْرٍ
هُوَ الْحَقُّ الْمُقَدِّرُ ذُو الْجَلَالِ

یعنی وہ تعالیٰ حی ہے اور ہر امر کی تدبیر فرمانے والا ہے، وہ حق تعالیٰ ہے صاحب جلال اور جملہ امور کی تقدیر کرنے والا ہے۔

حضرت علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ صفة الحیوة کے متعلق یوں رقمطراز ہیں
 الْحَيَوَةُ هِيَ صِفَةٌ أَزَلِيَّةٌ تُوجِبُ صِحَّةَ الْعِلْمِ يَعْنِي حَيَاتٍ، اِزَلِيَّ صِفَتٍ
 ہے جو علم وغیرہا صفات کے وجود کے صحیح ہونے کی موجب ہے۔

شان الحیات، شان العلم سے بلند تر ہے۔ صفت علم اپنی جامعیت کے باوجود
 صفت حیات کے تابع ہے۔ شیون و صفات کا دائرہ صفت حیات پر ختم ہو جاتا ہے
 اور مقصود کا دروازہ اور مطلوب کا پیش خیمہ یہی صفت حیات ہے۔ حریم حیات میں
 سیر نظری کرنے والے سالکین اقل ہیں اور حریم حیات میں سیر قدمی سے مشرف
 ہونے والے عارفین اقل قلیل ہیں۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ شان الحیات ایسی
 عظیم الشان، شان ہے کہ دیگر شیون و صفات اسکے پہلو میں ایسے نسبت رکھتے ہیں
 جیسے چھوٹی نہر کو دریائے محیط کے ساتھ نسبت ہوتی ہے۔ شیخ ابن العربی قدس سرہ
 العزیز آنجا کلبہ دارد کہ در ان اقامت ورزیدہ است^۱

صفت حیات، حقیقت محض ہونے کی بنا پر عالم کے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتی
 بلکہ وہ ہر قسم کی نسبت و اضافت کے امتزاج و گرد و بو سے پاک ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ خود بذات اقدس کافی ہے، وہ تعالیٰ کمالاتِ ثمانیہ کے
 حصول میں صفاتِ ثمانیہ کا محتاج نہیں بلکہ وہ بذات خود زندہ ہے نہ کہ اپنی صفت

۱۔ مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۷۳

حیات کے ساتھ..... بذات خود دانا ہے نہ کہ صفت علم کے ساتھ..... الخ

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ صفات اور شیونات کے درمیان بہت باریک فرق ہے جو محمدی المشرّب اولیاء کے علاوہ کسی پر ظاہر نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ کی شیونات اس کی ذات کی فرع ہیں اور اسکی صفات ان شیونات پر ہی متفرع ہیں۔ معلوم ہوا شیونات اور چیز ہیں اور صفات اور چیز۔ شیونات خارج میں عین ذات ہیں جبکہ صفات خارج میں زائد بر ذات ہیں۔ مقام شیون مواجہ ذات ہے جبکہ مقام صفات ایسا نہیں ہے۔^۱

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ اعیان ثابتہ، صفات کے ظلال ہیں اور ممکنات، اعیان ثابتہ کے ظلال ہیں یعنی مبداء فیاض سے وجود اور اس کے توابع کا فیضان ممکنات تک اعیان ثابتہ کی وساطت سے ہوتا ہے جس طرح شیشے کے اندر چراغ کا نور دوسری اشیاء تک شیشے کے واسطے سے پہنچتا ہے آیہ کریمہ مَثَلُ نُورٍ كَمِشْكُوتٍ فِيهَا مِصْبَاحٌ الْمِصْبَاحُ فِي زُجَاجَةٍ^۱ اسی کی طرف مشیر ہے۔

بینہ نمبر ۴:

بیہتی وقت حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں کہ صفات اور ممکنات کے درمیان اعیان ثابتہ کا واسطہ عالم دنیا تک ہی محدود ہے۔ عالم آخرت میں صفات سے ممکنات کی طرف وجود اور اس کے توابع کا فیضان اعیان

^۱ مزید تفصیلات کیلئے ملاحظہ ہو البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ ۲ النور: ۲۳: ۳۵

ثابتہ کے بغیر ہی ہوگا، یہی وجہ ہے کہ عالم دنیا میں ممکنات پر فنا طاری ہو جاتی ہے جبکہ
 اخروی عالم میں ممکنات فنا سے محفوظ ہونگے۔^۱

بینہ نمبر ۵:

واضح رہے کہ معرفت تو حید بنیادی فرض ہے جس کے فیضان سے اکثر اہل علم
 محروم ہوتے ہیں جو بے جا بحث و تمحیص اور مباحثوں و مجادلوں میں حیات مستعار کو
 ضائع کر دیتے ہیں۔

ع معجزۃ اہل فکر فلسفہ پیچ پیچ

بندۃ مؤمن جس قدر شراب تو حید کا متوالا ہوتا ہے اسی قدر فکر و عالم سے آزاد
 ہوتا جاتا ہے اور متاع زیست کو راہ حق میں نثار کر دیتا ہے اور آیت کریمہ **إِنَّ اللَّهَ**
اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ **بِأَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ**^۲ کی عملی تفسیر ثابت ہوتا
 ہے۔ **اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا يَا هَا**

بینہ نمبر ۶:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جس شیخ کی خدمت و صحبت میں مال و دولت کی
 ہوس پیدا ہو، اس کی صحبت صوفیاء کے لئے زہر قاتل ہے، اس کی مجلس میں آمد و رفت
 سے کنارہ کشی کرنا چاہئے۔ البتہ جس شیخ کی صحبت سے سالکین کے قلوب، اغیار کی
 محبت سے آزاد اور بے زار ہوں اور وہ نفی اثبات کا طریقہ سکھا کر تو حید کو قلوب میں
 اتار دے..... وہی سالکین کے لئے موحد زماں، قطب دوراں اور امام برحق ہوتا
 ہے۔

بقول اقبال مرحوم

تو نے پوچھی ہے امامت کی حقیقت مجھ سے
حق تجھے میری طرح صاحب اسرار کرے
ہے وہی تیرے زمانے کا امام برحق
جو تجھے حاضر و موجود سے بے زار کرے

دفتر اول مکتوب ۱۲۱

مکتوب الیہ

حضرت مبارک محمد بن عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما
رحمۃ اللہ علیہما



موضوعات

ذاتِ احدیتِ مجردہ ہی مطلوبِ حقیقی ہے

توحید کا لغوی و اصطلاحی معنی

روایتِ باری کے متعلق حضرت امام ربانی کا موقف



مکتوب - ۱۷۳

متن بدانکہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ رادو مقام است نفی و اثبات و ہر کدام نفی و اثبات رادو اعتبار اعتبار اول آنکہ نفی استحقاق عبادت الہیہ باطلہ کردہ شود و اثبات استحقاق عبادت معبود بحق نمودہ آید و اعتبار ثانی آنکہ نفی متعلق شود بمقصودات غیر مقصودہ و متعلقات غیر مطلوبہ و متعلق اثبات جز مطلوب حقیقی نباشد و ورائے مقصود اصلی نبود.....

ترجمہ: جان لیجیے کہ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کے دو مقام ہیں نفی اور اثبات اور نفی و اثبات میں ہر ایک کے دو اعتبار ہیں۔ اعتبار اول یہ کہ معبودان باطلہ کے استحقاق عبادت کی نفی کی جائے اور معبود بحق کے استحقاق عبادت کا اثبات کیا جائے..... اور اعتبار ثانی یہ کہ مقصودات غیر مقصودہ اور متعلقات غیر مطلوبہ کے متعلق کی نفی کی جائے اور سوائے مطلوب حقیقی کے کسی متعلق کا اثبات نہ ہو اور نہ ہی کوئی مقصود اصلی

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز توحید خالص کی تحصیل کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی سالک شیخ طریقت کے تلقین فرمودہ طریقہ کے مطابق نفی اثبات کا تکرار کرتا ہے تو اسے معبودان باطلہ کے ساتھ ساتھ مقصودات غیر مقصودہ اور متعلقات غیر مطلوبہ (محدثات و ممکنات) کو بھی لائے نفی کے تحت لانا چاہئے تاکہ لا معبود الا اللہ کا مفہوم و معنی اس پر آشکار ہو جائے۔ یونہی جانب اثبات الا اللہ کے تکرار کے دوران جملہ اسماء و صفات سے ماوراء ذات احدیت مجردہ (مطلوب حقیقی) کو تلاش کرنا چاہئے تاکہ اسے ماسوا کی گرفتاری سے نجات و چھٹکارا میسر ہو سکے اور لا مقصود الا اللہ کا مفہوم اس پر عیاں ہو جائے۔ اقبال مرحوم نے خوب کہا

مرد مؤمن در نسا زد با صفات
مصطفیٰ راضی نشد الا بذات

..... محدث کبیر حضرت علامہ ملا علی قاری قدس سرہ الساری اس کے متعلق یوں ارقام پذیر ہیں:

لَا إِلَهَ مَعْبُودٌ بِالْحَقِّ فِي الْوُجُودِ إِلَّا اللَّهُ وَ لِكُونِ الْجَلَالَةِ اسْمًا
لِلذَّاتِ الْمُسْتَجْمِعِ لِكَمَالِ الصِّفَاتِ وَعَلَمًا لِلْمَعْبُودِ بِالْحَقِّ قِيلَ لَوْ بَدَّلَ
بِالرَّحْمَنِ لَا يَصِحُّ بِهِ التَّوْحِيدُ الْمُنْتَظَرُ يَعْنِي وَجُودِ هَسْتِي فِي مَسَاوِي اللَّهِ كَمَا
كُوِّنَ إِلَهُ، مَعْبُودٌ بِرَحْمَتِهِ نَهَيْتُ كَيْونَكَ اسْمَ اللَّهِ، ذَاتِ مُسْتَجْمِعِ، صِفَاتِ كَمَالِ كَمَا اسْمِ أَوْ مَعْبُودٌ بِرَحْمَتِهِ

کا علم ہے۔ اگر اس کی جگہ الرحمن لایا جائے تو اس سے توحید مطلق صحیح نہ ہوگی۔
 ثُمَّ قِيلَ التَّوْحِيدُ هُوَ الْحُكْمُ بِوَحْدَانِيَّةِ مَنْعُوتًا بِالتَّنْزِيهِ عَمَّا
 يُشَابِهُهُ اِعْتِقَادًا اَفْقُولًا وَعَمَلًا فَيَقِينَانَا وَعِرْفَانًا فَمُشَاهِدَةً وَعَيَانًا فَثَبُوتًا
 وَدَوَامًا ۱

پھر کہا گیا ہے کہ توحید (کا لغوی معنی) کسی شئی کی وحدانیت کا حکم کرنا ہے اور
 اصطلاحاً توحید، اللہ تعالیٰ کو اس کی وحدانیت کے ساتھ مشابہ سے اعتقاداً پھر قولاً اور
 عملاً پھر یقیناً و عرفاناً پھر مشاہدہ و عیاناً پھر ثبوتاً و دواماً منزہ ثابت کرنا ہے۔

..... خواجہ بزرگ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ الساری نے ارشاد فرمایا:
 ہر چہ دیدہ شد و شنیدہ شد و دانستہ شد آن ہمہ غیر است ۲ یعنی جو کچھ دیکھا
 گیا جو کچھ سنا گیا اور جو کچھ جانا گیا وہ سب غیر ہے۔

دانائے شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا:
 اے برتر از خیال و قیاس و گمان و وہم
 و ز ہر چہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جمیع مخلوقات کے جملہ مبصرات و مشہودات و مسموعات کو لائے نفی
 کے تحت لانا چاہئے کیونکہ وہ سب غیر حق ہیں۔ ذات احدیت مجردہ کا احاطہ و ادراک
 کسی بشر کے بس کا روگ نہیں ہے جیسا کہ آیات کریمہ لَا يُحِيطُونَ بِہٖ عِلْمًا ۳
 اور لَا تُدْرِكُهُ اِلَّا بَصَارٌ ۴ اس پر نص قاطع ہیں۔

۱۔ مرقات شرح مشکوٰۃ جلد اول ص ۴۶ ۲۔ دفتر دوم مکتوب: ۱ ۳۔ ظہ ۰:۲:۱۱۰
 ۴۔ الانعام ۶:۱۰۳

بینہ نمبر ۲:

حضرات نقشبندیہ رحمۃ اللہ علیہم کے نزدیک کلمہ طیبہ کے تکرار کے دوران لامعبود، لامطلوب اور لامقصود تینوں تصورات پر توحید پختہ و راسخ ہو جاتی ہے..... البتہ ابتدائے سلوک میں سالکین کو لاموجود کا تصور بھی سکھایا جاتا ہے مگر بعد میں اس تصور سے روک لیا جاتا ہے۔

بینہ نمبر ۳:

وجودی صوفیاء کلمہ طیبہ کے تکرار کے دوران دائرہ نفی کا اثبات زیادہ کرتے ہیں اور لا الہ الا لاموجود کے تکرار پر زیادہ زور دیتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کی قوت خیالیہ پر یہ معنی نقش کالحجر کی مانند راسخ ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں وہ وحدت وجود کا قول کرنے پر مصر ہو جاتے ہیں جبکہ صوفیائے مجددیہ، جانب اثبات الا اللہ کا دائرہ وسیع کرتے ہیں تاکہ مطلوب حقیقی کا استحضار غالب رہے۔ غرضیکہ نفی اور اثبات دونوں توحید کی اساس ہیں۔ اقبال مرحوم نے اس مفہوم کو یوں بیان کیا ہے

لا و الا برگ و سازِ اُمتاں
نفی بے اثبات مرگِ اُمتاں

متن رویتِ اخروی حق است اما تصورِ آں مرا از

جامے برد مردم بوعده رویتِ اخروی سرور

و مخطوظ اند و گرفتار می من بجز غیب الغیب نہ بہمگی ہمت

خواہاں آنست کہ سرموئی از مطلوب از غیب شہادت
نیاید و از گوش باغوش نرسد و رخت از علم بعین نکشد چہ
توان کرد مرا چنین آفریدہ اند

ع ہر کے را بہر کارے ساختند

ترجمہ: رویت اخروی حق ہے لیکن اس کا تصور مجھے جامہ سے باہر کر دیتا ہے۔ لوگ
رویت اخروی کے وعدہ سے مسرور و محظوظ ہیں اور میری گرفتاری غیب الغیب کے
سوا کچھ نہیں بلکہ تمام ہمت اس امر کی خواہاں ہے کہ مطلوب سرمو، غیب سے شہادت
میں نہ آئے اور گوش سے آغوش تک نہ پہنچے اور رخت علم سے عین تک نہ کھینچے۔ کیا کیا
جائے میری تخلیق ہی ایسی ہے۔

ع ہر کسی کو کسی کام کے لئے پیدا کیا گیا ہے

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رویت باری تعالیٰ کا تذکرہ
فرما رہے ہیں کہ ارباب فطرت علیا اور اصحاب ہمتِ قصویٰ، شہودِ مراتب و جوب و
صفات سے ماوراء، احدیت ذات مجردہ کے طالب ہوتے ہیں جو ہر قسم کے تقیدات
و تعینات اور ادراکات سے وراء الوراء ہے۔ رویت باری تعالیٰ کے متعلق صوفیاء
کرام کے تین موقوف ہیں۔

..... وجودی صوفیاء کہتے ہیں کہ عالم دنیا میں خدا تعالیٰ کا دیدار نہ صرف ممکن ہے

بلکہ واقع ہے اور اس کے اثبات میں حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے واقعات و فرمودات بطور استشہاد پیش کرتے ہیں۔

..... بعض صوفیاء کا یہ موقف ہے کہ عالم دنیا اور عالم آخرت دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کا دیدار نہیں ہو سکتا اور وہ آیات کریمہ و احادیث مبارکہ جن میں دیدار کا وعدہ فرمایا گیا ہے وہ سب مشتبهات کے قبیل سے ہیں۔

..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک رویت باری تعالیٰ عالم دنیا میں ممکن تو ہے مگر واقع نہیں..... حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت معراج، بہشت میں رویت سے متفاوت ہے بلکہ شب معراج کی رویت کا لرویت ہے اس لئے رویت اخروی، رویت دنیوی سے اقویٰ اور بلند تر ہے۔ گو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حیات دنیوی میں عالم دنیا سے نکال کر عالم بالا میں لے جا کر رویت سے مشرف فرمایا گیا مگر حیات دنیوی فنا پذیر ہونے کی بنا پر وہ مقام و مرتبہ نہیں رکھتی جو درجہ و مقام حیات اخروی ابدی رکھتی ہے نیز آخرت ہی محل رویت اور جائے دیدار ہے جہاں اس سعادت عظمیٰ سے نوازنے کا وعدہ فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وُجُوهُ يَوْمَئِذٍ نَاصِرَةٌ ۝ اِلٰى رَبِّهَا نَاظِرَةٌ ۱ سے عیاں ہے۔

آپ ایک مقام پر مزید یوں ارقام پذیر ہیں

مؤمنین آخرت میں حق جل شانہ کو دیکھیں گے اور یقین و جدانی کے ساتھ (یہ احساس) پائیں گے کہ ہم حق جل شانہ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ التذاذ جو رویت پر مترتب ہوتا ہے اسے بھی اپنے اندر بدرجہ کمال پائیں گے لیکن انہیں مرئی (خدا تعالیٰ) کا کوئی ادراک نہیں ہوگا اور مرئی سے انہیں کچھ حاصل نہیں ہوگا ماسوائے

وجدانِ رؤیت اور التذاذِ رؤیت کے..... مرئی سے کوئی چیز نقد وقت نہیں ہوگی۔

عناق شکار کس نشود دام باز چیں
کاینجا ہمیشہ باد بدست ست دام رالے

بیت:

واضح رہے کہ آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ کی رو سے علمائے متکلمین اہل سنت و جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ مؤمنین درجات و کمالات کے تفاوت کے اعتبار سے روز قیامت جنت میں حق تعالیٰ و تقدس کا دیدار کریں گے لیکن اس معنی میں نہیں کہ ذات حقہ کا احاطہ اور اس کی کنہ، ادراک سے متحقق ہو..... بلکہ وہ حق تعالیٰ کی تجلی کی کسی نوع کا مشاہدہ کریں گے نہ کہ مرتبہ احدیت مجردہ کا، کیونکہ وہ تو وراء الوراہتم وراء الوراہ ہے۔ اس معنی کو رؤیت اخروی پر محمول کرنے کا تصور حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کو قلق و اضطراب میں ڈال دیتا اور جامے سے باہر کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ مطلوب حقیقی کے علم سے عین، گوش سے آغوش اور غیب سے شہادت تک نہ آنے کے قائل ہیں اور آ یہ کریمہ یُوْمُنُونَ بِالْغَيْبِ ۱ میں اسی کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِحَقِيقَةِ الْحَالِ



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرف کابلی رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

مشائخ نقشبندیہ بعد نماز قرب کے خواہشمند ہوتے ہیں
شرک کی تفصیلات ، کلمہ تمجید باعث حصار ہے



مکتوب - ۱۷۴

متن مکتوب مرغوبِ انومی اعزلی وصول یافت چوں
 نبی از محبتِ فقراء و التجاباں طائفہ علیہ بود موجب
 فرحت گشت المرء مع من احب نقد وقت داندا ما
 بدانند کہ دیوانگان این راہ باں معیت تسلی نمی گیرند و باں بعد
 قرب نمانسکین نمی یابند قربے می خواہند کہ بعد نما باشد و وصلے
 می جویند کہ ہجر آسا بود تسویف و تاخیر را تجویز نمی نمایند تعطیل
 و تاخیل را مستحسن می انگارند الخ

ترجمہ: میرے عزیز بھائی کا مکتوب مرغوب وصول ہوا، جو محبت فقراء سے معمور
 اور اس بلند طائفہ سے، التجا پر مشتمل تھا موجب راحت ہوا المرء مع من احب
 کو نقد وقت جانیں لیکن جان لیں کہ راہ طریقت کے دیوانے اتنی سی معیت سے تسلی
 نہیں پاتے اور اس قرب نما بعد سے تسکین نہیں پاتے بلکہ وہ ایسا قرب چاہتے ہیں جو
 بعد نما ہو اور ایسے وصل کے متلاشی ہیں جو ہجر جیسا ہو۔ وہ ٹال مٹول کو جائز قرار نہیں

دیتے، بے کاری اور تاخیر کو قبیح جانتے ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی اولوالعزمی اور بلند ہمتی کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ یہ حضرات قرب نما بعد اور وصل آسا ہجر پر اکتفا نہیں کرتے بلکہ هل من مزید کا نعرہ مستانہ لگاتے ہوئے بعد نما قرب اور ہجر آسا وصل کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ اسی لئے خرافات بے ہودہ اور دنیاے مغضوبہ کی طرف ملتفت نہیں ہوتے اور نہ ہی تاخیر و تعطیل اور لایعنی امور میں عمر عزیز جیسی انمول دولت قصویٰ کو ضائع کرتے ہیں۔ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت من حسن اسلام المرء تزکھ ما لا یعنیه اے اسی امر کا غماز ہے۔ علاوہ ازیں دنیوی کروفر، اغنیاء کے ترنوالوں اور مرغن غذاؤں کے درپے بھی نہیں ہوتے کیونکہ یہ باطنی تلویث اور روحانی تخریب کا باعث ہوتے ہیں۔

متن ننگ دارند از انکہ در ملک خداوندی جل سلطانہ لات

وعزیز را شرکت دہند اے برادر اینجا ہمہ دین

خالص می طلبند الا للہ الدین الخالص وغباری از شرکت

تجویزہ فرمایند لئن اشركت لیحبطن عملک

ترجمہ: عار کرتے ہیں کہ خداوند جل سلطانہ کی ملکیت میں لات وعزیز کو شریک

کریں۔

اے بھائی! یہاں دینِ خالص طلب کرتے ہیں خبردار! دینِ خالص اللہ کیلئے ہی ہے اور شرکت کے غبار کو جائز قرار نہیں دیتے۔ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے اعمال اکارت جائیں گے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اہل اللہ انفسی خواہشاتِ عاطلہ اور آفاقی معبودانِ باطلہ کی شرکت کے گرد و غبار سے بھی پاک ہوتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں شرک کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

..... عمدۃ المتکلمین حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ شرک کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

الْإِشْتِرَاكُ هُوَ اثْبَاتُ الشَّرِيكِ فِي الْأُلُوْهِیَّةِ بِمَعْنَى وَجُوبِ الْوُجُودِ كَمَا لِلْمَجُوسِ أَوْ بِمَعْنَى اسْتِحْقَاقِ الْعِبَادَةِ كَمَا لِلْعِبَدَةِ الْأَصْنَامِ! یعنی شرک یہ ہے کہ خدا کی الوہیت میں کسی کو شریک کرنا اس طرح کہ کسی کو واجب الوجود مان لینا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا خدا کے سوا کسی کو عبادت کا حق دار مان لینا جیسا کہ بت پرستوں کا طریق ہے۔

..... فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی قدس سرہ العزیز واجب الوجود کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

هُوَ الَّذِي يَكُونُ وَجُودُهُ مِنْ ذَاتِهِ وَلَا يَحْتَاجُ إِلَى شَيْءٍ أَصْلًا

یعنی واجب الوجود وہ ذات ہے جس کا وجود ذاتی ہوتا ہے اور وہ اپنے وجود میں کسی غیر کا محتاج ہرگز نہیں ہوتا۔

..... علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

قَدْ يُقَالُ إِنَّ اللَّهَ تَعَالَى وَالْوَاجِبَ وَالْقَدِيمَ الْفَاعِلُ مُتْرَادِفَةٌ ۱

اللہ تعالیٰ، واجب الوجود اور قدیم، تینوں مترادف الفاظ ہیں۔

..... شرح عقائد کے حاشیہ میں مجوس کا موقف بایں الفاظ درج ہے

ذَهَبَ الْمَجُوسُ إِلَى أَنَّ لِلْعَالَمِ فَاعِلَيْنِ أَحَدُهُمَا اللَّهُ تَعَالَى وَهُوَ فَاعِلُ الْخَيْرِ وَخَالِقُ الْحَيَوَانِ النَّافِعِ وَالثَّانِي الشَّيْطَانُ وَهُوَ فَاعِلُ الشَّرِّ وَخَالِقُ الْحَيَوَانِ الضَّارِّ ۲

یعنی مجوس کا یہ عقیدہ ہے کہ عالم کے دو فاعل ہیں ان میں سے ایک اللہ تعالیٰ ہے اور وہ فاعل خیر اور حیوان نافع کا خالق ہے اور دوسرا شیطان ہے جو فاعل شر اور مضر حیوان کا خالق ہے۔

..... علامہ محمد عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارقام پذیر ہیں

فَانَّهُمْ يَعْتَقِدُونَ الْهَيْنِ يَزْدَانُ خَالِقُ الْخَيْرِ وَاهْرَمَنْ خَالِقُ الشَّرِّ ۳

یعنی مجوس دو معبودوں کے معتقد ہیں۔ اول یزداں اسے خالق خیر کہتے ہیں، دوم اہرمن جسے خالق شر کہتے ہیں۔

..... جب کہ علمائے متکلمین اہل سنت کے نزدیک بندوں اور ان کے افعال و اعمال کا خالق حقیقی اور موثر حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے البتہ بندے اپنے افعال کے کاسب ہیں اسی لئے ثواب و عقاب کے حقدار ہیں جیسا کہ آیات کریمہ وَاللَّهُ خَلَقَكُمْ

۱ شرح العقائد النسفیہ: ۳۸ ۲ شرح العقائد: ۷۸ ۳ النبراس: ۷۲ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ ملتان

وَمَا تَعْبُدُونَ إِلَّا إِلَهَ الْأَلِهَةِ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ سے واضح ہے۔ اسی لئے دو معبودوں کے اتخاذا سے ممانعت فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَتَّخِذُوا الْهَيْنِ اثْنَيْنِ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌُ وَاحِدٌ سے عیاں ہے۔

..... معتزلہ بندہ کو خالق افعال مان کر اس کیلئے صفت خالقیت ثابت کرتے ہیں جو صفات مستقلہ میں سے ہونے کی صورت میں الوہیت اور استحقاق عبادت کی مناسبت و مدار ہے لیکن معتزلہ چونکہ بندے کو مستقل بالذات خالق نہیں مانتے بلکہ غیر مستقل اور حادث مانتے ہیں اس لئے جمہور متکلمین نے انہیں مشرک قرار نہیں دیا البتہ مشائخ ماوراء النہر نے ان کی تھلیل بلوغ ضرور فرمائی ہے اور انہیں مجوس سے بدتر قرار دیا ہے کہ مجوس تو صرف ایک شریک کو ثابت کرتے ہیں اور معتزلہ بندوں کو خالق افعال مان کر بے شمار شرکاء کا اثبات کرتے ہیں۔ چنانچہ علامہ تفتازانی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں

إِنَّ مَشَائِخَ مَاوَرِ النَّهْرِ قَدْ بِالْغَوَا فِي تَضْلِيلِهِمْ فِي هَذِهِ الْمَسْئَلَةِ حَتَّى قَالُوا إِنَّ الْمَجُوسَ أَسْعَدُ حَالًا مِنْهُمْ حَيْثُ لَمْ يُثْبِتُوا إِلَّا شَرِيكًا وَاحِدًا وَالْمُعْتَزِلَةَ يُثْبِتُونَ شُرَكَاءَ لَا تُحْصَى ۲

اقسام شرک

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز نے شرک کی تین

اقسام بیان فرمائی ہیں

بالجملہ شرک سے قسم است در وجود و در خالقیت و در عبادت ۳

یعنی شرک کی تین اقسام ہیں اول اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو واجب الوجود

۳ اشعة اللمعات: ۱/۶۱

۲ شرح العقائد: ۷۸

۱ النحل: ۱۶: ۵۱

ٹھہرانا..... دوم اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور کو خالق حقیقی جاننا..... سوم غیر حق تعالیٰ کو مستحق عبادت سمجھنا۔

اس سلسلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یوں ارقام پذیر ہیں

او تعالیٰ یگانہ است ہم در ذات و ہم در صفات و ہم در افعال و بیچ کس را در بیچ امری باو تعالیٰ فی الحقیقت شرکتی نیست چه وجود و چه غیر آن صفات و افعال او تعالیٰ در رنگ ذات او سبحانہ بی چگونہ اند و بصفات و افعال ممکنات بیچ مناسبت ندارند

حق تعالیٰ ذات، صفات اور افعال میں یگانہ ہے اور کوئی بھی کسی امر میں اس تعالیٰ کے ساتھ فی الحقیقت شریک نہیں ہے..... اس تعالیٰ کی صفات و افعال اس سبحانہ کی ذات کی مانند بے چون اور بے چگون ہیں اور ممکنات کے صفات و افعال کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں رکھتے۔

✽..... امام المفسرین حضرت علامہ ابو عبد اللہ انصاری قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مایہ ناز تفسیر میں شرک کے تین مراتب بیان فرمائے ہیں۔

۱..... أَصْلُهُ اِعْتِقَادُ شَرِيكٍ لِلَّهِ فِي الْوَهْيِيَّتِهِ وَهُوَ الشِّرْكُ الْاَعْظَمُ يَعْنِي اللّٰهُ تَعَالٰى كِي الْوَهْيِيَّتِ مِيں كِسِي كُو شَرِيكِ سَمَجْهِنَا شَرِكِ الْاَعْظَمِ هِي۔

۲..... اِعْتِقَادُ شَرِيكٍ لِلَّهِ تَعَالٰى فِي الْفِعْلِ وَهُوَ مَنْ قَالَ اِنَّ مَوْجُودًا مَّا غَيْرُ اللّٰهِ تَعَالٰى يَسْتَقِلُّ بِاِحْدَاثِ فِعْلٍ وَّ اِيْجَادِهِ يَعْنِي كِسِي كُو اللّٰهُ تَعَالٰى كِي اَفْعَالِ مِيں اِس طَرَحِ شَرِيكِ سَمَجْهِنَا كِه وَه مَسْتَقِلُّ اُوْر بَالذَّاتِ اللّٰهُ تَعَالٰى كِي بَغِيْر كُوْنِي كَامِ كَر سَكْتَا هِي۔

۳..... الشِّرْكُ فِي الْعِبَادَةِ يَعْنِي كِسِي كُو اللّٰهُ تَعَالٰى كِي عِبَادَتِ مِيں شَرِيكِ كَرْنَا۔

..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز شرک کے متعلق رقمطراز ہیں

او تعالیٰ یکی است کہ شریک ندارد نہ در وجوب وجود نہ در الوہیت و استحقاق عبادت چہ شریک وقتی در کار بود کہ او تعالیٰ کافی نبود و مستقل نباشد و آن علامت نقص است کہ منافی وجوب و الوہیت است و چون کافی بود و مستقل باشد شریک بی کار می ماند و عبث می افتد!

اللہ تعالیٰ ایک ہے جو شریک نہیں رکھتا نہ وجوب وجود میں، نہ الوہیت میں اور نہ استحقاق عبادت میں کیونکہ شریک اس وقت در کار ہوتا ہے جب وہ تعالیٰ کافی اور مستقل نہ ہو اور یہ (اللہ تعالیٰ کا کافی و مستقل نہ ہونا) نقص کی علامت ہے جو وجوب اور الوہیت کے منافی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کافی و مستقل ہے تو شریک بے کار و عبث ہوگا۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں شرک کی رسومات اور کفر کے ایام و اوقات کی تعظیم کو شرک میں بڑا سوخ حاصل ہے بلکہ مستلزم شرک اور مستوجب کفر ہے۔ دودینوں کی تصدیق کرنے والا اہل شرک میں سے ہے اور اسلام و کفر کے احکام کی آمیزش کرنے والا مشرک ہے تبری از کفر شرط اسلام است و بیزاری از شائبہ شرک شرط توحید یعنی کفر سے بے زاری اسلام کی شرط ہے اور شرک کے شائبہ سے بیزاری توحید ہے..... کفار کی دیوالی کے دنوں میں جاہل مسلمان خصوصاً ان کی عورتیں کافروں کی رسومات کو بجالاتی ہیں اور اپنی عید کی طرح

مسرت کا اظہار کرتی ہیں اور کفار کی مانند اپنی بیٹیوں اور بہنوں کو ہدیہ جات بھیجتی ہیں اور اس موسم میں کفار کی طرح اپنے برتنوں کو رنگین کر کے ان میں سرخ چاول ڈال کر بھیجتی ہیں اور اس موسم کا بڑا اعتبار و اہتمام کرتی ہیں ہمہ شرک است و کفر است بدین اسلام، یہ سب شرک ہے اور دین اسلام سے انکار و کفر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُمْ بِاللَّهِ إِلَّا وَهُمْ مُشْرِكُونَ ۱ ان میں سے اکثر اللہ پر ایمان بھی لاتے ہیں مگر ساتھ ہی شرک بھی کرتے ہیں ۲

بینہ نمبر ۲:

جس شخص کے اعمال ریواسمعه کے شائبہ سے پاک نہ ہوں اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی اور سے اجر طلب کرنے کے گمان (اگرچہ وہ قول اور ذکر جمیل ہی کیوں نہ ہو) سے مبرا نہیں ہوتا آنکس از دائرہ شرک بیرون نباشد و موحد و مخلص نبود وہ شخص شرک کے دائرے سے باہر نہیں ہوتا اور موحد اور مخلص بھی نہیں ہوتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا الشِّرْكَ اَخْفٰی مِنْ دَبِیْبِ النَّمْلِ عَلٰی الصَّفَا فِی اللَّیْلَةِ الظُّلْمَاءِ ۳ میری امت میں شرک اصغر (ریاء) اس چیونٹی کی رفتار سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے جو تاریک رات میں سیاہ پتھر پر چلتی ہے

لاف بی شرکتے مزن کان از نشانی پائے مور
در شب تاریک برنگ یہ پنہان تراست ۴

بینہ نمبر ۳:

واضح رہے کہ جب تک انسان تعطیل و تشریک، تشبیہ و تعلیل اور تشریک فی

۱ یوسف ۱۰۶: ۱۲ ۲ دفتر سوم مکتوب: ۴۱ ۳ حلیۃ الاولیاء: ۱۷۱/۴ ۴ دفتر سوم مکتوب: ۴۱

دکھانے کیلئے اعمال کریں گے۔

متن واقعہ کہ نوشتہ بودند ظہور جن بود و تصرف باطل
 او این قسم ظہور و تصرف او بر طالبان بسیار واقع
 می شود غم نیست ان کید الشیطان کان ضعیفاً
 و اگر باز ظہور کند تکرار کلمہ تجید لا حول و لا قوۃ الا باللہ
 العلی العظیم دفع آن مفسد نمایند

ترجمہ: (آپ نے) جو واقعہ لکھا تھا وہ جن کا ظہور اور اس کا باطل تصرف تھا۔ اس
 قسم کا ظہور اور اس کا تصرف طالبوں پر بہت ہوتا رہتا ہے، بے شک شیطان کا مکر
 کمزور ہے اگر پھر ظاہر ہو تو کلمہ تجید لا حول و لا قوۃ الا باللہ العلی العظیم
 کے تکرار سے اس مفسد کو دفع کریں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کے واقعہ کی تعبیر
 اور اس کا روحانی علاج تجویز فرما رہے ہیں۔ طریقت کے طالب علموں کے ساتھ
 شیاطین و جنات خاص رغبت رکھتے ہیں، انہیں ڈراتے، بہکاتے اور دوران ذکر و
 مراقبہ ان پر دباؤ ڈالتے ہیں اور بعض اوقات بیماری کی صورت پیدا کرنے کی بھی
 بڑی کوشش کرتے ہیں جس کی وجہ سے دوں ہمت اور بزدل لوگ ذکر و مراقبہ اور نماز

واعمال صالحہ چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ ایسی صورت میں طبیبوں کے پاس جانے کی بجائے اپنے شیخ کے ساتھ گہرا رابطہ رکھنا چاہئے اور ان سے اپنا علاج کروانا چاہئے تاکہ شیخ روحانی تصرفات اور باطنی توجہات کے ذریعے جنوں اور شیطانوں کے اثرات کو زائل کر دے۔ علاوہ ازیں شیخ کے بتائے ہوئے کلمات حصار بالخصوص کلمہ تمجید کو حرز جاں بنانا چاہئے اور اس کے آخر میں لَا مَلْجَأَ وَلَا مَنجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ملا کر صبح و شام ۲۱، ۲۱ مرتبہ پڑھ کر اپنے آپ کو دم کرنا چاہئے تاکہ سالک محفوظ قلعے میں محصور ہو جائے۔

دفتر اول مکتوب ۱۷۵

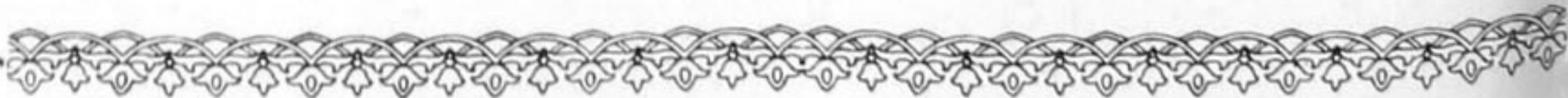
مکتوب الیہ

حضرت حافظ محمد ہوشیاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اربابِ تلوین کی اقسامِ ثلاثہ
لی مع اللہ وقت کے مفاہیم



مکتوب - ۱۷۵

متن بدانند کہ سالکان را چہ در بدایت و چہ در نہایت
 از تلویحات احوال چارہ نبود غایت مافی الباب اگر
 آن تلوین بر قلب است سالک از ارباب قلوب
 است و مسمی باین الوقت و اگر قلب از تلوین بر جست
 و از رقیبت احوال آزاد گشت و بمقام تمکین پیوست این
 زمان ورود احوال متلونه بر نفس است کہ بمقام قلب
 بخلاف آن نشسته است

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ سالکوں کو خواہ وہ بدایت میں ہوں یا نہایت میں تلویحات
 احوال سے چارہ نہیں ہے۔ اس بارے میں خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر وہ تلوین قلب پر
 ہے تو سالک ارباب قلوب میں سے ہے اور ابن الوقت سے موسوم ہے اور اگر قلب
 تلوین سے نکل گیا اور احوال کی غلامی سے آزاد ہو کر مقام تمکین کے ساتھ پیوست
 ہو گیا تو اس وقت احوال متلونه کا ورود نفس پر ہوتا ہے جو مقام قلب میں اس کی خلافت

کے طور پر بیٹھا ہوا ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت (مبتدی ہوں یا منتہی) کے احوال و کیفیات ہمہ وقت متغیر ہوتے رہتے ہیں۔ تلوینات احوال، ممکنات کی صفات کے لوازمات میں سے ہیں کیونکہ اسماء و صفات کی تجلیات کا ورود و نزول ہر لمحہ ہی ہوتا رہتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ کُلَّ یَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ سے واضح ہے۔

جب سالکین پر صفات جلالیہ کا پرتو پڑتا ہے تو ان پر بلا و امتحان و امراض نازل ہوتی ہیں اور جب صفات جمالیہ کا پرتو پڑتا ہے تو وہ ہم ساز اور دمساز بن جاتے ہیں اسی لئے اغیار ان پر زبان طعن و تنقید دراز کرتے ہیں جبکہ خوش بخت نیاز مند مصلحت کے تحت خاموش ہو جاتے ہیں۔ اکثر سالکین اصحاب تلوین ہوتے ہیں اس لئے ان پر کبھی سکر کا غلبہ ہوتا ہے اور کبھی صحو کا۔ بنا بریں نیاز مند مریدین کو ہر حال میں تنقید و اعتراض سے اجتناب کرنا چاہئے..... ارباب تمکین ویسے ہی بہت کم ہوتے ہیں۔

ارباب تلوین کی تین اقسام

فنائے قلب سے پہلے احوال مختلفہ (تلوینات) اگر سالک کے قلب میں ظاہر ہوں تو اس قسم کے سالک کو اہل دل اور ابن الوقت (موقع شناس) کہا جاتا ہے۔ جب سالک فنائے قلب کے بعد تلوینات سے فارغ ہو جاتا ہے تو احوال متلونہ کا ارتباط اس کے نفس سے ہو جاتا ہے کیونکہ نفس مقام قلب میں اس کی خلافت و

نیابت کے طور پر متمکن ہو جاتا ہے اس قسم کے صاحب تلوین کو ابوالوقت کہنے کی گنجائش ہوتی ہے۔

جب نفس محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے تلوینات سے گذر کر مقام تمکین و اطمینان کے ساتھ پیوست ہو جائے تو تلوینات کا ورود قالب پر ہوتا ہے جو عناصر اربعہ اور امور مختلفہ سے مرکب ہے۔ یہ تلوین قالب دائمی ہوتی ہے کیونکہ قالب کے حق میں تمکین متصور نہیں ہے۔

نفس عناصر اربعہ کا خلاصہ ہونے کی وجہ سے لطافت میں لطائف عالم امر (قلب، روح، سر و غیرہا) کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے اس لئے نفس اور قلب، سکر کے باعث اپنے احوال میں مستغرق رہتے ہیں بنا بریں مجال مخالفت ان میں نہیں رہتی جبکہ عناصر اربعہ (قالب) اپنی کثافت کی وجہ سے احوال متلونہ کے سامنے پگھلتے نہیں بلکہ باہوش اور ہوشیار رہتے ہیں۔ اسی غلبہء صحو کے باعث ان میں استغراق و استہلاک نہیں ہوتا بنا بریں مخالفت کا امکان رہتا ہے اسی لئے صوفیائے کاملین اطمینان نفس کے باوصف مجاہدہ کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تصفیہ قلب اور تزکیہ نفس کے باوجود قالب سے امور مباحہ اور افعال مرخصہ کا اکتساب ہو جاتا ہے۔ اگرچہ امور محرّمہ (گناہ) کا ارتکاب نہیں کرتا تاہم گناہ کا خطرہ ضرور رہتا ہے اس لئے وہ گناہوں سے محفوظ تو ہوتا ہے لیکن معصوم نہیں ہوتا۔ معصوم ہونا انبیائے عظام اور ملائکہ کرام (علیہم الصلوٰات) کے ساتھ خاص ہے۔ اس قسم کا صاحب تلوین اخص خواص میں سے ہوتا ہے، حقیقتاً ابوالوقت بھی یہی ہو سکتا ہے۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اہل طریقت کے نزدیک ابوالوقت کو غوث مطلق علی الاطلاق،

امام وقت اور قوم بھی کہا جاتا ہے جو حالات کا مرکب نہیں بلکہ راکب ہوتا ہے۔ وہ خود نہیں بدلتا بلکہ دگرگوں ماحول کو بدل کے رکھ دیتا ہے۔ وہ شعلہ خوبجلی کا دامن تھا منے دوڑتا اور سرکش حوادث کی گردنیں جھکانے لپکتا ہے۔ وہ جلال برق و باران کا مذاق اڑاتا اور گرجتے بادلوں کے سامنے مسکراتا ہے۔ غوث الثقلین حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا

وَمَا مِنْهَا شُهُورٌ أَوْ دُهُورٌ
تَمُرُّ وَ تَنْقِضِي إِلَّا أَتَالِي
نیست شہرے نیست دہرے را مرور
تا نیاید بر درم پیش از ظہور

متن معنی حدیث لی مع اللہ وقت کہ اذان سرور
علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات نقل کردہ اندو
جمعی از وقت و وقت متمر مراد داشته اندو جمعی دیگر وقت
نادر راجع باین بیان باشد چہ نسبت بہ بعضی لطائف استمرار
است و نسبت بہ بعضی دیگر ندرۃ

ترجمہ: حدیث لی مع اللہ وقت جو آں سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰت و التسلیمات
سے نقل کرتے ہیں کا معنی ایک جماعت نے وقت سے دائمی وقت مراد لیا ہے اور
دوسری جماعت اس بیان سے وقت نادر کی طرف راجع ہے کیونکہ بعض لطائف

(روح، سر، خفی، اخفی) کی نسبت استمرار ہے اور بعض دیگر (قلب، نفس، عناصر
اربعہ) کی نسبت ندرت ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں
کہ مشائخ طریقت نے ہر کسے ہر فہمے خود بند خیال کے مصداق اپنے اپنے احوال
و مذاق کے مطابق حدیث لِيْ مَعَ اللّٰهِ وَقَتُّ كے مطالب و مفاہیم بیان فرمائے
ہیں، بعض صوفیاء نے اس حدیث سے توحید و جودی مراد لی ہے۔ بقول شاعر

لِيْ مَعَ اللّٰهِ شَانِ خُودِ فَرْمُودِيْ
مَنْ نَدَانِمُ بِنْدِيْ يَا خُودِ تَوِيْ

بعض صوفیاء نے اس سے توحید شہودی مراد لی ہے..... بعض مشائخ نے اس
سے وقت نادرہ کا مفہوم اخذ کیا ہے اور بعض نے استمرار وقت کا قول کیا ہے۔ حضرت
امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک استمرار وقت کے باوجود وقت نادرہ بھی متحقق
ہے جس کا تحقق دوران نماز ہوتا ہے جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت قرۃ
عَيْنِيْ فِي الصَّلٰوةِ اور اقْرَبُ مَا يَكُوْنُ الْعَبْدُ مِنْ رَبِّهِ وَهُوَ سَاجِدٌ سے
معلوم ہوتا ہے۔ آیہ کریمہ وَاَسْجُدْ وَاقْتَرِبْ کے مطابق دوران نماز حالت
سجدہ میں مدارج قرب میسر ہوتے ہیں اور جس وقت قرب میں زیادتی ہو اس وقت
میں غیر کی گنجائش نہیں ہوگی، واقعہ معراج میں بیان فرمودہ درج ذیل حدیث قدسی
بھی اسی طرف مشیر ہے۔

يَا مُحَمَّدُ اَنَا وَاَنْتَ وَمَا سِوَاكَ خَلَقْتُ لِاجْلِكَ فَقَالَ مُحَمَّدٌ صَلَّى
 اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ وَمَا اَنَا وَمَا سِوَاكَ تَرَكْتُ لِاجْلِكَ اے
 محمد صلی اللہ علیک وسلم میں ہوں اور تم ہو اور تیرے سوا جو کچھ ہے میں نے تیرے لئے
 تخلیق فرمایا۔ اس پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا اے اللہ! تو ہی ہے، میں
 نہیں ہوں اور جو کچھ تیرے سوا ہے میں نے اسے تیرے لئے چھوڑ دیا۔

بینہ:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ استمرار وقت تحقیق شدہ
 ہے، سخن اس میں ہے کہ استمرار کے باوجود حالت نادرہ بھی واقع ہے یا نہیں۔ ایک
 جماعت جسے ندرت وقت کی اطلاع نہیں دی گئی وہ اس کی نفی کے قائل ہو گئے اور
 دوسری جماعت جسے اس مقام سے بہرہ ور کیا گیا انہوں نے ندرت وقت کا اقرار کر
 لیا..... حق یہ ہے کہ جس شخص کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل نماز میں جمعیت
 عطا فرمائی گئی اور اس دولت قرب سے بہرہ ور کیا گیا وہ اقل قلیل ہے۔^۱



دفتر اول مکتوب ۱۷۶

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد صدیق خاں خشتی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

صاحبِ قلت کلام لائقِ صحبت ہوتا ہے
اوقات کی حفاظت طریقت کی ضرورت ہے



مکتوب - ۱۷۶

متن پس از محافظتِ اوقاتِ خود چارہ نہ بود تا با امورِ
لاطائل تلف نشود شعر خوانی و قصہ پردازمی را
نصیب اعداء دانستہ بسکوت و حفظِ نسبتِ باطن باید
پرداخت اجتماعِ یارانِ درین طریق از برائے جمعیت
باطن است نہ از برائے تشنیتِ خاطر.....

ترجمہ: پس اپنے اوقات کی حفاظت کے بغیر چارہ نہیں تا کہ لایعنی باتوں میں
تلف نہ ہوں۔ شعر خوانی اور قصہ گوئی دشمنوں کا نصیب سمجھ کر خاموشی اور نسبتِ باطنی
کی حفاظت کرنا چاہئے۔ اس طریقت میں احباب کا اجتماع باطنی جمعیت کے لئے
ہوتا ہے نہ کہ قلبی انتشار کے لئے.....

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے زیر تربیت
مکتوب الیہ کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ اگرچہ تمہارا شاعرانہ مزاج تمہیں شعر خوانی اور

قصہ پرداز پر ابھارتا ہے لیکن اب تمہیں اس قسم کے لایعنی امور کو چھوڑ کر باطنی نسبت کی محافظت اور سکوت و مراقبہ پر مواظبت کرنا چاہئے تاکہ شعر گوئی اور بیت بازی جیسے فضول کاموں میں وقت کا ضیاع نہ ہو بلکہ ذکر و فکر کی بدولت قلبی جمعیت، روحانی سیر اور باطنی طیر میسر ہو اور اپنے ہم نشینوں کے لئے بھی قلبی جمعیت کا باعث ہو۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں خاموشی کے متعلق قدرے معلومات فراہم کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

حق تعالیٰ جل سلطانہ نے اپنی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ سے انسان کو قوت گویائی عطا فرما کر اس کے فوائد و مضرات بھی بیان کر دیئے

ایزد چو بنا کرد بہ حکمت تن و جاں
در ہر عضوے مصلحت کرد نہاں
گر مفسدے ندیدہ بودے ز زباں
محبوس نمی کرد بہ دنداں دہاں

جو شخص صدق و اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ استحضار ذات کے پیش نظر ہمیشہ کلمہ خیر ہی کہتا ہے کیونکہ کلمہ طیبہ صدقہ ہے جو مخلوق خدا کیلئے بالعموم اور مسلمانوں کیلئے بالخصوص رحمت و راحت کا باعث ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات الْمُسَلِمٰتُ مِنَ الْمُسَلِمٰتِ مَنْ سَلِمَ الْمُسَلِمُوْنَ مِنْ لِسَانِهِ وَیَدِهِ ۱ سے عیاں ہے۔ بقول اقبال مرحوم

فطرت مسلم سراپا شفقت است
در جہاں دست و زبانش رحمت است

بصورت دیگر بندہ مومن خاموش رہتا ہے کیونکہ اسی میں عافیت و سلامتی اور

زہد و حکمت ہے۔ اس قسم کا بندہ مومن جامع شریعت و طریقت، نیابت نبوت و خلافت رسالت کا مستحق اور لائق صحبت و قربت ہوتا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إِذَا رَأَيْتُمُ الرَّجُلَ أُعْطِيَ زُهْدًا فِي الدُّنْيَا وَقِلَّةَ مَنْطِقٍ فَاقْتَرِبُوا مِنْهُ فَإِنَّهُ يُلْقَى الْحِكْمَةَ ۱ یعنی جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی اور قلت کلام عطا کیا گیا ہے تو اس کے قریب ہو جاؤ کیونکہ اسے حکمت القاء کی جاتی ہے۔

حضرت شیخ یزید بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں عالم کے لئے فتنہ یہ ہے کہ اسے سننے کی بجائے بولنا زیادہ پسند ہو اس لئے جب کوئی معقول گفتگو کرنے والا موجود ہو تو سننے میں ہی سلامتی ہے۔

غرضیکہ سالکین کو قلت کلام، قلت طعام، قلت منام اور قلت اختلاط مع الانام کے سنہری اصولوں پر کار بند رہنا چاہئے۔ حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے احیاء العلوم (جلد ثالث) میں زبان کی بیس آفات تفصیلاً بیان فرمائی ہیں جن کا مطالعہ سالکین طریقت کے لئے نہایت سود مند ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ نسبت نقشبندیہ میں اخفاء و سکوت کا غلبہ ہے اس لئے اس طریقت کے سالکین مراقبہ کو اولین ترجیح دیتے ہیں اور اپنے شیخ کے بتائے ہوئے اسباق و اوقات کی تعمیل و تعمیر میں ہی مشغول رہتے ہیں کیونکہ طریقت میں اپنے شیخ کا فرمان ہی حرفِ آخر ہوتا ہے۔

۱ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۰۹۱

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ سالکین کو دوران سلوک دوسری نسبت کو اپنی نسبت میں خلط ملط نہیں ہونے دینا چاہیے کیونکہ دیگر مشائخ کی صحبت و اسباق کے تکرار سے باطنی مزاج بگڑ جاتا ہے جس سے منزل کھوٹی اور روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ اس معاملے میں صوفیائے طریقت تو اس قدر خود دار اور غیور ہوتے ہیں کہ وہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی زیارت و ملاقات تو رہی درکنار پانی میں غرق ہونے سے اپنی جان بچانے کیلئے ان کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دینا بھی گوارا نہیں کرتے۔

چنانچہ عارف باللہ حضرت خواجہ فیض اللہ تیرا ہی رحمۃ اللہ علیہ کو جب انکے مربی زبدۃ اہل رضا حضرت خواجہ سید محمد عیسیٰ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ حضرت سیدنا خضر علیہ السلام ہیں اگر کچھ مانگنا ہے تو ان سے مانگ لو۔ انہوں نے عرض کیا حضور! میرے خضر تو آپ ہی ہیں مجھے تو جو کچھ لینا ہے آپ ہی سے لینا ہے۔ بلکہ مجھے تو سیدنا خضر علیہ السلام بھی آپ ہی کی برکت سے ملے ہیں۔

مِنہ پا بیروں ز کوئے وفا
کہ از دوستاں نیرزد جفا

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ ایسا سالک درویش جو خدا و مصطفیٰ جل سلطانہ و صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قرب و حضوری اور ولایت میں قدم رکھتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ فضول کاموں کو چھوڑ کر توبہ و استغفار کرے اور اعمال صالحہ کا حریص ہو کیونکہ اوقات کی حفاظت کرنا راہ طریقت کی ضروریات میں سے ہے۔

بینہ نمبر ۴:

کاشف الحقائق حضرت خواجہ محمد صدیق بدخشی رحمۃ اللہ علیہ وہی مکتوب الیہ ہیں جن کی طرف دفتر اول مکتوب: ۱۳۲ ارسال فرمایا گیا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ان کی جلالی تربیت کرتے ہوئے بوالہوس تک تحریر فرمایا تھا کیونکہ یہ راہ طریقت کو چھوڑ کر امراء کی مجالس اور لباس فاخرہ کے درپے ہو گئے تھے مگر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی فہمائش و سرزنش پر مجالس اغنیاء کو خیر باد کہہ دیا اور آپ کی صحبت وزیر نگرانی سلوک نقشبندیہ طے کیا اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكَ



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت جمال الدین حسین بدایینی رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

جوانی میں تین اہم امور کی ترغیب



مکتوب - ۱۷۷

متن خواجہ جمال الدین حسین عنفوانِ شباب را عنینت
 شیرند و مہا اکن صرفِ مرضیاتِ حق نمایند جل و علا
 یعنی اولاً صحیح عقائد بمقتضائے آراءِ صائبہ اہل
 سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعّیہم لازم
 داند و ثانیاً عمل بموجب احکام شرعیہ فقہیہ و ثالثاً سلوک
 طریقہ علیہ صوفیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم و من و فوق لہذا
 فقد فاز فوزاً عظیماً و من تخلف عن ہذا فقد
 خسر خسراناً مبیناً

ترجمہ: خواجہ جمال الدین حسین آغازِ جوانی کو عنینت جانیں اور حتی المقدور اسے
 حق تعالیٰ جل و علا کی مرضیات میں صرف کریں یعنی اولاً عقائد کو اہل سنت و جماعت
 شکر اللہ تعالیٰ سعّیہم کی درست آراء کے تقاضوں کے مطابق صحیح کرنا لازم

جائیں..... ثانیاً احکام شرعیہ فقہیہ کے مطابق عمل کریں..... ثالثاً طریقہ عالیہ صوفیہ
قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کا رستہ اختیار کریں۔ جس شخص کو اس کی توفیق دے دی گئی وہ
فوز عظیم پا گیا اور جو شخص اس سے محروم رہا وہ خسران مبین میں پڑ گیا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو صحت
و جوانی کو غنیمت جانتے ہوئے تین اہم ترین امور کی ترغیب دلا رہے ہیں۔
۱..... اپنے عقائد کو متکلمین اہلسنت کے بیان فرمودہ عقائد کے مطابق درست کرنا
چاہیے کیونکہ ان بزرگوں کے عقائد قرآن و سنت کے عین مطابق ہیں اور درست
عقائد پر ہی نجات کا دار و مدار ہے۔

۲..... عقائد حقہ کی روشنی میں احکام شرعیہ فقہیہ کی تعلیم و تحصیل کے بعد ان پر عمل کرنا
چاہیے۔

۳..... قرب خدا جل سلطانہ اور باطنی انشراح حاصل کرنے کیلئے کسی شیخ کامل مکمل کی
زیر نگرانی تزکیہ نفس اور تصفیہ باطن کا اہتمام کرنا چاہیے تاکہ بندہ مومن شریعت و
طریقت کا جامع قرار پائے اور اسے رضائے الہی جیسی دولت عظمیٰ نصیب ہو جائے۔



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مہرز مظفر علیہ السلام



موضوعات

ہمسایہ کی اقسام ، ہمسایہ کے حقوق
حسن معاملات قرب خداوندی میں معاون ہوتے ہیں



مکتوب - ۱۷۸

متن مخدوما مکرمًا احسان درہمہ جا محمود است علی الخصوص
نسبت بجماعہ کہ قرب جوار دارند حضرت رسالت
خاتمیت علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات والتسلیمات در ادائے
تحقوق جوار آن قدر مبالغہ می فرمودند کہ اصحاب کرام از ان
مبالغہ گمان می بردند کہ شاید باہل جوار اثر ہم بدمانند
شومی

چون چنین با یکدگر ہم سایہ ایم
تو چو خورشیدی و ما چون سایہ ایم
چہ بدی اے مایہ بے مایگان گرنکہ داری حق ہمسایگان

ترجمہ: میرے مخدوم و مکرم! احسان ہر جگہ قابل ستائش ہے خصوصاً اس جماعت
کے ساتھ جو قرابت دار پڑوسی ہیں۔ حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ الہ الصلوٰات و

التسلیمات ہمسائے کے حقوق کی ادائیگی میں اس قدر مبالغہ فرماتے تھے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اس مبالغہ سے گمان ہونے لگتا کہ آپ شاید ہمسائیوں کو میراث میں داخل فرمادیں گے۔

ترجمہ شعر: جب ہم ایک دوسرے کے ساتھ ہمسایہ کی طرح ہیں تو تو آفتاب کی مانند ہے اور ہم سایہ کی طرح ہیں

اے مایہ بے مائیگاں! اگر تو ہمسائیوں کے حقوق کی پاسداری کرے تو کیسا ہے؟

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو محتاجوں کی حاجت برآری اور سائلوں کی دستگیری کرنے کی سفارش فرما رہے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مکتوب الیہ صاحب حیثیت اور اصحاب ثروت میں سے تھے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ہمسائیوں کے حقوق کے متعلق قدرے معلومات فراہم کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْق

انسان فطرۃ مدنی الطبع واقع ہوا ہے اس لئے باہم مل جل کر رہنا پسند کرتا ہے۔ دین اسلام چونکہ دین فطرت ہے، اس لئے شریعت اسلامیہ نے جہاں حقوق اللہ بیان فرمائے ہیں وہاں حقوق العباد کا بھی تذکرہ فرمایا ہے تاکہ انسان ان سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہو کر امن و مرآت کے ساتھ حیات مستعار کے ایام گزار سکے اور دوسروں کیلئے بھی سلامتی و عافیت کا باعث ہو۔ اس طرح ایک ایسا جنت نظیر معاشرہ تشکیل پائے گا جو بندگانِ خدا کیلئے امن و امان اور سکون و احسان کا گہوارہ ثابت ہوگا۔

ہمسایہ کی اقسام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

الْجِيرَانُ ثَلَاثَةٌ فَمِنْهُمْ مَنْ لَهُ ثَلَاثَةٌ حُقُوقٍ وَمِنْهُمْ مَنْ لَهُ حَقٌّ وَمِنْهُمْ مَنْ لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ وَأَمَّا الَّذِي لَهُ ثَلَاثَةٌ حُقُوقٍ فَالْجَارُ الْمُسْلِمُ الْقَرِيبُ لَهُ حَقُّ الْإِسْلَامِ وَحَقُّ الْجَوَارِ وَحَقُّ الْقَرَابَةِ وَأَمَّا الَّذِي لَهُ حَقَّانِ فَالْجَارُ الْمُسْلِمُ لَهُ حَقُّ الْإِسْلَامِ وَحَقُّ الْجَوَارِ وَأَمَّا الَّذِي لَهُ حَقٌّ وَاحِدٌ فَالْجَارُ الْكَافِرُ لَهُ حَقُّ الْجَوَارِ ۱ یعنی پڑوسی تین قسم کے ہیں ان میں سے ایک پڑوسی وہ ہے جس کے تین حق ہیں دوسری قسم کے پڑوسی کے دو حق ہیں اور تیسری قسم کے پڑوسی کا ایک حق ہے۔ جس پڑوسی کے تین حقوق ہیں وہ مسلمان قریبی رشتہ دار پڑوسی ہے جس کے لئے اسلام کا حق، پڑوس کا حق اور قرابت کا حق ہے..... جس شخص کے دو حق ہیں وہ مسلمان ہمسایہ ہے جس کیلئے اسلام کا حق اور پڑوس کا حق ہے..... اور جس پڑوسی کا صرف ایک حق ہے وہ کافر پڑوسی ہے جس کا صرف ہمسائیگی کا حق ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا چالیس گھر پڑوسی ہیں ۲ حضرت امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس سے مراد چاروں طرف چالیس چالیس گھر مراد ہیں۔ ۳

ہمسایہ کے حقوق

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مخاطب ہو کر فرمایا

اتَدْرُونَ مَا حَقُّ الْجَارِ کیا تم جانتے ہو پڑوسی کا کیا حق ہے؟..... اگر وہ

۱ کنز العمال، رقم الحدیث: ۲۲۹۳۵ ۲ المعجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۱۵۲۹۳

تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو..... اگر تم سے قرض مانگے تو اسے قرض دو..... اگر حاجت مند ہو تو اس کی ضرورت پوری کرو..... اگر بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت کرو..... اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ..... اگر اسے بھلائی پہنچے تو اس کو مبارکباد دو..... اگر کوئی مصیبت پہنچے تو اس کی غم خواری کرو..... اس کی عمارت سے اپنی عمارت بلند نہ کرو اس طرح اس تک ہوا نہیں پہنچے گی البتہ اس کی اجازت سے ایسا کر سکتے ہو..... اگر کوئی پھل خریدو تو اسے تحفہ بھیجو، اگر ایسا نہ کر سکو تو پھل گھر میں پوشیدہ طریقے سے لاؤ اور تمہارا بچہ پھل لے کر باہر نہ جائے کہ اس سے اس کے بچے کو رنج پہنچے گا..... اپنی ہانڈی کی خوشبو سے اسے اذیت نہ دو مگر یہ کہ تم اسے بھی اس سے چلو بھر دیدو..... اپنے گھر کے دھوئیں سے اسے تکلیف نہ دو..... اپنے گھر کی چھت پر ایسے نہ چڑھو کہ اس کی بے پردگی ہو۔ پھر ارشاد فرمایا

أَتَذُرُونَ مَا حَقَّ الْجَارِ؟ وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ لَا يَبْلُغُ حَقَّ الْجَارِ إِلَّا قَلِيلٌ
مِمَّنْ رَحِمَهُ اللَّهُ! کیا تم جانتے ہو ہمساہ کا کیا حق ہے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے پڑوسی کا حق تھوڑے لوگ ہی ادا کر سکتے ہیں کہ جن پر اللہ کا رحم ہو۔

بینہ:

واضح رہے کہ حسن معاملات قرب خداوندی میں بڑے معاون ہوتے ہیں۔ دور حاضر چونکہ نفس پرستی اور خود غرضی کا دور ہے اس لئے مخلوق خدا کے ساتھ بالعموم اور اہل حقوق کے ساتھ بالخصوص بے لوث و بلا معاوضہ احسان و شفقت کرنا چاہئے تاکہ حق تعالیٰ جل سلطانہ کی رضا نصیب ہو۔ اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا يَا هَا



دفتر اول مکتوب ۱۷۹

مکتوب الیہ

حضرت مابز عبك اللہ بن مابز محمد نعمان کا ارشاد علیہ



موضوعات

علوم شرعیہ کی تحصیل و تعمیل

واعیان حق کے قول و فعل کا تضاد باعثِ فتنہ ہے



مکتوب - ۱۷۹

متن موسم جوانی را غنیمت دانستہ تحصیل علوم شرعیہ
و عمل بمقتضائے ان علوم اشغال دارند و اہتمام
نمایند کہ این عمر گرامی در مالا یعنی صرف نشود و بلہو و لعب
تلف نکرود

ترجمہ: عہد جوانی کو غنیمت سمجھیں، علوم شرعیہ کی تحصیل اور ان علوم کے مطابق عمل
میں مشغول رہیں اور اہتمام کریں کہ یہ عمر گرامی لایعنی امور میں بسر نہ ہو اور لہو و لعب
میں تلف نہ ہو جائے۔

شکر

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو
نصیحت و تلقین فرما رہے ہیں کہ ایام شباب کو غنیمت سمجھ کر صحت و تندرستی پر حق تعالیٰ کا
شکر ادا کر کے علوم شرعیہ کی تحصیل کرنا چاہئے اور تحصیل تعلیم کے بعد اس کی تعمیل و تبلیغ
میں بھرپور کوشش کرنا چاہئے کیونکہ سیرت و کردار کی پاکیزگی و پختگی ایسی نعمت

غیر مترقبہ ہے جو عوام الناس کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر کے ان میں عمل کی تحریک و جذبہ پیدا کرتی ہے نتیجتاً ایک صالح اور مہذب معاشرے کی تعمیر و تشکیل ہوتی ہے جو مخلوق خدا کے لئے باعث راحت و شفقت ہوتا ہے۔ بصورت دیگر داعیان حق کے قول و فعل میں تضاد کے باعث ظاہر بین لوگوں کو حق پر آوازے کسے کا موقع مل جاتا ہے رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ جو منافقانہ روش اور دوغلی پالیسی ہے جس کی بناء پر عامۃ الناس علماء و مشائخ سے نفرت کرتے اور شریعت و طریقت کے نظام سے دور بھاگتے ہیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهُ

مکتوب الیہ چونکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے خلیفہ کے صاحبزادے ہیں اس لئے آپ انہیں ان کے والد گرامی کی عدم موجودگی میں ان کے مریدین کی خاطر تواضع کرنے کی نصیحت فرما رہے ہیں اسی بناء پر مشائخ کرام کی ظاہری اور جسمانی عدم موجودگی میں بطور نیابت و خلافت جانشینی کا سلسلہ چلا آ رہا ہے تاکہ آستانوں پر آنے والے مہمانوں اور درویشوں کی ظاہری و باطنی ضیافت کا اہتمام ہوتا رہے۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ ابوالفنا سید محمد علیہ رحمۃ اللہ



موضوعات

خواجہ محمد زاہد وحشی رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف

غیرت نسبت کا تقاضا



مکتوب - ۱۸۰

متن مشیخت پناہی خواجہ خاوند محمود بایں حد و تشریف
 آورده بودند با اول ملاقات سخن از حضرت مولانا
 مذکورہ ساختند و گفتند کہ ایشان از کسے مجاز نہ بودند لہذا
 در اوائل مرید نمی گرفتند و در او اخیر عمر شروع در شیخی کردند
 گفته شد کہ ایشان بزرگ بودند و تمام ماوراء النہر بہ بزرگی
 ایشان قائل ہرگز تجویز نمی توان کرد کہ بے اجازت ایشان
 مرید گرفتہ باشند در اوائل یا در او اخیر کہ این قسم عمل داخل
 خیانت است بہ اومانے مسلم این ظن نمی توان کرد
 فکیف بہ اکابر دین

ترجمہ: مشیخت پناہ خواجہ خاوند محمود اس علاقہ میں تشریف لائے پہلی ملاقات میں
 ہی انہوں نے حضرت مولانا مذکور (حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہ) کے متعلق

سخن سازی کرتے ہوئے کہا کہ وہ کسی سے مجاز نہ تھے اس لئے اوائل میں مرید نہیں کیا کرتے تھے آخر عمر میں انہوں نے شیخی شروع کر دی تھی انہیں جواباً کہا گیا کہ وہ بزرگ تھے سارا ماوراء النہران کی بزرگی کا قائل تھا وہ اس بات کو ہرگز پسند نہیں کر سکتے تھے کہ اوائل یا اواخر میں بغیر اجازت کسی کو مرید کریں۔ کیونکہ اس قسم کا عمل خیانت میں داخل ہے۔ جب کوئی ادنیٰ مسلمان یہ گمان نہیں کر سکتا تو اکابر دین کیسے کر سکتے ہیں؟۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے شجرہ طریقت میں مذکور دو مشائخ کرام رحمۃ اللہ علیہما کی خلافت و اجازت اور باطنی نسبت پر ایک معترض کے اعتراض کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ ان حضرات کو اپنے شیوخ کرام سے باقاعدہ اجازت و خلافت حاصل تھی۔ وہ دونوں حضرات مخزن اسرارِ سرمدی حضرت خواجہ محمد زاہد وحشی اور قطب اوحہ حضرت خواجہ درویش محمد رحمۃ اللہ علیہما ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں حضرات کا اجمالی تذکرہ کر دیا جائے تاکہ قارئین کی معلومات میں مزید اضافہ ہو۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

حضرت خواجہ محمد زاہد وحشی کا مختصر تعارف

آپ کا اسم گرامی محمد زاہد تھا۔ آپ ۱۴ شوال المکرم ۸۵۲ھ بمقام وحش مضافات حصار علاقہ بخارا میں متولد ہوئے۔ آپ قدوة العارفین حضرت خواجہ محمد یعقوب چرنی قدس سرہ العزیز کے قریبی عزیزوں میں سے تھے۔ ابتداء میں خواجہ چرنی کے کسی خلیفہ سے طریقت نقشبندیہ کے اذکار و اطوار کی تلقین و تعلیم حاصل کر کے

گوشہ نشین ہو گئے لیکن جونہی قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ الغفار کی تربیت و ارشاد کا شہرہ سنا تو آپ فوراً عزلت نشینی کو خیر باد کہہ کر خواجہ احرار کے آستانہ عالیہ کی طرف متوجہ ہو گئے۔

زاہد بہ ہشت خلوت و دامن ز پاکشید

چوں از بہار دامن صحراء بہشت شد

ادھر خواجہ احرار فراست باطنی اور اشارہ غیبی پا کر آپ کے استقبال کے لئے بمع احباب و مریدین روانہ ہو گئے۔ رستے میں ایک مقام پر درخت کے سائے تلے خواجہ احرار کی زیارت و قدم بوسی سے مشرف ہوئے۔ خلوت میں اپنے احوال و واردات حضرت خواجہ کے گوش گزار کیے اور بیعت کی درخواست کی تو حضرت خواجہ نے اسی مجلس میں آپ کو توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ سے سلوک نقشبندیہ کی تکمیل کروا کر خلافت مطلقہ اور اجازت خاصہ سے نوازا اور وہیں سے رخصت کر دیا۔ یوں آپ حضرت خواجہ کے ہم آغوش سعادت و کمالات ہو کر واپس لوٹے اور حضرت خواجہ کے خلفاء میں ایک ممتاز مقام پر فائز المرام ہوئے اور اپنے مرشد گرامی کے حسب ارشاد طالبان طریقت کی تلقین و تعلیم و تربیت میں مشغول ہو گئے۔ آپ فقر و تجرید، زہد و تفرید اور اتباع سنت میں بلند مقامات پر فائز تھے۔ شاہان وقت بھی آپ کے باطنی تصرفات اور روحانی کمالات کے معترف تھے بلکہ حاکم و خوش تو آپ کا مرید تھا۔ یکم ربیع الاول ۹۴۶ھ بمقام و خوش آپ کا وصال مبارک ہوا۔ مزار پر انوار و خوش میں مرجع خاص و عام ہے۔

حضرت خواجہ درویش محمد کا مختصر تعارف

آپ کا نام نامی درویش محمد تھا۔ آپ حضرت مولانا زاہد و خوشی قدس سرہ

السرمدی کے حقیقی ہم شیرزادے (بھانجے) خلیفہ اعظم اور جانشین تھے۔ پندرہ برس تک زہد و ریاضت اور حالت تجرید و تفرید میں بیابانوں میں گزارے پھر حضرت سیدنا خضر علیہ السلام کی ہدایت پر حضرت خواجہ زاہد قدس سرہ العزیز کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہوئے اور ان کی زیر نگرانی سلوک کی تکمیل کی اور خلافت و اجازت سے نوازے گئے۔ آپ اوصاف جذبہ و استغراق سے موصوف اور سخا و عطا میں معروف تھے۔ آپ واقف رموز صوری و معنوی اور جامع علوم ظاہری و باطنی ہونے کی وجہ سے یکتائے روزگار، علوم شرعیہ کے فاضل اجل اور استاذ تھے اور مشائخ نقشبندیہ کی طرح اپنے احوال و کمالات کی پوشیدگی کیلئے علوم ظاہری کی درس و تدریس اور تعلیم و تبلیغ میں مشغول ہو گئے مگر حضرت شیخ نور الدین خوانی رحمۃ اللہ علیہ کے اشارہ سے طالبان طریقت تحصیل کمالات کی خاطر آپ کی طرف متوجہ ہونے لگے۔ آپ کے مکشوفات و تصرفات کے مقتدائے زمانہ مشائخ بھی معترف تھے۔ آپ کا مزار فائض الانوار موضع اسفرار متصل شہر سبز علاقہ ماوراء النہر میں مرجع خلائق ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ معترض حضرت خواجہ خاوند محمود رحمۃ اللہ علیہ جو جانشین شاہ نقشبند قدوة الاخیار حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ العزیز کی اولاد امجاد میں سے تھے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ان کے لئے مشیخت پناہ کا لقب استعمال فرمایا ہے مگر اس کے باوجود حمیت طریقت اور غیرت نسبت کی بناء پر ان کا محاسبہ کرتے ہوئے ان کی تھوڑی سے خبر بھی لے لی تاکہ وہ آئندہ اعتراض کرنے سے احتراز کریں۔ علاوہ ازیں آپ نے یاران طریقت کو اس بات کا درس بھی دیا ہے کہ

اگر کوئی روباہ صفت ہمارے مشائخ کرام پر زبان طعن دراز کرے تو آداب کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے بطریق احسن اس کی تردید و تغلیط کرنی چاہئے کہ یہی طریقت و نسبت کی غیرت کا تقاضا ہے۔

عارف جامی قدس سرہ العزیز نے خوب کہا

قصرے گر کند این طائفہ را طعن قصور
حاشا للہ کہ بر آرم بزباں این گلہ را
ہمہ شیران جہاں بستہ این سلسلہ اند
روبہ از حیلہ چساں بکسلد این سلسلہ را

بلیزہ نمبر ۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ اگر کوئی بدنہاد حرماں نصیب اہل اللہ کی گستاخی اور بے ادبی کرتا ہے تو حق تعالیٰ، صحابہ کرام اور عشاق کی سنت پر عمل کرتے ہوئے اسے کبھی کھری کھری بھی سنا دینا چاہئے تاکہ اس پر اس کی حقیقت بھی عیاں ہو جائے اور لوگوں کی نظروں میں وہ ذلیل و رسوا بھی ہو جائے۔

دفتر اول مکتوب ۱۸۱

مکتوب الیہ

مخدوم زاوہ حضرت خواجہ محمد رضا عرف سرہندی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

قرب و یقین کا انحصار مقامات عشرہ پر ہے
اولیاء کا ملین ہمیشہ علماء کے روپ میں ہوتے ہیں
نزولی مدارج میں اہل اللہ دلائل کے محتاج ہوتے ہیں



یہ مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے فرزند کلاں حضرت خواجہ محمد صادق رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰۰۰ھ سرہند شریف میں ہوئی، عہد طفولیت سے ہی آثار سعادت اور انوار ولایت چہرہ مبارک سے ہویدا تھے۔ آپ کے جد امجد حضرت مخدوم شیخ عبدالاحد چشتی قدس سرہ العزیز نے بچپن ہی سے اپنی زیر نگرانی تعلیم و تربیت فرمائی، آپ مجموعہ معارف اور اولیائے کبار میں سے تھے۔ آپ کے متعلق جد امجد حضرت مخدوم، حضرت امام ربانی قدس سرہ کو فرمایا کرتے تھے کہ تمہارا یہ بیٹا مجھ سے حقائق و معارف کی ایسی ایسی عجیب باتیں دریافت کرتا ہے کہ ان کا جواب مشکل سے بن پڑتا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز جب جمادی الثانی ۱۰۰۸ھ خواجہ بیرنگ حضرت خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت بابرکت میں حضرت دہلی میں حاضر ہوئے تو آپ بھی ہمراہ تھے۔ چنانچہ آپ حضرت خواجہ کی نگاہ قبولیت میں آکر ذکر و مراقبہ اور نسبت و جذبہ سے مشرف ہوئے اور صغریٰ کے باوجود حیران کن کمالات ظاہر ہوئے۔ غلبہ جذبات کے باوصف فنون عربیہ حضرت شیخ محمد طاہر بندگی لاہوری رحمۃ اللہ علیہ اور علوم حکمیہ حضرت مولانا محمد معصوم کابلی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھ کر اٹھارہ برس کی عمر میں علوم نقلیہ و عقلیہ سے فارغ ہوئے اور درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔

صاحب حضرات القدس حضرت مولانا بدرالدین سرہندی رحمۃ اللہ علیہ

فرماتے ہیں کہ میں نے مطول مع حاشیہ میر، شرح عقائد مع حاشیہ خیالی، تحریر اقلیدس اور شرح مطالع مع حاشیہ میر وغیرہا کتب کا درس آپ سے ہی لیا تھا۔ جب آپ تلوین سے تمکین، سکر سے صحو اور جذب سے سلوک کی طرف آئے تو بعمر اکیس برس بروز جمعۃ المبارک حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے آپ کو خلعت خلافت سے نوازتے ہوئے اپنی عبائے خاص بھی مرحمت فرمائی اور آپ کو ارشاد و تلقین کی اجازت عامہ سے مشرف فرمایا۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مکتوب میں آپ کے متعلق رقمطراز ہیں کہ میرا فرزند مرحوم حق سبحانہ کی آیات میں سے ایک آیت اور رب العالمین کی رحمتوں میں سے ایک رحمت تھا۔ چوبیس برس کی عمر میں اس نے وہ کچھ پایا کہ شاید ہی کسی کو نصیب ہوا ہو، پایہ مولویت اور علوم عقلیہ و نقلیہ کی تدریس کو حد کمال تک پہنچایا تھا حتیٰ کہ اس کے شاگرد بیضاوی اور شرح مواقف وغیرہ پڑھانے میں درجہ کاملہ رکھتے ہیں اس کی معرفت و عرفان کی حکایت اور شہود و کشف کے قصے بیان سے باہر ہیں..... ولایت موسوی کو نقطہء آخر تک پہنچایا تھا اور اس ولایت علیا کے عجائب و غرائب بیان کیا کرتا تھا۔ ہمیشہ خاضع و خاشع، ماتمی و متضرع اور متذلل و منکسر رہتا تھا اور کہا کرتا تھا کہ ہر ایک ولی نے اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ کوئی چیز طلب کی ہے میں نے التجا و تضرع طلب کی ہے۔ آپ نے مرض طاعون کی وجہ سے جام شہادت نوش فرمایا۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے آپ کی مرقد انور پر گنبد تعمیر کروایا تھا۔

مکتوب - ۱۸۱

متن در جواب گفتیم کہ ترتیب یقین بر قرب است ہر چند قرب بیشتر یقین زیادہ تر و سبب اکملیت آن مقامات نیز اتمیت یقین است نہ امر دیگر و نظر کشفی ہم صحیح است غایت مافی الباب حصول قرب مرا لطف لطائف راست پس یقین نیز نصیب ہمینہا باشد و اکملیت آن مقامات چون مترتب بر اتمیت یقین است نیز ایشان را حاصل بود

ترجمہ: ہم جواب میں کہتے ہیں کہ یقین قرب پر مترتب ہوتا ہے جتنا قرب بیشتر ہوگا اتنا ہی یقین زیادہ ہوگا۔ ان مقامات کی اکملیت کا سبب بھی یقین کی اتمیت ہے کوئی اور چیز نہیں۔ نظر کشفی بھی صحیح ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حصول قرب خاص مہربانیوں میں سے سب سے بڑی مہربانی پر ہے پس یقین بھی انہی (عنایات) کے مطابق ہوگا۔ ان مقامات کی اکملیت جب یقین کی اتمیت پر مترتب ہوتی ہے تو وہ بھی ان

ہی بزرگوں کو حاصل ہوتا ہے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک سوال کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں جس میں مکتوب الیہ نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ بعض مشائخ مراتب قرب میں تو ادنیٰ درجہ رکھتے ہیں مگر مقامات عشرہ میں اعلیٰ درجات پر فائز ہوتے ہیں جبکہ بعض مشائخ کرام مراتب قرب میں اعلیٰ درجات پر متمکن ہوتے ہیں مگر مقامات عشرہ میں کم درجہ رکھتے ہیں..... آیا میرا کشف درست نہیں یا مقامات، قرب و یقین پر منحصر نہیں۔

آپ مکتوب الیہ کے کشف کو درست قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ قرب و یقین کا انحصار مقامات عشرہ پر ہی ہے جو سالکین اقرب ہوتے ہیں وہی اکمل ہوتے ہیں اور جو سالکین اقرب نہیں ہوتے وہ اکمل بھی نہیں ہوتے۔ دراصل دوران سلوک سالکین طریقت کو فنا و بقا اور عروج و نزول کی منازل و مدارج سے گذرنا پڑتا ہے کیونکہ حق تعالیٰ کا قرب فنا و غیر ہا کے بغیر نصیب نہیں ہوتا اور فنا، مقامات عشرہ (توبہ، توکل، صبر و رضا و غیر ہا) کے بغیر متحقق نہیں ہوتی فلہذا سالکین کو مقامات عشرہ میں جتنا زیادہ ملکہ و رسوخ حاصل ہوتا جاتا ہے اتنا ہی مراتب قرب میں انہیں کمال حاصل ہوتا جاتا ہے۔ البتہ عروجی منازل میں سالکین مقامات عشرہ کے حصول و رسوخ میں زیادہ کوشش کرتے ہیں تا کہ معاملہ صورت سے گذر کر حقیقت تک پہنچ جائے۔ نزولی مدارج میں مقامات عشرہ کی حقیقت حاصل ہونے کی بناء پر بظاہر سالکین ان کا التزام کم کرتے معلوم ہوتے ہیں مگر حقیقتاً اقربیت کے درجہ پر فائز المرام ہوتے ہیں۔ اس قسم کے سالکین کو ولی راوی می شناسد کے مصداق اہل اللہ ہی پہچان

سکتے ہیں۔ عامۃ الناس عدم شناخت کی بناء پر ان پر اعتراض بھی زیادہ کرتے ہیں اور جہالت کی وجہ سے انہیں ناقص سمجھتے ہیں۔

بیتنا:

واضح رہے کہ اولیائے مرجوعین اور صوفیائے کاملین ہمیشہ علماء کے روپ میں ہوتے ہیں جو وعظ و تبلیغ اور درس و تعلیم کے ذریعے لوگوں کے قلب و نظر میں انقلاب برپا کر کے انہیں واصل باللہ کرتے ہیں۔ غوث الثقلین سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی، قدوة الکاملین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری، خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین چشتی اور حضرت امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی قدس اللہ ارواہم اسی قبیل کے معروف اولیاء ہوئے ہیں۔

متن اما پاید دانست کہ صاحب رجوع، مچنانکہ در قرب
و یقین اکل است در مقامات نیز اکل است
لیکن این کمالات اور استور ساختہ اند و برائے دعوت
خلق و حصول مناسبت بخلائق کہ سبب افادہ و استفادہ
است ظاہر اور اہمچو ظاہر عوام الناس گردانیدہ این مقام
بالاصالہ مقام انبیاء مرسل است علیہم الصلوٰت و التسلیمات

لہذا حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ
والسلام طلب اطمینان قلب نمودہ ودر حصول یقین در
زنگ عوام الناس محتاج برویت بصری گشت

ترجمہ: لیکن جاننا چاہئے کہ صاحب رجوع جس طرح قرب و یقین میں اکمل ہے
اسی طرح مقامات میں بھی اکمل ہے لیکن اس کے یہ کمالات مستور رکھے جاتے ہیں
اور دعوت خلق کی خاطر اور مخلوق کے ساتھ حصول مناسبت کے لئے جو افادہ اور
استفادہ کا سبب ہے، اس کے ظاہر کو عوام الناس کے ظاہر کی طرح بنا دیتے ہیں۔ یہ
مقام اصالتاً انبیائے مرسلین علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کا مقام ہے اس لئے حضرت
ابراہیم خلیل الرحمن علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے اطمینان قلب طلب کیا اور حصول
یقین میں عوام الناس کی مانند رویت بصری کے محتاج ہوئے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما
رہے ہیں کہ عروجی منازل میں کشف و شہود کی کثرت ہوتی ہے، بنا بریں سالکین
طریقت عامۃ الناس میں ممتاز معلوم ہوتے ہیں جبکہ نزولی مدارج میں یقین و قرب
پوشیدہ ہو جاتے ہیں اس لئے وہ عامۃ الناس کی مانند دلائل و شواہد کے محتاج ہوتے
ہیں۔ دراصل یہ نبوت و رسالت کا مقام ہے۔ جد الانبیاء سیدنا ابراہیم علیہ السلام
یقین کے اعلیٰ مراتب پر فائز ہونے کے باوجود دلائل و براہین کے خواہاں ہوئے
تا کہ اطمینان قلب میسر ہو جائے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے:

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ ارْنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ قَالَ أَوَلَمْ تُؤْمِنُ
قَالَ بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي ۗ

اور جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے اے میرے پروردگار! مجھے دکھا تو
مردوں کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ فرمایا کیا تجھے یقین نہیں؟ عرض کی یقین تو ہے لیکن چاہتا
ہوں کہ میرا قلب مطمئن ہو جائے۔

حضرت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں: وَذَلِكَ أَنَّ الْإِسْتِفْهَامَ
بِكَيْفٍ إِنَّمَا هُوَ سُؤَالٌ عَنِ حَالَةِ شَيْءٍ مَوْجُودٍ مُتَقَرَّرٍ الْوَجُودِ عِنْدَ السَّائِلِ
وَالْمَسْئُولِ ۱ یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام اس بات میں ہرگز متردد نہیں تھے
کیونکہ کیف سے سوال ہو رہا ہے اور کیف سے سوال اس موجود شئی کی حالت
دریافت کرنے کیلئے کیا جاتا ہے جس کا وجود سائل اور مسئول دونوں کے نزدیک یقینی
ہوتا ہے۔

ایسے ہی حضرت سیدنا عزیر علیہ السلام نے بھی حصول یقین کے باوصف حق
تعالیٰ سے دلائل کا مطالبہ کیا تھا۔

بینہ نمبر ۱

واضح رہے کہ امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا قول گرامی لَوْ
كُشِفَ الْغَطَاءُ مَا ازْدَدْتُ يَقِينًا (اگر غیبی اشیاء سے حجابات اٹھادیئے جائیں
پھر بھی میرا یقین زیادہ نہیں ہوگا) تکمیلی مراتب سے قبل عروجی منازل سے تعلق رکھتا
ہے۔

بیت نمبر ۲:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عروجی منازل میں
جملہ عقائد کلامیہ ہم پر بدیہی تھے اور ان معتقدات کے متعلق یقین، محسوسات کے
یقین سے بھی زیادہ تھا مگر نزولی مدارج میں وہ یقین مستور ہو گیا اب ہم بھی عامۃ
الناس کی مانند دلائل کے محتاج ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۱۸۲

مکتوب الیہ

حضرت ملا محمد صالح کونابلی رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ



موضوعات

کمالِ یقین، کمالِ قرب پر مرتب ہوتا ہے

اہلِ ایمان کی اقسام ثلاثہ

قلبی و سواس سے نجات کے طریقے



مکتوب - ۱۸۲

متن جمعے از درویشان نشسته بودند سخن از خطرات و
 وساوس طالبان در میان آوردند درین ضمن حدیثی
 مذکور شد کہ روزے بعضی از اصحاب خیر البشر علیہ و علیہم
 الصلوٰات و التسلیمات پیش آن سرور از خطرات سوء خود
 شکایت کردند آن سرور فرمود علیہ الصلوٰة والسلام ذلک
 مِنْ کَمَالِ الْإِيْمَانِ این فقیر را در آن وقت معنی این
 حدیث چنین بخاطر گذشت واللہ سبحانہ اعلم
 بحقیقۃ الحال کہ کمال ایمان عبارت از کمال یقین است
 و کمال یقین مترتب بر کمال قرب و ہر چند قلب و ما فوق
 اُورا از لطائف قرب الہی حل شانہ بیشتر پیدا شود ایمان و
 یقین زیادہ تر خواہد بود و بے تعلقی او بقالب افزون تر خواہد

گشت این زمان خطرات در قالب بیشتر ظہور خواهد
یافت و وساوس نامناسب تر لائح خواهد گردید پس ناچار
سبب خطرات سوء کمال ایمان بود

ترجمہ: درویشوں کی ایک جماعت بیٹھی ہوئی تھی کہ طالبان طریقت کے وساوس
و خطرات کے متعلق گفتگو چل پڑی۔ اس ضمن میں ایک حدیث مذکور ہوئی کہ ایک روز
خیر البشر علیہ الصلوٰات و التسلیمات کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض نے
آں سرور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے برے خطرات کی شکایت کی۔ آں سرور
علیہ الصلوٰة والسلام نے فرمایا ذٰلِكَ مِنْ كَمَالِ الْإِيْمَانِ (یہ کمال ایمان میں سے
ہے) اس وقت اس حدیث کے معنی اس فقیر کے دل میں یوں آئے وَاللّٰهُ سُبْحٰنَهُ
أَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ کہ کمال ایمان، کامل یقین سے عبارت ہے اور کمال
یقین، کمال قرب پر مترتب ہے۔ قلب اور اس سے بالا لطائف (روح، سر، خفی،
اخفی) کو قرب الہی جل شانہ جس قدر بیشتر حاصل ہوگا ایمان و یقین اسی قدر زیادہ
تر ہوگا اور قالب کے ساتھ ان کی بے تعلقی زیادہ ہوگی۔ اس وقت قالب میں خطرات
بیشتر ظہور پذیر ہونگے اور نامناسب تر وساوس ظاہر ہونگے پس لازماً برے خطرات کا
سبب کمال ایمان ہوگا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک حدیث کی

عارفانہ انداز میں الہامی تشریح فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت جب کسی شیخ کامل مکمل کے زیر ہدایت و تربیت سلوک طے کرتے ہیں تو شیخ کی توجہات قدسیہ، اذکار و اوراد اور سنت و شریعت کی پابندی کے باعث ان کے عالم امر کے جواہر خمسہ کی تطہیر و تنویر ہو جاتی ہے، اس لئے وہ عالم بالا کی طرف متوجہ و ملتفت ہو جاتے ہیں اور اپنی لطافت و نورانیت کی بدولت عالم و جوب کی طرف پرواز کر جاتے ہیں۔ جتنا قرب زیادہ ہوگا اتنا ہی یقین و ایمان کامل ہوگا جبکہ قالب میں کثافت و ثقالت کی وجہ سے ظلمت و کدورت رہ جاتی ہے اس لئے اس پر شیطانی و سواس اور نفسانی خطرات کا غلبہ شروع ہو جاتا ہے۔ یوں لطائف خمسہ کا تکمیل و تطہیر کے بعد شیطانی حملوں سے محفوظ ہو جانا کمال ایمان ہے جس کا تذکرہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ذلکَ مِنْ كَمَالِ الْإِيْمَانِ میں فرمایا گیا ہے۔

بیتات

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ سالکین طریقت کی طرح اہل ایمان کی بھی تین اقسام ہیں

۱..... مبتدی ۲..... متوسط ۳..... منتہی

مذکورہ بالا حدیث شریف میں منتہی اہل ایمان کا ذکر ہے جن کے لئے قلبی خطرات اور صدری و سواس نقصان دہ نہیں ہوتے کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی صحبت میں ہی وہ کمالات میسر ہو جاتے تھے جو اولیائے امت کو شاید ہی انتہاء میں میسر ہوتے ہوں چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رقمطراز ہیں:

صحابہ کرام.... را در اول صحبت خیر البشر علیہ وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات آن کلمات میسر می شد کہ اولیائے امت را در نہایت شاید میسر شود

البتہ مبتدی اور متوسط سالکین کے لئے وسواس و خطرات زہر قاتل ہیں اس لئے انہیں استغفار، کلمہ طیبہ، تیسرا کلمہ، آیۃ الکرسی اور معوذتین کی کثرت کرنا چاہئے۔
 صوفیاء فرماتے ہیں کہ جب شیطانی وسواس پیدا ہوں تو سالکوں کو باطن پر اسم اللہ کی ضرب لگانا چاہئے تاکہ شیطان کا حملہ اثر انداز نہ ہو، یوں بار بار ضربیں لگانے سے شیطانی حملے کمزور اور ناپید ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اہل اللہ کی صحبت و معیت لازم ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** سے عیاں ہے۔ لیکن یہ اوراد و اذکار اور ضربیں اسی وقت کارآمد اور فائدہ بخش ثابت ہوتی ہیں جب سالکین اخلاص نیت اور صدق دل کے ساتھ یہ امور سرانجام دیتے ہیں ورنہ وسواس و خیالات سے چھٹکارا حاصل نہیں ہوتا۔ بقول کے

بر زباں تسبیح و در دل گاؤ خر

..... واضح رہے کہ وہ صوفیاء جن کے لطائف خمسہ کی تطہیر و تکمیل ہو جاتی ہے مگر صدری وسواس اور قلبی خطرات ان کے قالب پر اثر انداز ہوتے ہیں اس قسم کے اہل تطہیر صوفیاء اول تو گناہوں سے محفوظ ہو جاتے ہیں یا گناہ کرتے کرتے بیچ جاتے ہیں۔ اگر کبھی ان سے گناہ کا ارتکاب ہو جائے تو فوراً توبہ کر لیتے ہیں۔

..... یہ امر ذہن نشین رہے کہ وسواس و خطرات سے نجات حاصل کرنے کے لئے سالکین طریقت کو اعمال و اذکار کے دوران ان کے معانی و مفاہیم ملحوظ رکھنے چاہئیں تاکہ حق تعالیٰ کے جمال و جلال اور عظمت و کبریائی کا استحضار رہے۔ ایسا کرنے سے

انوار و تجلیات کا ورود اور عجز و نیاز پیدا ہوتا ہے یوں خیالات منتشر نہیں ہوتے بلکہ ارتکاز توجہ نصیب ہوتی ہے۔

..... ۰ جو نہی و سوسہ آئے تو اسے فوراً جھٹک کر استغفار و تلاوت و دیگر اذکار میں مشغول ہو جانا چاہئے۔

..... ۰ وضو اور غسل سے بھی و سوسوں سے چھٹکارا حاصل کیا جاسکتا ہے۔

..... ۰ اہل اللہ کی صحبت میں حاضر ہو جانا چاہئے جنہیں حق تعالیٰ کی طرف سے ردائے حفاظت نصیب ہوتی ہے تاکہ سالکین بھی حفاظت کے حصار میں آجائیں۔



دفتر اول مکتوب ۱۸۳

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد معصوم صاحب
رحمۃ اللہ علیہ
کابل



موضوعات

سالک کے لئے دنیوی تعلقات کے نقصانات
اپنی طریقت کی غیرت نسبت کے پختہ
ہونے کی علامت ہے



مکتوب - ۱۸۳

متن امید است کہ تعلقاتِ ششی و توجہاتِ پراگندہ کہ بر
ظاہر استیلاء یافتہ اند مانع نسبتِ باطن نباشند مع
ذالک سعی نمایند کہ تخفیفی کہ در تفرقہ ظاہر میسر آید مبادا کہ در
باطن سرایت کند و از وصول بمطلب بازدارد عیاذاً باللہ
سبحانہ من ذالک

ترجمہ: امید ہے کہ مختلف تعلقات اور منتشر توجہات جو آپ پر بظاہر غلبہ پاگئے ہیں
باطنی نسبت میں مانع نہیں ہونگے بایں ہمہ کوشش کریں کہ ظاہری تفرقہ میں تخفیف
میسر آجائے مبادا وہ باطن میں سرایت کر جائے اور مطلوب حقیقی تک رسائی سے باز
رکھے۔ عیاذاً باللہ سبحانہ من ذالک

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی تلقین و
تعلیم فرما رہے ہیں کہ سالکین طریقت کو ابتدائے سلوک میں قصد ادنیوی تعلقات

میں مشغولیت سے قدرے کنارہ کش رہنا چاہئے تاکہ قلبی توجہات کو ارتکاز اور باطنی نسبت کو استحکام میسر ہو۔ بصورت دیگر دنیوی امور میں کلیہً مصروفیت نسبت کیلئے باعث ضرر ہوتی ہے جو بالآخر تدریجاً سلب ہو جاتی ہے۔ یوں انسان گمراہی و بے ہودگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر جاتا ہے۔ **الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ**
 البتہ اسباق طریقت کے تکرار سے شیخ کی نسبت منتقل و مستحکم ہوتی رہتی ہے۔
 اپنے سلسلہ طریقت کے ساتھ گہری وابستگی، لگاؤ، وفا اور غیرت، نسبت کے پختہ ہونے کی علامت و شرط ہے جو زندگی میں پیش آمدہ حوادث و مصائب میں دستگیری کرتی ہے اور قبر و حشر میں بھی مدد و معاون ثابت ہوگی۔ (ان شاء اللہ)
 کسی شاعر نے کیا خوب کہا

خواہم کہ ہمیشہ در وفائے تو زیم
 خاکے شوم و بزیر پائے تو زیم
 مقصود من خستہ ز کونین توئی
 از بہر تو میرم از برائے تو زیم

دفتر اول مکتوب ۱۸۲

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد فلیح اللہ بن قلیح خان



موضوعات

حضور ﷺ کی متابعت ہی اصل کام ہے
شیخ کے ساتھ وفاداری بشرط استواری لازم ہے
مشائخ نقشبندیہ خلفاء راشدین کی متابعت کا خصوصی
التزام کرتے ہیں



مکتوب - ۱۸۴

متن اے فرزند آنچہ فردا بکار خواہد آمد متابعت
صاحب شریعت است علیہ الصلوٰۃ والسلام
والتحیہ احوال و مواجید و علوم و معارف و اشارات و رموز
الربان متابعت جمع شوند فیہا و نعمت والا جز خرابی
استدراج بیچ نیست سید الطائفہ جنید را بعد از فوت
شخصی بخواب دید و از حالش پرسید جنید در جواب او گفت
طَاحَتِ الْعِبَارَاتُ وَفَنِيتِ الْاِشَارَاتُ وَمَا
نَفَعَنَا اِلَّا رُكِيَعَاتُ رَكْعَتَاهَا فِي جَوْفِ اللَّيْلِ

ترجمہ: اے فرزند! جو کچھ کل کام آئے گا وہ صاحب شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی
متابعت ہے۔ احوال و مواجید، علوم و معارف اور اشارات و رموز کو اگر اس متابعت
کے ساتھ جمع فرمادیں تو بہت اچھا ہے ورنہ بجز خرابی اور استدراج کے کچھ نہیں ہے۔
سید الطائفہ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کو وفات کے بعد کسی شخص نے خواب میں

دیکھا اور ان کا حال دریافت کیا تو حضرت جنید نے اسے جواباً فرمایا..... جملہ عبارات اکارت گئیں اور اشارات فنا ہو گئے، ہمیں تو ان رکعتوں نے ہی فائدہ دیا جو ہم رات کے پچھلے پہر ادا کیا کرتے تھے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات پر کار بند اور اسباق طریقت کا پابند رہنے کی نصیحت فرما رہے ہیں۔ دراصل دوران سلوک سالکین طریقت پر سنت و شریعت اور اوراد و وظائف کی بدولت حقائق و معارف کا انکشاف اور کیفیات و احوال کا ورود ہوتا ہے، جو ان کی معلومات میں مزید اضافے کا باعث ہوتے ہیں۔ جن کو اہل اللہ یاران طریقت میں بیان کرتے اور کتب میں تحریر بھی فرمادیتے ہیں۔ بسا اوقات سالکین ان اسرار و اشارات میں اس قدر مشغول ہو جاتے ہیں کہ منزل مقصود سے توجہ ہٹ جاتی ہے جو ان کے لئے خسارے کا باعث بنتی ہے۔ چونکہ اس قسم کے اسرار و حقائق اطفال طریقت کیلئے کھلونوں کی حیثیت رکھتے ہیں، بنا بریں طالبان طریقت کو انہیں ناقابل اعتبار و اعتماد سمجھ کر شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ کی پابندی کرنا چاہئے۔ بقول شاعر

کار کن بگزر از گفتار
کاندریں راہ کار دارد کار

بینہ نمبر ۱۸۴

واضح رہے کہ اگر دوران سلوک احوال و مواجید میسر نہ بھی ہوں، محض سنت و شریعت کی پابندی اور اپنے مرشد و مربی کی محبت ہی سالک کے قلب میں موجزن

رہے تو ایسا سالک مبارکباد کا مستحق ہے۔ ان شاء اللہ وفاداری بشرط استواری کے
زریں اصول کے تحت وہ بالآخر واصل باللہ ہو جاتا ہے۔ **فہو المقصود**

بیت نمبر ۲:

سلطان طریقت، سید الطائفہ حضرت شیخ جنید بغدادی قدس سرہ العزیز جو عمر
بھر جلیل القدر مشائخ کی تربیت فرماتے رہے اور اسرار طریقت کی گتھیاں سلجھاتے
رہے، ان کے لئے بھی نوافل تہجد ہی سود مند ثابت ہوئے جو اتباع سنت ہونے کی
بنا پر باعث قربت ہیں جیسا کہ ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں ہے
أَفْضَلُ الصَّلَاةِ بَعْدَ الْمَفْرُوضَةِ صَلَاةٌ فِي جَوْفِ اللَّيْلِ یعنی فرض
نمازوں کے بعد سب سے افضل نماز رات کے آخری حصہ میں ادائے نماز (نوافل
تہجد) ہے۔

دوسری روایت میں ہے **أَقْرَبُ مَا يَكُونُ الرَّبُّ مِنَ الْعَبْدِ فِي جَوْفِ
اللَّيْلِ الْآخِرِ** یعنی بندہ مومن کو رب تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب، رات کے
آخری حصہ میں نصیب ہوتا ہے۔

مَنْ فَعَلِيكُمْ بِمُتَابَعَتِهِ وَمُتَابَعَةِ خُلَفَائِهِ
الرَّاشِدِينَ عَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ الصَّلَاةُ
وَالسَّلَامُ وَإِيَّاكُمْ وَمُخَالَفَةَ شَرِيْعَتِهِ قَوْلًا وَ

عَمَلًا وَإِعْتِقَادًا فَإِنَّ الْأُولَىٰ يُمنُّ وَبَرَكَهَةٌ وَ

الثَّانِيَةُ شُومٌ وَهَلَكَةٌ

ترجمہ: پس تم پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی متابعت لازم ہے۔ قولی، عملی اور اعتقادی طور پر شریعت کی مخالفت سے بچیں کیونکہ پہلی چیز (متابعت) باعث یمن و برکت ہے اور دوسری چیز (مخالفت) باعث بربادی و ہلاکت ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی اعتقادی اور قولی و فعلی متابعت اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت سے اجتناب کرنے کی تلقین فرما رہے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث میں اہل ایمان کو انہی کی اطاعت و سنت کی پیروی کرنے کی تاکید فرمائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنْكُمْ** اور **عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمَهْدِيِّينَ تَمَسَّكُوا بِهَا وَعَضُّوا عَلَيْهَا بِالنَّوَاجِدِ** سے عیاں ہے۔

علاوہ ازیں راہ سنت ہی صراط مستقیم ہے جس پر کار بند رہنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت و هذا صراطی مستقیماً فاتبعوا^۱ سے آشکارا ہے اور یہی انعام یافتہ بندوں کا راستہ ہے، سورہ فاتحہ میں یہی دعا سکھائی گئی ہے جیسا کہ آیات کریمہ **أَنعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ**

وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا ۗ وَهُدًى لِّلصِّرَاطِ
المُسْتَقِيمِ ۝ صِرَاطِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۗ لَسَ واضح ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ مشائخ نقشبندیہ رضی اللہ عنہم متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت
کے بعد صحابہ کرام کی بالعموم اور خلفائے راشدین کی بالخصوص اتباع کا التزام کرتے
ہیں کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفائے راشدین کے طریقہ کو سنت فرمایا
ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر مستحضر رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت سراسر یمن و برکت
ہے اور سنت و شریعت کی مخالفت میں ہلاکت و بربادی اور بے برکتی و رسوائی ہے۔
الْعِيَاذُ بِاللَّهِ سُبْحَانَهُ

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل طریقت کے نزدیک اپنی نسبت کی حفاظت
اور اسباق طریقت پر مداومت اہم ترین امور ہیں اس لئے سالکین طریقت کو ہر حال
میں انہی کو فوقیت و اولیت و ترجیح دینا چاہئے۔ بعد ازاں دیگر امور تصنیف و تالیف
وغیرہا میں مشغول ہونا چاہئے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اَيَّاهَا

بینہ نمبر ۴:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ سبحانہ مختار مطلق اور موجدِ حقیقی ہے اس لئے جملہ امور اسی کے اختیار و ایجاد سے ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ البتہ بندہ باذن اللہ ان امور میں مختار و مجاز ہوتا ہے جیسا کہ آیات کریمہ قُلْ إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ لِلَّهِ ۱ اور قُلْ كُلُّ مِّنْ عِنْدِ اللَّهِ ۲ سے عیاں ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۸۵

مکتوب الیہ

حضرت مہنصور عربؒ
رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

قلب سلیم ہی باعث رحمت ہوتا ہے



مکتوب - ۱۸۵

متن آنچہ بر ماوشما لازم است سلامتی قلب است
 از گرفتاری ما دون حق سبحانہ و این سلامتی بر تقدیری
 میسر گردد کہ غیر اورا سبحانہ بر دلِ خطورے نماںد اگر فرضاً
 ہزار سال حیات وفا کند غیر بر دل نگذرد

ترجمہ: جو کچھ ہم اور تم پر لازم ہے وہ حق سبحانہ کے ماسوا کی گرفتاری سے اپنے
 قلب کی سلامتی ہے اور یہ سلامتی اسی صورت میں ہوتی ہے کہ اس سبحانہ کے غیر کا دل
 پر کوئی گذرنہ رہے۔ اگر بفرض محال ہزار برس بھی زندگی وفا کرے پھر بھی دل پر غیر کا
 گذرنہ ہو۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو جادہ
 شریعت پر استقامت گزریں اور متوجہ الی اللہ رہنے کی دعا دے رہے ہیں کیونکہ سالکین
 جس قدر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اسی قدر اغیار کی محبت سے بیزار اور
 ماسوا کی گرفتاری سے نجات پاتے ہیں۔ اہل طریقت اسی کو سلامتی قلب اور فنا کہتے

ہیں۔ روزِ قیامت قلبِ سلیم ہی باعثِ مغفرت اور موجبِ رحمت ہوگا۔

بینہ:

واضح رہے کہ ہزار برسِ ماسوی اللہ کے نسیان کا قول حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کی اپنی فنائیتِ تامہ اور محویتِ کلیہ کا بیان ہے جس سے آپ ہی مختص و ممتاز ہیں۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

دفتر اول مکتوب ۱۸۶

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ عبدالرحمن مفتی کابلی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ کے تقسیم بدعت سے انکار کی توجیہات

تکبیر تحریمہ سے قبل لسانی نیت بدعت ہے

طریقت نقشبندیہ کا انحصار سنت نبوی اور اقتدار صحابہ پر ہے

حجیت قیاس اور اس کی تفصیلات



مکتوب - ۱۸۶

متن گفته اند که بدعت بر دو نوع است حنه و سیه
 حنه آن عمل نیک را گویند که بعد از زمان آنسرور و
 خلفاء راشدین علیه و علیهم من الصلوات اتمها و من التحیات
 اکملها پیدا شده باشد و رفع سنت نماید سیه آنکه رفع
 سنت باشد این فقیر در هیچ بدعتی ازین بدعتها حسن و نورانیه
 مشاهده نمیکند و جز ظلمت و کدورت احساس نمی نماید اگر فرضاً عمل
 مبتدع را امروز بواسطه ضعف بصارت بطراوت و
 نصارت بیند فردا که حدید البصر گردند دانند که جز خسارت
 و ندامت نتیجه نداشت بیت

بوقت صبح شود همچو روز معلومت
 که با که باخته عشق در شب دیجور

سید البشر میفرماید علیہ وعلی آلہ الصلوٰات
والتسلیمات مَنْ أَحَدَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ
مِنْهُ وَهُوَ رَدٌّ حَزِيكٌ مَرْدُودٌ بَشَدِّ حَسَنِ أَزْكَجَا پیداکند

ترجمہ: بعض علماء کہتے ہیں کہ بدعت دو قسم کی ہے حسنہ اور سیئہ۔ بدعت حسنہ اس نیک عمل کو کہتے ہیں جو حضور اکرم اور خلفائے راشدین عَلَیْهِ وَعَلَيْهِمْ مِنَ الصَّلَوَاتِ اَتَمُّهَا وَمِنَ التَّسْلِيْمَاتِ اَكْمَلُّهَا کے زمانہ ظاہری میں ظاہر ہوا ہو اور رفع سنت نہ کرے اور بدعت سیئہ وہ ہے جو رافع سنت ہو مگر یہ فقیران بدعتوں میں سے کسی بدعت میں حسن و نورانیت مشاہدہ نہیں کرتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے کچھ محسوس نہیں ہوتا اگر بالفرض کوئی بدعت آج ضعف بصارت کی بناء پر تازہ اور خوش نماد کھائی دیتی ہے کل جو حدت بصر دے دیں گے تو سوائے خسارہ و شرمندگی کے کچھ نتیجہ برآمد نہیں ہوگا۔ حضرت سید البشر علیہ وعلی آلہ الصلوٰات والتسلیمات فرماتے ہیں مَنْ أَحَدَتْ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ وَهُوَ رَدٌّ حَزِيكٌ مَرْدُودٌ ہوا اس میں حسن کہاں سے ظاہر ہوگا؟۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے معرکہ آراء مکاتیب شریفہ میں سے ہے جس میں آپ نے تقسیم بدعت سے انکار فرمایا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بدعت کی قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ

فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

..... محدث کبیر حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ بدعت کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

الْبِدْعَةُ كُلُّ شَيْءٍ عُمِلَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ ۱ یعنی عہد گذشتہ میں جس چیز کی مثال نہ ہو اسے معمول بنا لیا جائے، وہ بدعت کہلاتا ہے۔

..... شارح بخاری حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ یوں ارقام پذیر ہیں

الْبِدْعَةُ أَصْلُهَا مَا أُحْدِثَ عَلَى غَيْرِ مِثَالٍ سَابِقٍ ۲ یعنی بدعت کی اصل یہ ہے کہ ایسے امور کو ایجاد کر لیا جائے جس کی سابقہ دور میں نظیر نہ ملتی ہو۔

..... فاضل اجل حضرت سید شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

الْبِدْعَةُ هِيَ الْأَمْرُ الْمُحْدَثُ الَّذِي لَمْ يَكُنْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ وَلَمْ يَكُنْ مِمَّا اقْتِضَاهُ الدَّلِيلُ الشَّرْعِيُّ ۳ یعنی بدعت ایسے نو ایجاد امر کو کہا جاتا ہے جس پر صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کا تعامل نہ ہو اور نہ ہی اس پر کوئی دلیل شرعی ہو۔

..... حضرت علامہ ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

فِي الشَّرْعِ أَحْدَاثٌ مَا لَمْ يَكُنْ فِي عَهْدِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۴ یعنی شریعت میں بدعت اس نئے کام کو کہا جاتا ہے جو عہد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت میں نہیں تھا۔

۱ مرقات علی مشکوٰۃ جلد اول: ۱۲۹ ۲ فتح الباری شرح بخاری جلد چہارم: ۲۵۳

۳ کتاب التعریفات: ۱۹ ۴ مرقات علی مشکوٰۃ جلد اول: ۱۷۹

..... حضرت علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إِنَّ الْبِدْعَةَ هِيَ الْفِعْلَةُ الْمُخْتَرَعَةُ فِي الدِّينِ عَلَى خِلَافِ مَا كَانَ عَلَيْهِ النَّبِيُّ وَكَانَتْ عَلَيْهِ الصَّحَابَةُ وَالتَّابِعُونَ^۱ یعنی بدعت اس فعل کو کہتے ہیں جو سنت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت کے خلاف وضع کیا جائے یونہی وہ صحابہ و تابعین کرام رضی اللہ عنہم کے طریقہ کے مخالف ہو۔

..... حضرت علامہ عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ محدثات کی دو اقسام نقل فرمائی ہیں، ملاحظہ ہوں

الْمُحَدَّثَاتُ ضَرْبَانِ مَا أَحْدَثَ مُخَالِفًا كِتَابًا أَوْ سُنَّةً أَوْ آثَرًا أَوْ
اجْتِمَاعًا فَهَذِهِ بِدْعَةٌ ضَلَالَةٌ وَمَا أَحْدَثَ مِنَ الْخَيْرِ لَا يُخَالِفُ شَيْئًا مِنْ
ذَلِكَ فَهَذِهِ مُحَدَّثَةٌ غَيْرُ مَذْمُومَةٍ^۲ یعنی محدثات کی دو قسمیں ہیں ایسے
امور جو قرآن یا سنت یا اثر یا اجماع کے مخالف ہوں وہ بدعت ضلالہ ہیں اور جو امور
ان (کتاب و سنت و اثر و اجماع) کے مخالف نہ ہوں وہ محدثات محمودہ ہیں۔

جبکہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت میں مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا مَا لَيْسَ
مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ^۳ میں ”مَا لَيْسَ مِنْهُ“ کی قید لگا کر اس امر کی صراحت فرمادی گئی
کہ جو چیز دین اسلام کے خلاف ہو وہی قابل رد ہے اور جو چیز اسلام سے مزاحم و
متصادم نہ ہو محدثات محمودہ میں سے ہے جسے حدیث میں سنت حسنہ فرمایا گیا ہے۔
بنابریں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز بدعت کی تقسیم کے قائل نہیں اور آپ کے
نزدیک كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کی تخصیص مناسب نہیں بلکہ آپ کے نزدیک كُلُّ
مُحَدَّثَةٍ بِدْعَةٌ عام مخصوص البعض قرار پاتا ہے اسی لئے آپ اِحْدَاثِ فِي الدِّينِ

^۲ فتح الباری شرح بخاری جلد اول: ۳۰۲

^۱ تفسیر روح البیان جلد نہم: ۲۴

^۳ ابوداؤد جلد ثانی: ۲۸۷

(خلاف کتاب و سنت و غیرہا) کو بدعت فرماتے ہیں اور ہر بدعت کو ضلالت و گمراہی کا سرچشمہ خیال کرتے ہیں۔

..... آپ علیہ الرحمہ ایک مکتوب میں ارقام پذیر ہیں

نور سنت سنہ راعلیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ نطلبات بدعتہا مستور ساختہ اندرونق ملت مصطفویہ راعلیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کہ ورت امور محدثہ ضائع دانیدہ عجب ترا نکہ جمعی آن محدثات را امور مستحذہ میدانند و آن بدعتہا را احسانات می انکارند و تکمیل دین و تمیم ملت از احسانات می جویند و در اتیان آن امور ترغیب می نمایند ہدایہم اللہ سبحانہ سوا الصراطی لکنی دانند کہ دین پیش ازین محدثات کامل شدہ بود و نعمت تمام گشتہ و رضاء حضرت حق سبحانہ و تعالیٰ بحصول پیوستہ کما قال اللہ تعالیٰ الْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اِنِّیْ اِنِّیْ اَمْرًا کَمَالًا فَسَبِّحْ لِلّٰهِ مَا کَانَ مِنْ عِندِکُمْ مِنْ شَیْءٍ لَّیْسَ بِشَیْءٍ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْدِیْنََ کَمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ اِنِّیْ اَمْرًا کَمَالًا فَسَبِّحْ لِلّٰهِ مَا کَانَ مِنْ عِندِکُمْ مِنْ شَیْءٍ لَّیْسَ بِشَیْءٍ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّونَ الْدِیْنََ

ترجمہ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں کے نور کو بدعات کی تاریکیوں نے چھپا دیا ہے اور ملت مصطفوی علیٰ مصدرہا الصلوٰۃ والسلام والتحیۃ کی رونق کو ان نوا ایجاد امور کی کدورتوں نے ضائع کر دیا ہے۔ کتنے تعجب کی بات ہے کہ ایک جماعت، ان بدعات کو مستحسن جانتی ہے اور ان کو نیکیاں سمجھتی ہے اور ان کے ذریعے سے دین و ملت کی تکمیل و تمیم کرنا چاہتی ہے اور ان امور کے بجالانے کی ترغیب دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو سیدھے راستے کی ہدایت دے۔ یہ لوگ نہیں جانتے کہ دین ان بدعات سے پہلے مکمل ہو چکا ہے اور اللہ کی نعمتیں پوری ہو چکی ہیں اور اس کی رضا انکے حصول کے ساتھ ملی ہوئی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا آج میں نے تمہارے

لئے تمہارے دین کو مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔ پس دین کا کمال ان بدعات میں سمجھنا درحقیقت اس آئیہ کریمہ کے مضمون سے انکار کرنا ہے۔

..... آپ ایک دوسرے مقام پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

گذشتگان در بدعت حسنی دیدہ باشند کہ بعض افراد آنرا مستحسن داشتہ اند اما این فقیر درین مسئلہ بایشان موافقت ندارد و بیچ فرد بدعت راحنہ نمیداند و جز ظلمت و کدورت در این احساس نمی نماید قال علیہ و علیٰ الہ الصلوٰۃ والسلام کلُّ بدعة ضلالةٌ و می یابد کہ درین غربت و ضعف اسلام سلامتی منوط باتیان سنت است و خرابی مربوط تحصیل بدعت ہر بدعت کہ باشد رادر رنگ کلند میدانند کہ ہم بنیاد اسلام می نماید و سنت رادر رنگ کو کب درخشاں می یابد کہ در شب دیبجور ضلالت ہدایت می فرماید علماء وقت راحق سبحانہ و تعالیٰ توفیق داد کہ بحسن بیچ بدعت لب نکشاید و باتیان بیچ بدعت فتویٰ نہ ہند اگرچہ آن بدعت در نظر شاں در رنگ فلق صبح روشن در آید چہ تو یلات شیطان رادر ماورائے سنت سلطان عظیم است

ترجمہ: بعض اگلے لوگوں نے بدعات میں کوئی حسن دیکھا ہوگا کہ اس کے بعض افراد کو انہوں نے مستحسن قرار دیا۔ یہ فقیر ان سے اس مسئلہ میں اتفاق نہیں رکھتا اور کسی فرد بدعت کو ”حسنہ“ نہیں جانتا اور سوائے ظلمت و کدورت کے ان میں کچھ محسوس نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے۔ فقیر کے نزدیک اسلام کی اس غربت و کمزوری کے زمانے میں سلامتی سنت سے، اور خرابی بدعت سے وابستہ ہے۔ خواہ کوئی بدعت ہو، بدعت اس فقیر کو کدال کی صورت میں

نظر آتی ہے کہ جو اسلام کی بنیاد کو ڈھا رہی ہے اور سنت کو ایک درختوں ستارے کے رنگ میں پاتا ہے جو گمراہی کی شب تاریک میں رہنمائی کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ علماء وقت کو توفیق دے کہ کسی بدعت کے حسنہ ہونے کے متعلق زبان نہ کھولیں اور کسی بدعت کے کرنے کا فتویٰ نہ دیں اگرچہ وہ بدعت ان کی نظر میں ”فلق صبح“ کی مانند روشن ہو کیونکہ شیطانی مکر کو ماورائے سنت (بدعت) میں بڑا تسلط ہے۔

سطور بالا سے یہ امر بخوبی واضح ہو چکا ہے کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز بدعت کی قسم اول (بدعت حسنہ) پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم (بدعت سیئہ) پر ہی کرتے ہیں اور ہر بدعت کو کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے تحت رکھتے ہیں۔ آپ کے اس موقف پر جن لوگوں نے اعتراض و انکار کیا ہے وہ آپ کے علوم مرتبت اور سمو منزلت سے بے خبر ہیں۔ اگر دیانت داری سے اس مسئلے پر غور کیا جائے تو مندرجہ ذیل نتائج سامنے آتے ہیں۔

تقسیم بدعت سے انکار کی توجیہات

۱..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ترویج سنت اور تخریب بدعت پر مامور تھے اور وہ دور بدعات و خرافات کے سیلاب کا دور تھا اور آپ بدعت سے سخت متنفر تھے۔ فقہاء نے بدعات کی تقسیم کر کے بعض بدعتوں کو جائز، مستحب، واجب وغیرہا قرار دیا اور علمی موشگافیوں کی طرف مائل ہو گئے جبکہ حضرت امام ربانی فکری و علمی انقلاب لانے اور دین اسلام کی تجدید و تعمیر میں مصروف تھے۔ آپ کی نظر آئندہ ہزار سال کی طرف مرکوز تھی اور آپ کو ملت اسلامیہ کی ڈوبتی کشتی کو بچانے کی فکر دامن گیر تھی۔

۲..... آپ مشاہدہ و یقین کی آخری منزل پر فائز تھے۔ آپ کا علم، لدنی اور حضوری

تھا۔ آپ مقام فقاہت سے نہیں بلکہ مقام امامت و ولایت سے اس تقسیم کی نفی فرما رہے تھے۔ آپ سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں اس قدر فنا ہو چکے تھے کہ جس قول و فعل کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی نسبت نہ ہوتی اس میں آپ کو کوئی حسن و جمال نظر نہ آتا۔ عشق و محبت کی دنیا میں نسبت اور رابطے کو جو اہمیت حاصل ہے وہ اصحاب قلوب سے پوشیدہ نہیں۔

۳..... جن علمائے امت نے بدعت کی تقسیم فرمائی ہے وہ ”کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ“ میں لفظ بَدْعَةٍ کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حضرت امام ربانی ”کُلُّ مُحَدَّثَةٍ بَدْعَةٌ“ میں لفظ ”مُحَدَّثَةٌ“ کو عام مخصوص البعض قرار دیتے ہیں اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اگر ”مُحَدَّثَةٌ“ کی تخصیص کر دی جائے تو بدعت کی تقسیم کی ضرورت ہی باقی نہیں رہ جاتی۔

۴..... حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امت کے مجدد اعظم ہیں۔ آپ کا بدعت حسنہ کی مطلق نفی فرمانا سد الباب کے قبیل سے ہے تاکہ عوام بدعت حسنہ کا سہارا لے کر بدعت ضلالہ میں نہ پھنس جائیں لہذا آپ نے تجدیدی حکمتوں کے پیش نظر یہی مناسب جانا کہ سرے سے بدعت کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے۔

۵..... بدعت حسنہ اور بدعت ضلالہ میں فرق کرنا علمائے محققین کی ذمہ داری ہے۔ آپ نے احتیاطی تدابیر کے تحت بدعت کی تقسیم، تفریق اور تعین کا حق عوام کے سپرد نہیں فرمایا تاکہ اس کی آڑ میں اہل ہوس، دین میں فتنہ و فساد کا دروازہ نہ کھول دیں جیسا کہ علماء سوء نے اس تقسیم سے ناجائز فائدہ اٹھایا جن کے متعلق آپ نے یوں نشانہ ہی فرمائی

علماء این وقت رواج دہندہائے بدعت اندو محو کنند ہائے سنت..... بجواز بلکہ

باستحسان اوفتوی می دہند مردم را بر بدعت دلالت می نمایند

ترجمہ: اس زمانہ کے اکثر علماء خود ہی بدعت کے رواج دینے والے اور سنت کے مٹانے والے ہیں..... یہ لوگوں کی بدعت کی طرف راہنمائی کرتے ہیں اور بدعت کو شرعاً جائز بلکہ مستحسن قرار دے کر فتویٰ دیتے ہیں۔

۲..... آپ مجتہد ہیں اور آپ کا یہ قول اجتہاد کے قبیل سے ہے جیسا کہ آپ نے تشہد میں رفع سبابہ کا انکار فرمایا ہے۔ جس کی توجیہ کرتے ہوئے حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا

حضور مجدد رضی اللہ عنہ کا ترک رفع سبابہ بناء بر اجتہاد ہے“^۱

۳..... آپ کے نزدیک سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس قول ”نِعْمَ الْبِدْعَةُ هَذِهِ“^۲ میں بدعت کا لغوی حقیقی معنی مراد ہے کیونکہ دور فاروقی میں بدعت کی تقسیم اور اس جیسی دیگر مصطلحات کا قطعی نام و نشان تک نہ تھا۔ نیز خلیفہ دوم کا عمل ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت فَعَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَ سُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ^۳

سنت ہے نہ کہ بدعت حسنہ، لہذا حدیث کے ان الفاظ کو بدعت کی تقسیم پر محمول کرنا تکلف سے خالی نہیں۔ (فافہم)

۸..... حضرت امام ربانی نے میر محبت اللہ کی طرف ایک مکتوب میں لکھا کہ بدعت دو حال سے خالی نہیں ہے یا وہ سنت کی رافع ہوگی یا رفع سنت سے ساکت ہوگی۔ ساکت ہونے کی صورت میں وہ بالضرور سنت پر زائد ہوگی جو درحقیقت اس کو منسوخ کرنے والی ہے کیونکہ نص پر زیادتی نص کی ناسخ ہے۔ پس

۱ دفتر دوم مکتوب: ۵۴ ۲ کلمات طیبات فارسی: ۲۹ ۳ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۱۸۷۱

۴ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۴۲

معلوم ہوا کہ بدعت خواہ کسی قسم کی ہو، سنت کی رافع اور اس کی نقیض ہوتی ہے، نہ اس میں خیر ہے نہ حسن۔ ہائے افسوس انہوں نے بدعت کے حسنہ ہونے کا کس طرح حکم دے دیا؟

بدعت حسنہ..... رافع سنت ہے

۹..... حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں ملاحظہ ہو!

”جاننا چاہئے کہ بعض بدعتیں جن کو علماء و مشائخ نے حسن سمجھا ہے جب ان کو اچھی طرح ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ سنت کو رفع کرنے والی ہیں مثلاً میت کے کفن دینے میں عمامہ کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہی بدعت، رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون (تین کپڑوں) پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے اور ایسے ہی مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا پسند کیا ہے، حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت، رافع سنت ہے۔“

۱۰..... آپ کے نزدیک جو کام، مقصود شرع کے مطابق ہو اور صدر اول میں اس کی کوئی مثال یا اصل ثابت ہو تو اس کو بدعت حسنہ کی بجائے سنت کہا جائے گا جیسا کہ حدیث میں ہے:

مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا..... الخ ۲

لہذا حدیث سے ثابت شدہ تقسیم سنت میں لفظ سنت حسنہ کا اطلاق بدعت حسنہ

کے اطلاق سے بدرجہا اولیٰ ہے۔ (فتدبر)

قطب شام حضرت امام عبدالغنی نابلسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

إِنَّ الْبِدْعَةَ الْحَسَنَةَ الْمَوْافِقَةَ لِمَقْصُودِ الشَّرْعِ تُسَمَّى سُنَّةً

ترجمہ: جو بدعت حسنہ مقصود شرع کے مطابق ہو اس کو بھی سنت ہی کہا جائے گا۔

۱۱..... اس مفہوم کے پیش نظر حضرت امام ربانی اور بعض علماء کے درمیان لفظ بدعت کے بارے میں اختلاف محض لفظی ہے اور وہ یہ کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہئے یا نہیں؟

اس لفظی نزاع کی وضاحت کرتے ہوئے حضرت شاہ محمد مظہر فاروقی مجددی رحمۃ اللہ علیہ بن حضرت شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ یوں تحریر فرماتے ہیں:

می فرمودند کہ بدعت حسنة نزد امام ربانی قدس سرہ داخل سنت است اطلاق بدعت بر آن نمی فرماید بموجب کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ و نزاع در میان ایشان و علماء کہ بوجود حسن در بدعت قائل اند لفظی است ۱

ترجمہ: حضرت شاہ احمد سعید دہلوی فرمایا کرتے تھے کہ بدعت حسنة حضرت امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک داخل سنت ہے۔ حضرت مجدد علیہ الرحمہ کُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ کے مطابق اس پر بدعت کا لفظ نہیں بولتے اور آپ کے اور ان علماء کے درمیان جو بدعت حسنة کے قائل ہیں صرف لفظی نزاع ہے۔

۱۰..... اسی ضمن میں معرب مکتوبات حضرت علامہ محمد مراد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مفصل مضمون کا اردو ترجمہ پیش خدمت ہے، ملاحظہ ہو

معرب مکتوبات امام ربانی (محمد مراد مکی عنہ) کہتا ہے کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ نے اپنے مکاتیب شریفہ میں سے بہت سے مقامات پر بدعت کے متعلق بہت شدید رویہ اختیار فرمایا ہے اور آپ اس کے حقدار بھی تھے کیونکہ اگر آپ بدعت کے معاملہ میں یوں شدت نہ فرماتے تو سارا ہندوستان اور ماوراء النہر کا علاقہ بدعت کے اندھیروں میں ڈوب جاتا۔ بدعت کے بارے میں آپ کا یہ رویہ دوسرے علماء

اسلاف رحمہم اللہ کے اس قول کے خلاف نہیں کہ بدعت دو قسم پر ہے۔ ”حسنہ اور سیئہ“ کیونکہ حسنہ سے ان کی مراد ہر ایسی چیز ہے جس کے لئے صدر اول میں اصل موجود ہو اگرچہ اشارۃً ہی ہو جیسے مساجد کے مناہر بنانا، مدارس اسلامیہ قائم کرنا، مسافر خانے تعمیر کرنا، کتابوں کی تدوین اور دلائل کی ترتیب اور اسی طرح اور بھی کئی مثالیں ہیں اور بدعت سیئہ وہ ہے کہ صدر اول میں اس کی کوئی اصل نہ ہو۔

حضرت امام ربانی علیہ الرحمہ بدعت کی قسم اول پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ اس کی اصل صدر اول میں موجود ہوتی ہے، لہذا ایسا شخص مبتدع اور محدث بھی نہیں کہلائے گا بلکہ آپ بدعت کا اطلاق صرف دوسری قسم پر ہی کرتے ہیں۔ دراصل اس دوسری قسم کا مرتکب ہی مبتدع اور محدث کہلانے کا سزاوار ہے اور اس بناء پر بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً فرمایا..... کُلُّ بَدْعَةٍ ضَلَالَةٌ

خلاصہ کلام یہ ہے کہ بدعت حسنہ اور سیئہ کے مسئلہ میں حضرت امام ربانی قدس سرہ اور دوسرے علماء کرام کے درمیان محض نزاع لفظی ہے کہ قسم اول پر بدعت کا اطلاق کرنا چاہیے یا نہیں۔ الغرض علماء جسے بدعت حسنہ کہتے ہیں امام ربانی کے نزدیک وہ سنت میں داخل ہے۔^۱

..... حضرت شاہ عبدالغنی محدث دہلوی علیہ الرحمہ حدیث ”مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هَذَا“ (الخ) کے تحت فرماتے ہیں

وَلِهَذَا قَالَ الشَّيْخُ الْمُجَدِّدُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّ الْعُلُومَ الَّتِي وَسَائِلُ لِأَمْرِ الدِّينِ كَالصَّرْفِ وَالنَّحْوِ دَاخِلَةٌ فِي السُّنَّةِ وَلَا يُطْلَقُ عَلَيْهَا اسْمُ الْبِدْعَةِ فَإِنَّ الْبِدْعَةَ عِنْدَهُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَيْسَ فِيهَا حُسْنٌ الْبِتَّةُ^۲

^۱ حاشیہ مکتوبات شریفہ، دفتر اول مکتوب: ۱۸۶۔ از مولانا نور احمد مرحوم امرتسری مطبوعہ نقوش پریس

لاہور ^۲ حاشیہ انباج الحاجہ علی سنن ابن ماجہ: ۳

یعنی اسی بناء پر حضرت شیخ مجد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ ایسے علوم جو حصول دین کے ذرائع اور وسائل ہیں جیسے علم صرف و نحو، وہ سنت میں داخل ہیں اور حضرت شیخ مجددان پر بدعت کا اطلاق نہیں کرتے کیونکہ آپ کے نزدیک بدعت میں بالکل کوئی حسن نہیں ہے۔

مذکورہ بالا بحث و تحقیق سے یہ امر روز روشن کی طرح ظاہر ہو گیا کہ مسئلہ بدعت میں حضرت امام ربانی اور دوسرے علماء اہلسنت کے درمیان ہرگز کوئی بنیادی و حقیقی اختلاف نہیں بلکہ صرف لفظی نزاع ہے۔ مفہوم و مراد سب کے نزدیک ایک ہی ہے صرف انداز بیان اور اطلاق الفاظ میں فرق ہے۔

بینہ:

حضرت علامہ محمد مراد کی رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں کہ مسئلہ بدعت کے متعلق علمائے متقدمین اور آپ کے درمیان نزاع لفظی ہے مگر وہ علمائے متاخرین (ہم عصر اور ہم وطن علماء) جنہوں نے بدعت حسنہ کے دامن کو اتنا وسیع کر دیا ہے کہ بہت سی بدعات سیئہ کو بدعات حسنہ میں داخل کر دیا ہے (کفن میت میں عمامہ اور شملہ دستار کو بائیں طرف لٹکانا وغیرہا) جن کی اصل صدر اول میں نہیں پائی جاتی اور نہ ہی علمائے متقدمین نے ان کو بدعت حسنہ میں شمار کیا ہے۔ ان علمائے متاخرین اور آپ کے درمیان مسئلہ بدعت میں اختلاف لفظی نہیں بلکہ معنوی اور حقیقی اختلاف ہے۔ آپ نے مکاتیب عدیدہ میں بدعت کی علت کی بناء پر مولود خوانی سے منع فرمایا ہے لیکن یہ ممانعت شریعت مطہرہ سے متصادم خرافات اور طریقہ و انداز کی وجہ سے ہے..... نہ کہ اصل میلاد سے..... جیسا کہ آپ نے حضرت خواجہ حسام الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ کو لکھا:

در باب مولود خوانی اندراج یافته بود در نفس قرآن خواندن بصوت حسن و در قصائد لغت و منقبت خواندن چه مضائقه است ممنوع تحریف و تغیر حروف قرآن است و التزام رعایت مقامات نغمه و تردید صوت بان بطریق الحان با تصفیق مناسب آن کہ در شعر نیز غیر مباح است اگر بر نبجے خوانند کہ تحریفی در کلمات قرآنی واقع نشود و در قصاید خواندن شرائط مذکورہ متحقق نگردد و آن را ہم بفرض صحیح تجویز نمایند چه مانع

یعنی آپ نے مولود خوانی کے متعلق تحریر فرمایا کہ اچھی آواز کے ساتھ تلاوت قرآن اور نعت و منقبت کے قصیدے پڑھنے میں کیا مضائقہ ہے..... ممنوع تو قرآنی حروف میں تحریف و تغیر کرنا، قصیدہ خوانی میں قواعد موسیقی کی رعایت کا التزام کرنا، الحان کے طریقہ سے آواز کو حلق میں پھیرنا اور اس کے مناسب تالیاں بجانا ہے جو کہ شعر میں بھی مباح نہیں ہے۔ اگر اس طریقہ سے مولود خوانی کریں کہ قرآنی کلمات میں کوئی تحریف واقع نہ ہو اور قصائد خوانی میں مذکورہ شرائط (سر، تال، وغیرہا) متحقق نہ ہوں اور اس کو بھی صحیح غرض سے تجویز کریں تو (مولود خوانی کے جائز ہونے میں) کوئی چیز مانع ہے؟

متن در تکفین میت عامہ را بدعت حسہ گفتہ اند با آنکہ ہمیں بدعت رافع سنت است چه زیادتی بر عدد مسنون کہ نہ ثوب باشد نسخ است و نسخ عین رفع

ترجمہ: متاخرین علماء، میت کے کفن میں دستار کو بدعت حسنہ کہتے ہیں حالانکہ یہ بدعت رافع سنت ہے کیونکہ عدد مسنون جو تین کپڑے ہیں ان پر زیادتی نسخ ہے اور نسخ عین رفع ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ کفن میت میں عمامہ کو بدعت حسنہ قرار دینے سے رفع سنت لازم آتا ہے کیونکہ مرد کے کفن میں تین کپڑے مسنون ہیں جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں: **أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُفِّنَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضٍ سَحْوَلِيَّةٍ لَيْسَ فِيهَا قَبِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ** ^۱ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں نہ قمیص تھی نہ عمامہ۔

ایک روایت میں ہے کہ جب حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کفن کے کپڑوں کی تعداد دریافت کی گئی فقالت **فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ سَحْوَلِيَّةٍ** ^۲ تو انہوں نے فرمایا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

**كُفِّنَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ نَجْرَانِيَّةٍ
الْحُلَّةُ ثَوْبَانِ وَقَبِيصُهُ الَّذِي مَاتَ فِيهِ** ^۳ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو

^۱ بخاری کتاب الجنائز باب الكفن بلا عمامة جلد اول ۱۶۹

^۲ (صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی کفن المیت فی ثلاثة اثواب جلد

اول ۳۰۶) ۳ ابوداؤد ۲/۹۶ مکتبہ رحمانیہ لاہور

تین نجرانی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں دو کپڑے حلہ تھے اور ایک قمیص تھی جس میں آپ نے وصال فرمایا تھا۔

..... خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے وصال سے قبل ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کفن نبوی کے متعلق دریافت فرمایا: قَالَتْ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بَيْضٍ سَحْوَلِيَّةٍ فَنَظَرَ إِلَى ثَوْبٍ عَلَيْهِ كَانَ يُمَرَّضُ فِيهِ رَدْعٌ مِنْ زَعْفَرَانَ فَقَالَ اغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَزِيدُوا عَلَيْهِ ثَوْبَيْنِ فَكَفَّنُونِي فِيهِمَا... وَفِي رِوَايَةٍ فِيهَا^۱ یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا..... پھر سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان کپڑوں کی طرف دیکھا جن میں آپ بیمار ہوئے تھے وہ زعفران سے آلودہ تھے تو آپ نے فرمایا میرے اس کپڑے کو دھولینا اور اس کے ساتھ مزید دو کپڑے ملا کر مجھے ان میں کفن دینا۔

دوسری روایت میں یوں ہے:

فَقَالَ إِذَا أَنَا مِتُّ فَأَغْسِلُوا ثَوْبِي هَذَا وَضُمُّوا إِلَيْهِ ثَوْبَيْنِ جَدِيدَيْنِ فَكَفَّنُونِي فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ^۲ یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جب میرا انتقال ہو جائے تو میرے اس کپڑے کو دھو کر اس کے ساتھ مزید دو نئے کپڑے ملا کر مجھے تین کپڑوں کا کفن دینا۔

فقہائے احناف رحمہم اللہ کے نزدیک مرد میت کا کفن تین کپڑے ہی ہے یعنی كَفْنُ الرَّجُلِ سُنَّةٌ قَمِيصٌ وَازَارٌ وَلِفَافَةٌ^۳ بغیر گریبان اور آستین کے قمیص، ازار اور لفافہ، جن میں عمامہ نہیں ہوتا کیونکہ تَكْرَهُ الْعِمَامَةَ فِي الْأَصْحَحِ^۴ کیونکہ اصح قول کے مطابق میت کو عمامہ باندھنا مکروہ ہے۔

۲ مسند احمد: ۷/۳۵

۱ صحیح بخاری کتاب الجنائز جلد اول: ۱۸۶

۳ نور الایضاح مع مراقی الفلاح: ۲۱۲

بینہ:

واضح رہے کہ کفن میں عدد مسنون تین کپڑے ہی ہیں اس لئے ان میں عمامہ کی زیادتی سے عدد مسنون نہیں رہتا بلکہ جفت ہو جاتا ہے جو خلاف سنت اور بدعت ہے اور بدعت رافع سنت ہے جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَا أَحَدَثَ قَوْمٌ بَدْعَةً إِلَّا رَفَعَ مِثْلَهَا مِنَ السُّنَّةِ فَتَمَسَّكَ بِسُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ إِحْدَاثِ بَدْعَةٍ ۱ یعنی جب کوئی قوم بدعت ایجاد کرتی ہے تو اسی کے مطابق اس قوم سے سنت اٹھالی جاتی ہے لہذا سنت پر عمل کرنا اجرائے بدعت سے بہتر ہے۔

دوسری حدیث میں یوں ہے

مَا ابْتَدَعَ قَوْمٌ بَدْعَةً فِي دِينِهِمْ إِلَّا نَزَعَ اللَّهُ مِنْ سُنَّتِهِمْ مِثْلَهَا ثُمَّ لَا يُعِيدُهَا إِلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۲ یعنی کوئی قوم اپنے دین میں بدعت شروع نہیں کرتی مگر اللہ تعالیٰ اس جیسی ایک سنت اس قوم سے اٹھا لیتا ہے پھر اس سنت کو قیامت تک ان کی طرف واپس نہیں لوٹاتا۔ الْعِيَاذُ بِاللَّهِ مِنْهَا

متن ہم چنیں مشائخ ارسال فرش را بجانب دست
چپ مستحسن داشته اند و سنت در فرش ارسال آن
بین الکلفین است پر ظاہر است کہ این بدعت رافع
سنت است

توجہ: اسی طرح مشائخ نے شملہ دستار کو بائیں جانب لٹکانا مستحسن رکھا ہے حالانکہ شملہ کا دونوں کندھوں کے درمیان چھوڑنا سنت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ بدعت رافع سنت ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عمامہ کا شملہ بائیں طرف لٹکانا بدعت ہے جس سے رفع سنت لازم آتا ہے بلکہ شملہ کو دونوں کندھوں کے درمیان لٹکانا سنت ہے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا اِعْتَمَّ سَدَلَ عِمَامَتَهُ بَيْنَ كَتِفَيْهِ ۱ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ دونوں مبارک کندھوں کے درمیان لٹکا لیتے۔

..... حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک بھی دستار کا شملہ بائیں جانب لٹکانا بدعت ہے۔ ۲

بیتنا:

واضح رہے کہ جن علمائے متاخرین نے شملہ عمامہ کو بائیں طرف لٹکانا مستحسن قرار دیا ہے شاید ان کا اس سے مقصود مردوں کے ساتھ مشابہت ہو حالانکہ یہ عمل رافع سنت ہے جو بدعت تک لیجانے والا اور حرام تک پہنچانے والا ہے۔ انہوں نے یہ نہیں دیکھا کہ مردوں کے ساتھ مشابہت افضل ہے یا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی متابعت افضل ہے کیونکہ آپ وہ ذات انور ہیں جو مَوْتُوَا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوَا کے شرف سے مشرف ہیں۔ لہذا اگر وہ مُردوں کے ساتھ مشابہت کے خواہاں ہیں تو پھر بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مشابہت کے لئے دوسروں سے افضل و اولیٰ ہیں۔ بنا بریں امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰت کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و متابعت ہی کرنا چاہیے تاکہ مرتبہء محبوبیت نصیب ہو سکے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ سے عیاں ہے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اَيَّاهَا

متن علماء در نیت نماز مستحسن داشتہ اند کہ باوجود ارادہ قلب بزبان نیز باید گفت و حال آنکہ ازان سرور علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والسلام ثابت نشدہ است نہ بروایت صحیح و نہ بروایت ضعیف و نہ از اصحاب کرام و تابعین عظام کہ بزبان نیت کردہ باشند بلکہ چون اقامت می کنند تکبیر تحریمہ میفرمودند پس نیت بزبان بدعت باشد و این بدعت را حسنہ گفته اند و این فقیر میداند کہ این بدعت چه جائے رفع سنت کہ رفع فرض مینماید چه در تجویز آن اکثر مردم بزبان گفتا مینمایند و از

غفلت قلبی باک نداشتند پس درین ضمن فرضی از فرض
نماز کہ نیت قلبی باشد متروک میگردد و بفساد نماز میرساند

ترجمہ: بعض علماء نے نماز کی نیت میں مستحسن جانا ہے کہ باوجود قلب کے ارادہ کے زبان سے بھی نیت کہنی چاہئے حالانکہ آنحضرت علیہ وعلی آلہ الصلوٰۃ والسلام والحقہ سے کسی صحیح حدیث یا ضعیف روایت سے ثابت نہیں ہوا اور نہ ہی اصحاب کرام و تابعین عظام سے، کہ انہوں نے زبان سے نیت کی ہو، بلکہ جب اقامت ہوتی تھی تو وہ ساتھ ہی تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ لہذا زبان سے نیت کرنا بدعت ہے اور اس بدعت کو حسنہ کہا گیا ہے حالانکہ یہ فقیر جانتا ہے کہ یہ بدعت رفع سنت تو بجائے خود رہا یہ تو فرض کو بھی رفع کرتی ہے کیونکہ اس تجویز میں اکثر لوگ زبانی نیت پر ہی اکتفا کرتے ہیں اور دل کی غفلت پر کچھ نہیں ڈرتے کہ اس ضمن میں نماز کے فرضوں میں سے ایک فرض جو نیت قلبی ہے متروک ہو جاتا ہے اور نماز کے فاسد ہونے تک پہنچا دیتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ابتدائے نماز میں تکبیر تحریمہ سے قبل زبان کے ساتھ نیت کرنے کو بدعت قرار دیا ہے کیونکہ اس سے رفع فرض لازم آتا ہے جو فساد نماز کا موجب ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں نیت کے متعلق قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

نیت کا لغوی و شرعی معنی

لغت عرب میں نیت کا معنی قصد کرنا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے نَوَى الشَّيْءَ اس نے کسی چیز کا قصد کیا۔

محدث کبیر حضرت ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نیت کی شرعی تعریف کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

تَوَجُّهُ الْقَلْبِ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِرُجْحِ اللَّهِ وَالْقَصْدُ بِهَا تَمْيِيزُ الْعِبَادَةِ عَنِ الْعَادَةِ ۱ یعنی اللہ تعالیٰ کی رضا کیلئے کسی فعل کی طرف قلب کا متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے تاکہ عبادت، عادت سے متمیز ہو جائے۔

نیت کی تعریف یوں بھی کی گئی ہے

فَأَمَّا مَعْنَى النِّيَّةِ فَهِيَ عَزْمُ الْقَلْبِ عَلَى فِعْلِ الْعِبَادَةِ تَقَرُّبًا إِلَى اللَّهِ وَحَدًّا ۱

یعنی نیت کا معنی اللہ وحدہ کا قرب حاصل کرنے کی خاطر ادائے عبادت کیلئے قلب کا عزم کرنا ہے۔

حکم نیت کے متعلق اختلاف فقہاء

إِنَّ النِّيَّةَ لَازِمَةٌ فِي الصَّلَاةِ فَلَوْ تَرَكْتَ بَطَلَتِ الصَّلَاةُ بِاتِّفَاقِ الْمَذَاهِبِ
إِنَّ الْمَالِكِيَّةَ وَالشَّافِعِيَّةَ اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّ النِّيَّةَ رُكْنٌ مِّنْ أَرْكَانِ الصَّلَاةِ
فَلَوْ لَمْ يَنْوِ الصَّلَاةَ فَإِنَّهُ لَا يُقَالُ لَهُ قَدْ صَلَّى أَصْلًا وَالْحَنَفِيَّةُ وَالْحَنَابِلَةُ
اتَّفَقُوا عَلَى أَنَّهَا شَرْطٌ بِمَعْنَى أَنَّهُ إِنْ لَمْ يَأْتِ بِهَا فَإِنَّهُ يَكُونُ قَدْ صَلَّى صَلَاةً

۱ الفقہ علی المذاهب الاربعہ: ۲۰۹ ۲ الفقہ علی المذاهب الاربعہ مطبوعہ المکتبہ التجاریۃ الکبریٰ مصر: ۲۱۰

بَاطِلَةٌ وَبِذَلِكَ تُعْلَمُ أَنَّ النِّيَّةَ بِالمَعْنَى الْمُتَقَدِّمِ فَرَضٌ أَوْ شَرْطٌ لَا بُدَّ مِنْهُ عَلَى كُلِّ حَالٍ ۱

یعنی بے شک نیت نماز میں لازم ہے۔ اگر نیت چھوڑ دی گئی تو تمام مذاہب کے نزدیک نماز باطل ہو جائے گی..... حضرات مالکیہ اور شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم اس امر پر متفق ہیں کہ نیت ارکان نماز میں سے ایک رکن ہے۔ پس اگر کسی نے نماز کی نیت نہیں کی تو اس کی نماز ہرگز نہیں ہوگی۔ جبکہ فقہائے حنفیہ و حنابلہ کا یہ متفقہ مسئلہ ہے کہ نیت نماز کیلئے شرط ہے بایں معنی کہ اگر شرط مفقود ہوئی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ اس سے یہ حقیقت عیاں ہوئی کہ نیت سابقہ معنی کے اعتبار سے فرض ہو یا شرط بہر حال یہ نماز کیلئے ضروری ہے۔

لسانی نیت سنت سے ثابت نہیں

فقہائے احناف کے نزدیک نیت شرائط نماز میں سے ہے جو قلب کا فعل ہے اس لئے تکبیر تحریمہ سے پہلے لسانی نیت کرنے سے شرط مفقود ہو جاتی ہے جو مشروط (نماز) کے فائدہ و فاسد ہونے کا باعث ہوتی ہے۔ چونکہ لسانی نیت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کی سنت نہیں ہے اور نہ ہی تابعین عظام اور فقہائے اربعہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے ثابت ہے اس لئے یہ بدعت ہے چنانچہ اس سلسلہ میں فقہائے کرام اور علمائے اعلام کے فرمودات ملاحظہ ہوں۔

..... حضرت امام ابن ہمام ارقام پذیر ہیں:

قَالَ بَعْضُ الْحَفَاطِ لَمْ يَثْبُتْ عَنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِطَرِيقٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ أَنَّهُ كَانَ يَقُولُ عِنْدَ الْإِفْتِتَاحِ أَصَلِّيْ كَذَا وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِينَ بَلِ الْمَنْقُولُ أَنَّهُ كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى

اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ كَبَّرَ وَهَذِهِ بَدْعَةٌ ۱

یعنی بعض حفاظ حدیث نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح یا ضعیف، کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع کرتے وقت یہ الفاظ فرماتے ہوں اَصَلِّيْ كَذَا (کہ میں فلاں نماز ادا کرنے لگا ہوں) اور نہ ہی کسی صحابی یا تابعی (رضی اللہ عنہم) سے زبان کے ساتھ نیت کرنا ثابت ہے بلکہ احادیث مبارکہ میں یہی منقول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ادائے نماز کیلئے کھڑے ہوتے تو تکبیر تحریمہ کہتے تھے۔ اس لئے زبان کے ساتھ نیت کرنا بدعت ہے۔

..... حضرت علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں:

لَمْ يَنْقُلْ أَحَدًا نَهَى صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَلَفَّظَ بِالنِّيَّةِ وَلَا عَلَّمَ أَحَدًا مِنْ أَصْحَابِهِ التَّلَفُّظَ بِهَا وَلَا أَقْرَأَهُ عَلَى ذَلِكَ بَلِ الْمَنْقُولُ عَنْهُ فِي السُّنَنِ أَنَّهُ قَالَ مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ وَتَحْرِيمُهَا التَّكْبِيرُ وَتَحْلِيلُهَا التَّسْلِيمُ ۲

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زبان کے ساتھ لفظاً نیت کرنا منقول نہیں اور نہ ہی آپ نے صحابہ کرام میں سے کسی کو تلفظ بالنیة کی تعلیم دی اور نہ ہی آپ نے اس کی تلقین فرمائی۔ بلکہ کتب سنن میں آپ کا ارشاد گرامی منقول ہے کہ نماز کی کلید طہارت ہے، اس کی تحریم تکبیر (تکبیر تحریمہ) ہے اور اس کی تحلیل، تسلیم ہے۔

..... صاحب کبیری تحریر فرماتے ہیں:

وَفِي الْكَفَايَةِ عَنْ شَرْحِ الطَّحَاوِيِّ الْأَفْضَلُ أَنْ يَشْتَغَلَ قَلْبُهُ بِالنِّيَّةِ وَلِسَانُهُ بِالذِّكْرِ يَعْنِي التَّكْبِيرَ وَيَدُهُ بِالرَّفْعِ ۳

۱ فتح القدير مع الكفاية جلد اول: ۲۳۲ مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر

۲ المواهب اللدنیہ جلد چہارم: ۷۲ ۳ کبیری شرح مدیہ: ۲۹۶، فتح القدير مع الكفاية: ۲۳۲

کے حوالہ سے نقل ہے کہ افضل یہ ہے کہ نمازی کا قلب نیت میں، زبان ذکر یعنی تکبیر تحریمہ میں اور ہاتھ اٹھنے میں مشغول ہوں۔

..... حضرت حافظ ابن قیم رقمطراز ہیں

كَانَ إِذَا قَامَ إِلَى الصَّلَاةِ قَالَ اللَّهُ أَكْبَرُ وَلَمْ يَقُلْ شَيْئًا قَبْلَهَا وَلَا تَلَفَّظَ
بِالنِّيَّةِ الْبَتَّةَ وَلَا قَالَ أَصَلِّي لِلَّهِ صَلَاةً كَذَا مُسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةِ أَرْبَعَ رُكْعَاتٍ
إِمَامًا أَوْ مَأْمُومًا وَلَا قَالَ آدَاءً وَلَا قَضَاءً وَلَا فَرَضَ الْوَقْتِ وَهَذِهِ عَشْرُ بَدَعٍ
لَمْ يَنْقُلْ عَنْهُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ أَحَدٌ قَطُّ بِأَسْنَادٍ صَحِيحٍ وَلَا ضَعِيفٍ
وَلَا مُسْنَدٍ وَلَا مُرْسَلٍ لَفْظَةً وَاحِدَةً مِنْهَا الْبَتَّةُ بَلْ وَلَا عَنْ أَحَدٍ مِنَ
الصَّحَابَةِ وَلَا اسْتَحْسَنَهُ أَحَدٌ مِنَ التَّابِعِينَ وَلَا الْأَيْمَّةُ الْأَرْبَعَةُ وَإِنَّمَا غَرَّ
بَعْضُ الْمُتَأَخِّرِينَ قَوْلَ الشَّافِعِيِّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي الصَّلَاةِ إِنَّهَا لَيْسَتْ
كَالصِّيَامِ لَا يَدْخُلُ فِيهَا أَحَدٌ إِلَّا بِذِكْرِ فِظْنٍ أَنَّ الذِّكْرَ تَلَفُّظُ الْمُصَلِّيِّ بِالنِّيَّةِ
وَأَنَّ مُرَادَ الشَّافِعِيِّ بِالذِّكْرِ تَكْبِيرَةُ الْأِحْرَامِ لَيْسَ إِلَّا وَكَيْفَ يَسْتَحِبُّ
الشَّافِعِيُّ أَمْرًا لَمْ يَفْعَلْهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي صَلَاةٍ وَاحِدَةٍ
وَلَا أَحَدٌ مِنْ خُلَفَائِهِ وَأَصْحَابِهِ وَهَذَا هَدْيُهُمْ وَسِيرَتُهُمْ فَإِنْ أَوْجَدْنَا
أَحَدًا حَرْفًا وَاحِدًا عَنْهُمْ فِي ذَلِكَ قَبْلِنَا وَلَا سُنَّةَ إِلَّا مَا تَلَقَّوهُ عَنْ
صَاحِبِ الشَّرْعِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

یعنی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب ادائے نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو اللہ اکبر کہہ کر نماز شروع فرمادیتے اور اس سے قبل کچھ نہ کہتے اور نہ زبان کے ساتھ نیت فرماتے اور نہ یوں کہتے کہ میں اللہ تعالیٰ کے لئے فلاں نماز پڑھنے لگا ہوں میرا

رخ بجانب قبلہ چار رکعات بحیثیت امام یا مقتدی اور نہ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم ادایا قضا اور وقت فرض کے الفاظ فرماتے۔

اس طرح تکبیر تحریمہ سے پہلے ان الفاظ کے ساتھ نیت کرنے والا نمازی دس بدعتوں کا مرتکب ہوتا ہے کیونکہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ان الفاظ میں سے کوئی لفظ سند صحیح یا ضعیف یا مسند اور مرسل کے ساتھ کسی نے قطعاً نقل نہیں کیا بلکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی صحابی سے بھی منقول نہیں ہے اور نہ ہی تابعین کرام اور ائمہ اربعہ میں سے کسی نے اسے مستحب کہا ہے۔

البتہ بعض متاخرین کو حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے اس قول سے مغالطہ ہوا کہ نماز روزوں کی طرح نہیں ہے کہ جس میں کوئی نمازی ذکر کے بغیر داخل نہیں ہوتا۔ پس ان متاخرین فقہاء کو لفظ ذکر سے نمازی کا زبان کے ساتھ نیت کرنے کا گمان ہوا ہے حالانکہ ذکر سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی مراد تکبیر تحریمہ کے سوا کچھ بھی نہیں اور امام شافعی کسی ایسے کام کو کیسے مستحب قرار دے سکتے ہیں جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نماز میں بھی نہیں کیا اور نہ ہی آپ کے خلفائے عظام اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے کیا ہے اور یہی ان کا راستہ اور سیرت ہے۔ اگر ہم ان سے ایک حرف بھی کتب احادیث میں پاتے تو اسے بسر و چشم قبول کرتے۔

..... حضرت ملا علی قاری کے نزدیک بھی تَلَفُّظٌ بِالنِّيَّةِ کرنے والا بدعتی ہے چنانچہ آپ فرماتے ہیں

لَا يَجُوزُ التَّلَفُّظُ بِالنِّيَّةِ فَإِنَّهُ بِدْعَةٌ وَالْمُتَابَعَةُ كَمَا تَكُونُ فِي الْفِعْلِ تَكُونُ فِي التَّرْكِكِ أَيْضًا فَسُنُّ وَاطْبَ عَلَى فِعْلٍ لَمْ يَفْعَلْهُ الشَّارِعُ فَهُوَ

مُبْتَدِعٌ یعنی زبان کے ساتھ نیت کرنا جائز نہیں بلکہ یہ بدعت ہے۔ متابعت جیسے کسبِ فعل میں ہوتی ہے ایسے ہی ترکِ فعل میں بھی ہوتی ہے لہذا جس شخص نے ایسے فعل پر مواظبت کی جسے حضرت شارع علیہ السلام نے نہیں کیا وہ بدعتی ہے۔

بَيِّنَات

واضح رہے کہ نیت قلب کا فعل ہے اور اَللّٰهُمَّ اِنِّىْ اُرِيْدُ الْحَجَّ..... الخ کے الفاظ دعا ہیں جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائے احرام میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو سکھائے۔ چنانچہ علامہ احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں وَلَقَدْ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْثَرَ مِنْ ثَلَاثِيْنَ اَلْفَ صَلَوٰةٍ فَلَمْ يُنْقَلْ عَنْهُ اَنَّهُ قَالَ نَوَيْتُ اَصْلِيْ صَلَاةً كَذَا وَكَذَا وَتَرَكْتُهٗ سُنَّةً كَمَا اَنْ فِعْلُهُ سُنَّةٌ ۱ یعنی حضور اکرم صلیہ الصلوٰة والسلام نے اپنی ظاہری حیات طیبہ میں تیس ہزار سے زائد نمازیں ادا فرمائیں مگر آپ سے کہیں بھی یہ منقول نہیں کہ آپ نے بایں الفاظ زبان کے ساتھ نیت فرمائی ہو نَوَيْتُ اَصْلِيْ صَلَاةً كَذَا وَكَذَا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فعل کو ترک کرنا بھی سنت ہے جیسا کہ آپ کا کسی فعل کو کرنا سنت ہے۔

❁..... یہ امر ذہن نشین رہے کہ لسانی نیت چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ و تابعین کرام اور آئمہ مجتہدین رضی اللہ عنہم اجمعین سے ثابت نہیں ہے اس لئے یہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات والتسلیمات نہیں بلکہ بعض مشائخ کی سنت ہے جو لائق اعتبار نہیں۔ چنانچہ حضرت امام حسن بن عمار حنفی ارقام پذیر ہیں

فَمَنْ قَالَ مِنْ مَّشَائِخِنَا اَنَّ التَّلْفُظَ بِالنِّيَّةِ سُنَّةٌ لَمْ يَرِدْ بِهٖ سُنَّةٌ

النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَلْ سُنَّةُ بَعْضِ الْمَشَائِخِ ۱

اسی طرح حضرت ملا علی قاری تحریر فرماتے ہیں:

وَالنِّيَّةُ بِالْقَلْبِ لِأَنَّهُ عَمَلُهُ وَالتَّكَلُّمُ لَا مُعْتَبَرُ بِهِ ۲

..... یہ امر بھی مستحضر رہے کہ حقیقت نیت چونکہ عالم کسب سے نہ ہونے کی بناء پر غیر اختیاری ہے اس لئے اگر سالکین طریقت بعض اعمال صالحہ میں یوں نیت کر لیں کہ جو نیت ہمارے شیخ مکرم کی ہے وہی نیت ہماری ہے تو اس طرح شیخ کے صدق نیت کی بدولت مریدین کے اعمال بھی شرف قبولیت پا جائیں گے جیسا کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ اور حضرت سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کے عمل سے ثابت ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی المرتضیٰ کو مخاطب ہو کر فرمایا بِمَا أَهَلَّتْ يَا عَلِيُّ قَالَ بِمَا أَهَلَّ بِهِ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۳ یعنی اے علی! احرام باندھتے وقت کیا نیت کی تھی انہوں نے عرض کیا جو نیت میرے نبی مکرم نے کی ہے وہی میری نیت ہے۔

یونہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کو فرمایا: بِمَا أَهَلَّتْ فَقُلْتُ أَهَلَّتْ كَاهِلَالِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ۴ یعنی اے ابو موسیٰ! کس نیت سے احرام باندھا ہے انہوں نے عرض کیا میں نے اسی نیت سے احرام باندھا ہے جس نیت سے میرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے باندھا ہے۔

..... کاشف اسرار طریقت خواجہ محمد موسیٰ بن خواجہ عیسیٰ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

کہ چہ نیت باشد و نیت برائے صلوة شرط است نماز وقتی درست باشد کہ نیت درست شود کما قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ و عبد اللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ می گوید النیۃ النور و محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ می گوید در حروفات نیت و فرمودہ نیت آنست کہ آن حرف النون اشارۃ الی النور و حرف الیاء اشارۃ الی ید اللہ و حرف التاء اشارۃ الی ہدایت اللہ فان النیۃ نسیم الروح و ریحان و جنت نعیم پس ہمہ علمہا موقوف بہ نیت است و نیت از عالم کسب نباشد اما از عالم عطاء و خلعت الہی باشد ازینجا بود کہ بشر حافی بر جنازہ حسن بصری نماز نگذارد و گفت نیت را نیافتم این چنین نیت در نماز باید

یعنی اے عزیز! حقیقت نماز کے متعلق تو سماعت کر لیا اب نیت کا راز سنئے۔ اہل ظاہر کو کیا معلوم کہ نیت کیا ہے۔ نیت نماز کے لئے شرط ہے، نماز تب ہی درست ہوگی جب نیت درست ہوگی جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عبد اللہ سہل تستری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نیت ایک نور ہے اور شیخ محمد بن جعفر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ لفظ نیت تین حروف کا مجموعہ ہے اس کا حرف نون نور کی طرف اشارہ ہے، حرف یاء ید اللہ کی طرف اشارہ ہے اور حرف تاء ہدایت اللہ کی طرف اشارہ ہے۔ پس نیت خوشبوئے روح، پھول اور جنت نعیم ہے اس لئے تمام اعمال نیت پر ہی موقوف ہیں اور نیت عالم کسب سے نہیں بلکہ یہ عطاء ربانی اور خلعت الہی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت شیخ بشر

حافی، حضرت خواجہ حسن بصری (رحمۃ اللہ علیہما) کی نماز جنازہ میں شریک نہ ہوئے تو استفسار پر فرمایا کہ مجھے حضور نیت میسر نہ تھا۔ اس طرح کی نیت نماز میں ہونی چاہئے۔
(من شاء التفصیلات فلیراجع الی مذاق العارفین المجلد الرابع)

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کمالات نبوت سے متصف اور حقائق الہیہ سے متحقق ہونے کی بناء پر علمائے راسخین اور عرفائے کاملین کے سرخیل ہیں اور مقام مشاہدہ و امامت اور مرتبہ یقین و مجددیت پر فائز المرام ہونے کی بدولت آپ پر حقائق شریعت اور اسرار نیت آشکارا ہوئے، اس لئے آپ کی مجددانہ تحقیقات، انفرادی شان اور عارفانہ تخلیقات، امتیازی مقام رکھتی ہیں۔ **وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ**

**مَنْ فَعَلَيْكُمْ بِالْاِقْتِصَارِ عَلٰی مُتَابَعَةِ سُنَّةِ
رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَيْهِ وَعَلٰی
آلِهِ وَسَلَّمَ وَالْاِكْتِفَاءِ عَلٰی اِقْتِدَاءِ اَصْحَابِهِ
الْكَرَامِ فَانَّهُمْ كَالنُّجُوْمِ بَايَهُمْ اِقْتِدَيْتُمْ اِهْتَدَيْتُمْ**

ترجمہ: پس تم پر سنت رسول اللہ علی صاحبہا الصلوٰات کی متابعت پر اقتصار اور اقتداء صحابہ کرام پر اکتفاء کرنا لازم ہے کیونکہ وہ ستاروں کی مانند ہیں (ان میں سے) جس کی اقتداء کرو گے ہدایت پاؤ گے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کی

متابعت پر اقتصار اور اقتدائے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین پر اکتفاء کرنے کی تاکید فرما رہے ہیں کیونکہ متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ مرتبہ محبوبیت اور اتباع صحابہ رضائے الہی اور حصول جنت کا موجب ہیں جیسا کہ آیات کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ ۱ اور وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِإِحْسَانٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ ۲ الخ سے واضح ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں

علو این طریقہ علیہ و رفعت طبقہ نقشبندیہ بواسطہ التزام سنت است و اجتناب از بدعت لہذا اکابرین این طریقہ علیہ از ذکر جہر اجتناب فرمودہ بذکر قلبی دلالت نمودہ اند و از سماع و رقص و وجد و تواجہ کہ در زمان آنسرور علیہ الصلوٰۃ والسلام و در زمان خلفائے راشدین نبودہ علیہم الرضوان منع فرمودہ و خلوت و اربعین کہ در صدر اول نبودہ بجائے آن خلوت در انجمن اختیار کردہ لاجرم نتائج عظیمہ برین التزام مترتب گشتہ است و ثمرات کثیرہ بر آن اجتناب متفرع شدہ از نجاست کہ نہایت دیگران در بدایت این بزرگواران مندرج است و نسبت ایشان فوق ہمہ نسبت ہا آمدہ
نقشبندیہ عجب قافلہ سالار اند کہ برند از رہ پہاں بحر م قافلہ را
از دل سالک رہ جاذبہ شان می برد و سورہ خلوت و فکر چلہ را

اس طریقہ علیہ کی بزرگی اور طبقہ نقشبندیہ کی رفعت، التزام سنت کی وساطت اور اجتناب بدعت کی بدولت ہے۔ لہذا اس طریقہ علیہ کے اکابرین نے ذکر جہر سے اجتناب فرما کر ذکر قلبی کی تلقین فرمائی ہے اور سماع، رقص، وجد اور تواجہ جو سرور عالم

علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد نبوت اور خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے دور خلافت میں نہ تھے، ان سے منع فرمایا۔ گوشہ نشینی اور چلہ کشی جو دور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ تھے کی بجائے خلوت در انجمن کو اختیار فرمایا۔ یقیناً اس التزام سنت پر عظیم نتائج مترتب ہوئے ہیں اور اس اجتناب بدعت سے کثیر ثمرات حاصل ہوئے ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا ہے کہ دوسروں کی انتہاء ان بزرگوں کی ابتداء میں درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں پر غالب آگئی ہے.....

انہی وجوہات کی بنا پر آپ نے طریقہ نقشبندیہ کو بعینہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا طریقہ قرار دیا ہے چنانچہ آپ کا ارشاد گرامی ملاحظہ ہو

این طریق بعینہ طریق اصحاب کرام است رضی اللہ تعالیٰ عنہم!

چونکہ سماع و رقص، وجد و تواجد، گوشہ نشینی اور خلوت گزینی جیسے امور زمانہ رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام، عہد خلفاء اربعہ اور دور صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین میں نہ تھے۔ یہ سب بعد کی ایجادات ہیں۔ خواجگان نقشبندیہ التزام سنت، تخریب بدعت اور عمل بعزیمت کا خصوصی اہتمام و انصرام کرتے ہیں۔ اس لئے یہ حضرات کسی رقاص، مکار اور دجال سے کوئی نسبت نہیں رکھتے۔ ناصر الدین، قطب الارشاد حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

خواجگان این سلسلہ علیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم بہر زرقے و رقاصے نسبت

ندارند کارخانہ ایشان بلند است!

بقول شاعر

سُر کیسی ، ساز کیسا ، کیسی بزمِ سامعین
سوزِ دل کافی ہے ہم کو یارِ منانے کیلئے

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں سنت کے متعلق قدرے معلومات فراہم
کردی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

سنت کی تعریفات

حضرت شیخ دکتور عبدالکریم زیدان نے الوجیز فی اصول الفقہ میں سنت
کی تین تعریفات بیان فرمائی ہیں جو بتغییر یسر ہدیہ قارئین ہیں۔

لغت عرب میں سنت کے معانی چہرہ، عادت، طریقہ، سیرت اور طبیعت وغیرہا آتے
ہیں۔

..... السُّنَّةُ الطَّرِيقَةُ الْمَحْمُودَةُ الْمُسْتَقِيمَةُ وَلِذَا لِكَ قِيلَ فُلَانٌ مِّنْ
أَهْلِ السُّنَّةِ مَعْنَاهُ مِنْ أَهْلِ الطَّرِيقَةِ الْمُسْتَقِيمَةِ الْمَحْمُودَةِ یعنی سنت
پسندیدہ راہِ راست کو کہتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص اہل سنت میں سے
ہے یعنی سیدھے پسندیدہ راستہ والوں سے ہے۔

..... اصطلاح فقہاء میں سنت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرض اور واجب کے
علاوہ منقول نقلی عبادات یا مندوب افعال و عبادات کو کہا جاتا ہے اور کبھی کلام فقہاء
میں سنت کا اطلاق بدعت کے مقابل بھی ہوتا ہے جیسے کہا جاتا ہے فُلَانٌ عَلٰی سُنَّةِ
إِذَا عَمِلَ وَفَقَّ عَمَلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَفُلَانٌ عَلٰی بِدْعَةٍ إِذَا عَمِلَ
عَلٰی خِلَافِ ذَٰلِكَ یعنی فلاں شخص سنت پر ہے جب اس کا عمل، عمل نبوی علیٰ صاحبہا
الصلوات کے موافق ہو اور فلاں شخص بدعت پر ہے جب اس کا عمل، عمل نبوی صلی اللہ

علیہ وسلم کے خلاف ہو۔

..... علمائے اصولیین نے سنت کی تعریف یوں کی ہے

السُّنَّةُ مَا صَدَرَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غَيْرَ الْقُرْآنِ مِنْ قَوْلٍ أَوْ فِعْلٍ أَوْ تَقْرِيرٍ^۱ یعنی قرآن مجید کے علاوہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صادر ہونے والے قول، فعل یا تقریر کو سنت کہا جاتا ہے۔

اس اعتبار سے سنت، فقہی دلائل اور تشریحی مصادر میں سے ایک دلیل اور مصدر ہے۔

تشریحی اعتبار سے سنت کی اقسام

سنت کی ذات و ماہیت کے اعتبار سے تین اقسام ہیں۔

۱..... سنت قولیہ ۲..... سنت فعلیہ ۳..... سنت تقریریہ

سنت قولیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ اقوال مقدسہ جو آپ نے مختلف مواقع پر مختلف اغراض و مقاصد کی خاطر ارشاد فرمائے عموماً انہی اقوال نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت پر حدیث کا اطلاق ہوتا ہے۔ وَالْحَدِيثُ يُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُولِ خَاصَّةً^۲ اس اعتبار سے سنت قولیہ اور حدیث باہم مترادف ہیں۔ چند اقوال مقدسہ پیش خدمت ہیں

إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ
وَمُسْلِمَةٌ لَا يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ حَتَّىٰ أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ
وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ

۱ مسلم الثبوت مع شرح فواتح الرحموت..... الوجيز: ۱۶۱ ۲ نور الانوار: ۱۷۹

سنت قولیہ کی تشریحی حیثیت

اقوال نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت تبھی تشریحی مصدر ہوتے ہیں جب ان میں بیان احکام اور تشریحی حیثیت مقصود ہو۔ لیکن جب یہ محض دنیوی امور سے متعلق ہوں تو ان کا تشریح سے کوئی تعلق نہیں ہوتا کیونکہ ان کا صبنی وحی نہیں ہوتا، اس لئے یہ احکام کے دلائل میں سے نہ کوئی دلیل بن سکتے ہیں اور نہ ہی احکام شرعیہ کے استنباط کے لئے ماخذ اور نہ ہی اس قسم کے اقوال کی متابعت امر لازم ہوتی ہے۔ جیسا کہ مروی ہے کہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو تابیر نخل نہ کرنے کا مشورہ دیا کیونکہ دوسرے درختوں پر عمل تلیق نہیں کیا جاتا تھا بلکہ ہوائیں خود ہی اس عمل کو انجام دیتیں جیسا کہ آیہ کریمہ **وَأَرْسَلْنَا الرِّيحَ لَوَاقِحَ لَٰ** سے عیاں ہے۔ لیکن جب بعض صحابہ کرام نے آئندہ برس کم پھل آنے کی بابت عرض کیا (کیونکہ درخت عرصہ دراز سے عمل تابیر کے عادی تھے اور انہیں اپنی طبعی حالت پر آنے کے لئے کچھ وقت درکار تھا) تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اجازت دیتے ہوئے فرمایا **أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأَمْرِ دُنْيَاكُمْ** ۱ کیونکہ یہ دنیوی امور ہیں جنہیں تم بہتر سمجھتے ہو۔

سنت فعلیہ

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال طیبہ ہیں جیسے نماز کو اس کی ہیئت اور ارکان کے ساتھ ادا کرنا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک گواہ اور مدعی سے قسم لے کر فیصلہ فرمانا وغیرہا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال طیبہ دو قسم کے ہیں کچھ تو تشریحی احکام کا مصدر

بن سکتے ہیں اور کچھ تشریحی ماخذ نہیں بن سکتے۔

(الف) افعال طبعیہ وہ افعال ہیں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بشری جبلت اور انسانی فطرت کے اعتبار سے صادر ہوئے جیسے خورد و نوش، نشست و برخاست وغیرہا۔ یہ افعال تشریحی ماخذ نہیں ہوتے کہ ان کی پابندی کرنا امت پر لازم ہو البتہ مکلفین کے لئے مباح ضرور ہوتے ہیں۔ اس قسم کی متابعت احسن امر ہے اسی لئے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس متابعت کے بہت حریص ہوتے تھے۔

كَانَ شَدِيدُ الْإِتِّبَاعِ لِآثَارِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتَّى
أَنَّهُ يَنْزِلُ مَنْزِلَهُ وَيُصَلِّي فِي كُلِّ مَكَانٍ صَلَّى فِيهِ وَيُبْرِكُ نَاقَتَهُ فِي مَبْرَكِ
نَاقَتِهِ وَنَقِلُوا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ تَحْتَ شَجَرَةٍ فَكَانَ
إِبْنُ عُمَرَ يَتَعَاهَدُهَا بِالْمَاءِ ۱

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما آثار نبوی علی صاحبہا الصلوٰت کی متابعت کا بھی بہت اہتمام فرماتے یہاں تک کہ انہی منازل پر دوران سفر قیام فرماتے جن جن مقامات پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا اور جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ادا فرمائی وہیں نماز ادا کرتے اور جس مقام پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی بیٹھی اسی مقام پر اپنی اونٹنی کو بٹھاتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ایک درخت کے نیچے استراحت فرمائی تھی، اسی لئے آپ اسے ہمیشہ پانی دیتے تاکہ محبوب کی یادگار سرسبز و شاداب رہے۔

اقبال مرحوم نے خوب کہا

کیفیت ماخیزد از صہبائے عشق
ہست ہم تقلید از اسمائے عشق
کامل بطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد
عاشقی محکم شوار تقلید یار

ایسے ہی دنیوی امور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے انسانی ملکہ و مہارت کے طور پر آپ سے صادر ہوئے تشریحی ماخذ نہیں بن سکتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان افعال مبارکہ کو امت پر لازم نہیں فرمایا کیونکہ ان کا صہبائی وحی نہیں ہوتا بلکہ تجربہ ہوتا ہے جیسے غزوہ بدر کے موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے لئے ایک معین مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا ارادہ فرمایا تو بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا

أَرَأَيْتَ هَذَا الْمَنْزِلَ أَمْنٌ لَّا أَنْزَلَكَ اللَّهُ لَيْسَ لَنَا أَنْ نَتَّقَدَّمَهُ
وَلَا نَتَأَخَّرَ عَنْهُ أَمْ هُوَ الرَّأْيُ وَالْحَرْبُ وَالْمَكِيدَةُ؟ قَالَ بَلْ هُوَ الرَّأْيُ وَالْحَرْبُ وَالْمَكِيدَةُ فَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ فَإِنَّ هَذَا لَيْسَ بِمَنْزِلٍ لِي

یعنی کیا اس مقام پر اللہ تعالیٰ نے قیام کا حکم فرمایا ہے یا یہ آپ کی ذاتی رائے اور حربی چال ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا یہ میری جنگی رائے اور حربی تدبیر ہے۔ اس پر وہ صحابی عرض گزار ہوئے..... یہ جگہ پڑاؤ کے لئے مناسب نہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے مقام پر لشکر کے پڑاؤ ڈالنے کا مشورہ دیا اور اس کی متعدد وجوہات عرض کیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی اس رائے

کو شرف قبولیت سے نوازا۔

اسی قسم میں بذریعہ دعویٰ واقعات کا اثبات بھی شامل ہے جن میں غور و خوض کیا جاتا ہے کیونکہ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اندازے سے فیصلہ ہوتا ہے۔ یہ امت کے لئے تشریحی حیثیت نہیں رکھتا البتہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا بذریعہ دلائل وقوع دعویٰ کے ثابت ہو جانے پر فیصلہ دے دینا امت کے لئے قانونی حیثیت رکھتا ہے۔ اسی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ کہہ کر فرمایا تم میرے پاس جھگڑے چکانے کے لئے آتے ہو ممکن ہے تم میں کوئی چرب زبان اپنا موقف احسن انداز کے ساتھ بیان کر دے اور میں اس کے مطابق فیصلہ کر دوں.....

(ب) وہ افعال مبارکہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص ہونے کی بناء پر آپ کی خصوصیات میں سے ہیں۔ امت ان افعال میں آپ کے ساتھ شریک نہیں ہے اس لئے ان افعال میں متابعت نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت درست نہیں۔ جیسے بیک وقت چار سے زائد نکاح کی بندہ مومن کو اجازت نہیں ہے، ایسے ہی صیام وصال سے ممانعت وارد ہوئی ہے۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ نَهَى رَسُولُ اللَّهِ عَنِ الْوَصَالِ فِي الصَّوْمِ فَقَالَ لَهُ رَجُلٌ إِنَّكَ تُوَاصِلُ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ وَآيُكُمْ مِثْلِي إِنِّي آبَيْتُ يُطْعِمُنِي رَبِّي وَيَسْقِينِي ۱

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صیام وصال سے منع فرمایا تو ایک شخص عرض گزار ہوا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ خود تو وصال کے روزے رکھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں میری مثل کون ہے؟..... میں تو شب اپنے رب کے حضور بسر کرتا

ہوں وہ مجھے کھلا پلا دیتا ہے۔

(ج) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال طیبہ جن کی بابت معلوم ہو کہ یہ قرآن مجید میں مجمل نص کی وضاحت کے لئے آئے ہیں تو آپ کی وہ وضاحت امت کے لئے تشریحی حیثیت رکھتی ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس وضاحتی فعل کا حکم اسی نص کے حکم کی مانند ہوگا جو کسی فعل کے وجوب اور ندب وغیرہا کو واضح کرتا ہے۔

آپ کا فعل مبارک کسی مجمل کی وضاحت (بیان) کے لئے یا تو صریح قول سے ہوتا ہے یا قرآن احوال کے ساتھ معلوم ہوتا ہے۔ صریح قول کی مثال آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی صَلُّوا كَمَا رَأَيْتُمُونِي أُصَلِّيْ ہے جو ارشاد ربانی وَأَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ لِمَجْمَلِ حَكْمِ كِي وَضَاحَتِ ہے۔ یونہی ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت خذُوا عَنِّي مَنَاسِكُكُمْ ۱ ارشاد ربانی وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا ۲ کی وضاحت ہے۔

ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا چور کا ہاتھ کلانی سے کاٹنے کا حکم دینا ارشاد ربانی وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْا اَيْدِيَهُمَا ۳ قرینہء حال کی مثال ہے۔ (د) رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ افعال مقدسہ جو آپ نے ابتداءً انجام دیئے اور ان کی واجب، مندوب اور مباح ہونے کے اعتبار سے شرعی حیثیت معلوم ہوگئی وہ امت کے لئے تشریحی حیثیت رکھتے ہیں اور مکلفین کے حق میں آپ کے ان افعال کا حکم آیہ کریمہ لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسُوَةٌ حَسَنَةٌ ۴ کے مطابق ثابت ہو جائے گا۔

(ہ) وہ افعال طیبہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرانجام دیئے لیکن ان کی شرعی

۱ انعام ۶: ۷۲ ۲ معرفۃ السنن والآثار للبیہقی، رقم الحدیث: ۳۰۷۳ ۳ آل عمران ۳: ۹۷

۴ المائدہ ۵: ۲۸ ۵ الاحزاب ۳۳: ۲۱

حیثیت معلوم نہ ہو..... البتہ یہ معلوم ہو کہ ان افعال کے اکتساب سے قربت مقصود ہے جیسے بعض عبادات کو بغیر مواظبت کے بجالانا..... تو اس قسم کا فعل امت کے حق میں مستحب ہوگا اور اگر کسی فعل میں قربت (ثواب) مقصود ہونے کا بھی علم نہ ہو تو اس قسم کا فعل امت کے حق میں مباح کی حیثیت رکھتا ہے جیسے مزارعت اور خرید و فروخت وغیرہا۔

سنت تقریر یہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کسی صحابی نے کوئی قول کیا..... یا کسی صحابی سے کوئی فعل سرزد ہوا..... یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں کسی صحابی سے کوئی قول و فعل صادر ہوا اور آپ کو اس کا علم ہوا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع نہ فرمایا تو اس قول یا فعل کو سنت تقریر یہ کہتے ہیں۔ آپ کا سکوت اس فعل کے جواز و اباحت پر دلالت کرتا ہے۔ اگر وہ قول و فعل ناجائز ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ضرور اس کی ممانعت فرمادیتے کیونکہ رسول علیہ السلام کی یہ شان نہیں کہ وہ کسی باطل یا ناپسندیدہ قول و فعل پر خاموش رہتے، جیسے حربیوں کے بچوں کا مسجد میں کھیلنا اور آپ کا کھیل کود سے منع نہ کرنا سنت تقریر یہ کی مثال ہے۔

لیکن کسی فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا استبشار و استحسان اور اظہار خوشنودی محض سکوت و عدم انکار سے اظہر و اکدر ہے جیسے منافقین حضرت اسامہ کی گہری سیاہ رنگت اور ان کے والد گرامی حضرت زید رضی اللہ عنہما کے گورا رنگ ہونے کی وجہ سے طعن کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ یہ دونوں حضرات مسجد (نبوی) میں ایک ہی چادر اوڑھے ہوئے استراحت کر رہے تھے مگر چادر کے چھوٹا ہونے کی بناء پر دونوں کے قدم نظر آرہے تھے۔ قیافہ شناس نے دونوں کے قدم دیکھ کر کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ

یہ قدم اصل اور فرع (باپ اور بیٹے) کے ہیں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ انور خوشی و سرور سے متمماً اٹھا فظہر السُّرُورُ عَلٰی وَجْهِ الرَّسُولِ عَلَيْهِ السَّلَامُ

..... جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجنے کا ارادہ فرمایا تو آپ نے ان سے مخاطب ہو کر کہا..... جب کوئی مقدمہ پیش آ گیا تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ انہوں نے عرض کیا میں کتاب اللہ کی روشنی میں فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ تو؟..... عرض کیا میں سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر سنت رسول اللہ اور کتاب اللہ میں نہ پاؤ تب؟..... عرض گزار ہوئے میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور حقیقت تک رسائی حاصل کرنے میں کوتاہی نہیں کروں گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے کو تھپتے ہوئے فرمایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُوْلًا رَّسُوْلًا اللّٰهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضَى رَسُوْلُ اللّٰهِ خُدا تعالیٰ کی حمد و ستائش ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نمائندے کو وہ توفیق ارزانی فرمائی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خوش کرے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم زیارت نبوی اور صحبت مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی بدولت تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس سے شاد کام تھے اس لئے ہر قسم کی نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض سے پاک تھے علاوہ ازیں سنت تقریر یہ چونکہ صحابہ کرام کے اقوال و افعال ہیں جن پر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت و استبشار کی مہر تصدیق ثبت ہے، اس لئے اصولیین حنفیہ نے ان پر بھی سنت کا اطلاق کیا ہے۔

حضرت ملا جیون صدیقی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں

السُّنَّةُ تُطْلَقُ عَلَى قَوْلِ الرَّسُولِ وَفِعْلِهِ وَسُكُوتِهِ وَعَلَى اقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَأَفْعَالِهِمْ ۱ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل و سکوت اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اقوال و افعال پر سنت کا اطلاق ہوتا ہے۔

اس سلسلہ میں چند احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات ملاحظہ ہوں۔

❁ تَرَكَتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا كِتَابُ اللَّهِ وَسُنَّةُ رَسُولِهِ ۲ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک ان دونوں پر مضبوطی سے عامل رہو گے کبھی گمراہ نہ ہو گے وہ اللہ کی کتاب اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔

❁ اِقْتَدُوا بِالَّذِينَ مِنْ بَعْدِي أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ ۳ میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کی اقتداء کرنا۔

❁ عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِي وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِينَ الْمُهْدِيِّينَ ۴ تم پر میری اور میرے ہدایت یافتہ خلفائے راشدین کی سنت لازم ہے۔

❁ أَصْحَابِي كَالنُّجُومِ فَبِأَيِّهِمْ اِقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ ۵ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے تو ہدایت ہی پاؤ گے۔

غرضیکہ سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کی متابعت اور اقتداء صحابہ رضی اللہ عنہم پر کفایت کرنا ہی احوط و اسلم و افضل و اولیٰ ہے اور اسی پر طریقت نقشبندیہ کا مدار و انحصار ہے۔

۱ نور الانوار: ۱۷۹ ۲ مشکوٰۃ: ۳۱ ۳ مشکوٰۃ: ۵۶۰ ۴ مشکوٰۃ: ۳۰

۵ مشکوٰۃ: ۵۵۴

مَنْ أَمَّا الْقِيَاسُ وَالْإِجْتِهَادُ فَلَيْسَ مِنَ الْبِدْعَةِ
فِي شَيْءٍ فَإِنَّهُ مُظْهِرٌ لِمَعْنَى النَّصُوصِ لَا
مُثَبِّتٌ أَمْرٍ زَائِدٍ فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ

ترجمہ: لیکن قیاس اور اجتہاد کوئی بدعت نہیں کیونکہ وہ نصوص کے معنی کو ظاہر کرتے ہیں کسی زائد امر کو ثابت نہیں کرتے پس اہل بصیرت کو عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے ایک سوال مقدر کا جواب تحریر فرمایا ہے کہ جس طرح کفن میت میں عدد مسنون پر زیادتی، شملہ دستار کو بائیں طرف چھوڑنا اور ابتدائے نماز میں لسانی نیت، محدثات اور رافع سنت ہیں، کیا قیاس و اجتہاد بھی بدعت ہیں؟ آپ فرماتے ہیں کہ قیاس و اجتہاد بدعت نہیں بلکہ یہ نصوص شرعیہ کے اجمال و ابہام کی تفصیل و اظہار کرتے ہیں کسی امر زائد کو ثابت نہیں کرتے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قیاس کے متعلق قدرے معلومات فراہم کر دی جائیں۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

قیاس کا لغوی و شرعی معنی

علامۃ الدھر حضرت ملا جیون حنفی صدیقی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کے لغوی اور شرعی معنی کے متعلق یوں رقمطراز ہیں

الْقِيَاسُ فِي اللُّغَةِ التَّقْدِيرُ... هُوَ ابَانَةٌ مِثْلِ حُكْمِ أَحَدِ الْمَذْكُورِينَ

بِمِثْلِ عِلَّتِهِ الْآخِرِ فَاخْتِيَرُ لَفْظُ الْإِبَانَةِ لِأَنَّ الْقِيَاسَ مُظْهِرًا لَا مُثَبِّتًا
 یعنی لغت عرب میں قیاس تقدیر (اندازہ لگانا) کو کہتے ہیں جیسے قَسَسْتُ
 الثَّوْبَ بِالزَّرَاعِ میں نے کپڑا میٹر سے ناپا..... اصل کی علت کی مانند فرع میں علت
 کے پائے جانے کی وجہ سے فرع میں اصل کے مماثل حکم کو ظاہر کرنا قیاس کہلاتا ہے۔
 اس تعریف میں لفظ ابانۃ اس لئے لایا گیا تا کہ معلوم ہو جائے کہ قیاس مظہر
 للحکم ہے، مثبت للحکم نہیں۔

..... حضرت علامہ نظام الدین شاشی رحمۃ اللہ علیہ قیاس کی شرعی تعریف کرتے
 ہوئے ارقام پذیر ہیں الْقِيَاسُ الشَّرْعِيُّ هُوَ تَرْتُّبُ الْحُكْمِ فِي غَيْرِ الْمَنْصُوصِ
 عَلَيْهِ عَلَى مَعْنَى هُوَ عِلَّةٌ لِذَلِكَ الْحُكْمِ فِي الْمَنْصُوصِ عَلَيْهِ يَعْنِي اشْتِرَاكِ
 علت کی بنا پر منصوص علیہ کے حکم کو غیر منصوص علیہ میں جاری کرنا قیاس شرعی کہلاتا
 ہے۔

حجیت قیاس

دین اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جو انسان کے تمام شعبہ ہائے حیات
 کے متعلق رہنمائی کرتا ہے۔ البتہ احکام اسلامیہ دو قسم کے ہیں کچھ تو صراحتہ کتاب و
 سنت میں موجود ہیں انہیں منصوص کہا جاتا ہے اور کچھ کتاب و سنت میں صراحتہ
 مذکور نہیں جن کا مجتہدین علت مشترکہ کی بناء پر منصوص علیہ پر قیاس کر کے استنباط و
 استخراج کرتے ہیں۔ بنا بریں قیاس اصول اربعہ اور حجج شرعیہ میں سے
 ایک مصدر و ماخذ ہے جو احکام کا اثبات نہیں بلکہ احکام کا اظہار کرتا ہے اسی لئے جمہور
 اصولیین اور فقہاء کرام اس کی حجیت شرعیہ کے قائل ہیں۔ چند ایک امثلہ ہدیہ قارئین

ہیں۔

..... ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَأَعْتَبِرُوا يَا أُولِيَ الْأَبْصَارِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ! عبرت حاصل کرو۔ اس آیت مبارکہ میں اعتبار کا لفظ عبور سے مشتق ہے جیسے کہا جاتا ہے عبوت النهر یعنی میں دریا عبور کر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے کی طرف منتقل ہو گیا۔

حضرت ملا جیون رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

لِأَنَّ الْإِعْتِبَارَ رَدُّ الشَّيْءِ إِلَى نَظِيرِهِ فَكَأَنَّهُ قَالَ قَيْسُوا الشَّيْءَ عَلَى نَظِيرِهِ ۲ یعنی کسی شئی کو اس کی نظیر (مثال) کی طرف لوٹا دینا اعتبار ہے گویا فرمایا گیا کہ شئی کو اس کی مثال پر قیاس کرو۔

..... قبیلہ بنی فزارہ کا ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا إِنَّ امْرَأَتِي جَاءَتْ بِوَلَدٍ أَسْوَدَ فَقَالَ هَلْ لَكَ مِنْ إِبِلٍ قَالَ نَعَمْ قَالَ مَا أَلْوَانُهَا قَالَ حُمْرٌ قَالَ هَلْ فِيهَا مِنْ أَوْرَقٍ قَالَ إِنَّ فِيهَا لَوُرُقًا قَالَ فَأَنَّى تَرَاهُ قَالَ عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزْعُهُ عِرْقٌ قَالَ وَهَذَا عَسَى أَنْ يَكُونَ نَزْعُهُ عِرْقٌ ۳

یعنی میری بیوی نے سیاہ رنگ کا بچہ جنا ہے۔ فرمایا کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ عرض کیا ہاں۔ فرمایا ان کے رنگ کون کون سے ہیں؟ عرض گزار ہوا کہ سرخ۔ فرمایا کیا ان میں کوئی گندمی رنگ کا بھی ہے؟ عرض کی ہاں! گندمی رنگ کا بھی ہے۔ فرمایا وہ کہاں سے آ گیا؟ عرض کی ممکن ہے وہ کسی رگ کے فساد کی وجہ سے ایسا ہو گیا ہو۔ آپ نے جواباً ارشاد فرمایا وہی رگ کا فساد یہاں بھی پایا جاسکتا ہے۔

مذکورہ بالا روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نوزائیدہ بچے کے سیاہ

رنگ کو اونٹ کے گندمی ہونے پر قیاس فرما کر امت کے لئے قیاس کی اجازت مرحمت فرمادی۔

..... حضرت صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو نماز کی امامت پر قیاس فرما کر کہا رَضِيَهِ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِذَيْنَا أَفَلَا نَرْضَاهُ لِدُنْيَانَا ۱ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ہمارے دین (امامت نماز) کے لئے پسند فرمایا ہے تو ہم اپنے دنیوی معاملات کے لئے انہیں پسند کیوں نہ کریں؟ یونہی جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف قتال کرتے وقت زکوٰۃ کو نماز پر قیاس کرتے ہوئے کہا وَاللَّهِ لَا قَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الزَّكَاةِ وَالصَّلَاةِ تُو تمام صحابہ کرام نے صدیقی رائے کی تائید کرتے ہوئے مانعین زکوٰۃ کے خلاف جہاد و قتال فرمایا۔ ۲

..... امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مکتوب میں قیاس کرنے کی جو نصیحت فرمائی وہ ملاحظہ ہو

الْفَهْمُ الْفَهْمُ فِيمَا يَخْتَلِجُ فِي صَدْرِكَ مِمَّا لَمْ يَبْلُغَكَ فِي الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ أَعْرِفِ الْأَشْبَاهَ وَالْأَمْثَالَ ثُمَّ قِسِ الْأُمُورَ عِنْدَ ذَلِكَ فَاعْبُدْ إِلَى أَحَبِّهَا إِلَى اللَّهِ وَأَشْبَهَهَا بِالْحَقِّ فِيمَا تَرَى ۳

یعنی خوب غور و فکر کرو اس مسئلہ کے متعلق جو تمہیں پیش آئے اور اگر اس کا حکم کتاب و سنت میں نہ ہو تو اشباہ و امثال میں غور و خوض کر کے ایک معاملہ کو دوسرے معاملہ پر قیاس کرو پھر اس پر اعتماد کرنا جسے تم اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب پاؤ اور وہ

۱ شرح مسند ابی حنیفہ: ۱/۵۳ ۲ اصول الفقہ لدکتور حسین حامد حسان: ۲۵۹

۳ السنن الصغیر بیہقی جلد ۸: ۲۵۴

الصلوات پر، پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے متفقہ فیصلوں پر، پھر صحابہ کرام کے مختلف فیہ اقوال پر، پھر سب سے آخر میں قیاس کرتا ہوں۔

واضح رہے کہ فقہائے حنفیہ کے نزدیک مجتہدین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایت فرمودہ احادیث نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت پر عمل کرنا قیاس کے مقابلے میں اولیٰ ہے جیسا کہ روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھا رہے تھے کہ ایک اعرابی رضی اللہ عنہ اداۓ نماز کے لئے آئے اور ضعف بصر کی وجہ سے گڑھے میں گر گئے تو بعض مقتدی صحابہ کرام بتقاضائے بشریت ہنس پڑے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا مَنْ ضَحِكَ مِنْكُمْ قَهْقَهَةً فَلْيُعِدِ الْوُضُوءَ وَالصَّلَاةَ جَمِيعًا تم میں سے جو قہقہہ لگا کر ہنسا ہے وہ وضو اور نماز دونوں کا اعادہ کرے۔ حالانکہ قیاس کا تقاضا یہ تھا کہ وضو نہ ٹوٹا کیونکہ نقض طہارت کی علت خروج نجاست ہے لیکن اس قیاس کو ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے ترک کر دیا گیا اور حدیث پاک پر عمل کیا گیا۔

ایسے ہی حفظ و عدالت میں معروف رواۃ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی روایات اگر مجتہدین صحابہ کرام کے قیاس کے مخالف ہوں تو قیاس پر عمل کرنا اولیٰ ہے جیسا کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے الْوُضُوءُ مِمَّا مَسَّتْهُ النَّارُ آگ پر پکائی گئی چیز کے استعمال سے وضوء کرنا ہوگا تو اس پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے انہیں کہا اَرَأَيْتَ لَوْ تَوَضَّأْتَ بِمَاءٍ سَخِينٍ أَكُنْتَ تَتَوَضَّأُ مِنْهُ فَسَكَّتْ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے کہ اگر آپ گرم پانی سے وضو کریں تو کیا آپ کو دوبارہ وضوء کرنا پڑے گا؟..... اس پر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ خاموش ہو گئے۔

إِنَّمَا رَدَّهٗ بِالْقِيَاسِ إِذْ لَوْ كَانَ عِنْدَهُ خَبْرٌ لَّوَاہُ حَالًا نَكَّ حَضْرَتِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ
 اللَّهُ عَنْهُ نَعْنِي بِذَرِيْعَةِ قِيَاسِ اس رَوَايَتِ كَوْمَسْتَرْدِ كَرَدِيَا۔ حَضْرَتِ اِمَامِ طَحَاوِي رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَيْهِ
 نَعْنِي مَعَانِي الْاَثَارِ فِي مَتَعَدِّ رَوَايَاتِ نَقْلِ فَرْمَانِي هِي جَنْ فِي رَوَايَتِ اَبِي هَرِيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ
 عَنْهُ كَا حَكْمِ مَنْسُوخِ هِيَ۔^۱

بیتنا:

واضح رہے کہ جو قیاس شریعت مطہرہ، سنت نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت، اقوال
 صحابہ اور فتاویٰ آئمہ کے مخالف ہو وہ ناقابل اعتبار اور مذموم قیاس ہے۔ ایسے ہی
 قیاس کے متعلق امیر المؤمنین سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا ارشاد گرامی ہے
 اَيَّاكُمْ وَاَصْحَابَ الرَّأْيِ^۲ اہل رائے سے بچو! حضرت امام اعظم علیہ الرحمہ کا
 قول گرامی ہے الْبَوْلُ فِي الْمَسْجِدِ اَحْسَنُ مِنْ بَعْضِ قِيَاسَاتِهِمْ^۳ لوگوں
 کے بعض قیاس مسجد میں بول کرنے سے بھی بدتر ہوتے ہیں۔

^۱ اصول الشاشی: ۷۵ وغیرہا ^۲ اصول سرحسی جلد ثانی: ۱۳۴ ^۳ تہذیب التہذیب: ۱۱/۳۳

من شاء التفصیلات فلیراجع الی المطولات

دفتر اول مکتوب ۱۸۷

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرف اہلبلی رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

تصویر شیخ کی اہمیت

کلمہ طیبہ تصویر شیخ کا بین ثبوت ہے



مکتوب - ۱۸۷

متن بدانند کہ حصول رابطہ شیخ مرید را بے تکلف و
 بے عمل علامت مناسبت تام است در میان
 پیرو مرید کہ سبب افادہ و استفادہ است و بیچ طریقے
 اقرب بوصول از طریق رابطہ نیست

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ مرید کے لئے تکلف اور تصنع کے بغیر رابطہ شیخ کا حصول پیر اور
 مرید کے درمیان کامل مناسبت کی علامت ہے جو افادہ اور استفادہ کا سبب ہے اور
 وصول الی اللہ کیلئے طریق رابطہ (تصور شیخ) سے زیادہ اقرب ترین کوئی راستہ نہیں ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تصور شیخ کی اہمیت
 و فضیلت کا تذکرہ فرما رہے ہیں کیونکہ تصور شیخ وصول الی اللہ کیلئے سب سے زیادہ
 مؤثر و اقرب طریقہ ہے۔ درحقیقت جب کوئی سالک راہ سلوک طے کرتا ہے تو عالم
 وجوب کے ساتھ عدم مناسبت کی وجہ سے عالم وجوب کے فیوض و برکات سے محروم

رہتا ہے۔ لہذا درمیان میں ذوجہتین واسطہ ہونا چاہیے جس کا غیب الغیب کے ساتھ بے کیف اتصال بھی ہو اور عالم شہادت کی طرف مراجعت کی بدولت منصب دعوت و ارشاد پر متمکن بھی ہو، جس کی وساطت سے سالک عالم قدس کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے مالا مال ہو سکے، اسی کو شیخ کامل مکمل کہتے ہیں۔

بقول شاعر

زاں روئے کہ چشم تست احوال
مقصود تو پیر تست اول

جس کی صحبت و زیارت مرید کیلئے فضل و فتوحات کا باب اول ہوتی ہے بصورت دیگر شیخ کی صورت کو قلب میں محفوظ رکھنا رابطہ (تصور شیخ) کہلاتا ہے جو سالک کیلئے منفعت کے اعتبار سے ذکر سے بھی زیادہ سود مند ہوتا ہے اور یہ دولت عظمیٰ اور نعمت قصویٰ بغیر کسی تکلف کے ہزاروں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتی ہے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا يَا هَا

بینہ:

واضح رہے کہ کلمہ طیبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ پڑھتے وقت رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی معین و مشخص ذات انور کا تصور، رابطہ (تصور شیخ) کا بین ثبوت ہے۔ کتب احادیث میں شمائل نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت کا بالالتزام تذکرہ اسی امر کا غماز ہے۔ علاوہ ازیں تعلیم و تدریس کے دوران شاگردوں کا استاد کے سامنے زانوئے تلمذتہہ کرنا بھی تصور استاد پر ہی موقوف ہوتا ہے۔ یوں ہی دوران سلوک افاضہ و استفاضہ کیلئے اپنے شیخ کا تصور اور زیارت، مریدین کیلئے باعث قرب ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۸۸

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد صدیق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

عالم امر کے لطائفِ ثلاثہ قلب کے ماتحت ہوتے ہیں
صاحبِ تصرف شیخ مرید کا مشرب تبدیل کر سکتا ہے
ظاہری اثرات اور باطنی برکات کا باہمی تعلق



مکتوب - ۱۸۸

متن محبت آثارا اختفائے بعضی از لطائف در
 مرتبہ قلب مقصور براں لطائف است کہ
 قلب متضمن آنها است نہ آن لطائف کہ در
 ماورائے قلب تحقق دارند کہ اختفائے آنها در مرتبہ
 قلب معنی ندارد

ترجمہ: اے محبت کے نشان والے! بعض لطائف کا مرتبہ قلب میں پوشیدہ رہنا
 صرف انہی لطائف پر موقوف ہے جو قلب کے ضمن میں ہیں نہ کہ ان لطائف کا جو
 ماورائے قلب متحقق ہیں کیونکہ ان کا مرتبہ قلب میں پوشیدہ ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تین سوالات کے
 جوابات مرحمت فرما رہے ہیں سوال اول کا جواب ملاحظہ ہو۔

جب کوئی سالک راہ طریقت کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی باقاعدہ سلوک

طے کرتا ہے اور سنت و شریعت کی پابندی کے ساتھ اذکار و اوراد کا التزام کرتا ہے تو انوار و تجلیات اور فیوض و برکات کا ورود و نزول اس کے قلب پر شروع ہو جاتا ہے..... ماسوی اللہ اور اشیاے متکثرہ اس کے زاویہء یادداشت سے گم ہو جاتے ہیں..... اور محبت الہیہ اس کے قلب و نظر پر مستولی ہو جاتی ہے جسے اہل طریقت فنائے قلبی سے موسوم کرتے ہیں (جبکہ فنائے نفس کے دوران سالکین کو اپنا آپ بھی بھول جاتا ہے)۔

جبھی جا کے مکتبِ عشق میں درسِ مقامِ فنا لیا

جو لکھا پڑھا تھا نیاز نے سبھی صاف دل سے بھلا دیا

لطیفہ قلب کی جامعیت کی بناء پر لطیفہ روح اور لطیفہ سر، قلب کے ماتحت ہوتے ہیں اس لئے ان میں بھی لطیفہ قلب کی برکات و اثرات نفوذ و سرایت کر جاتے ہیں۔ چونکہ لطائف ثلاثہ (قلب، روح، سر) مکلف بالشرع ہیں اس لئے ان تینوں لطائف کے دوران سالکین عبادات و اعمال صالحہ کے بڑے حریص ہوتے ہیں جبکہ لطیفہ خفی اور لطیفہ انہی قلب کے ماتحت نہیں بلکہ اس سے ماوراء ہوتے ہیں۔

متن شخصے را کہ استعدادش تا مرتبہ قلب یا روح

است پیر صاحب تصرف تواند اورا

براتب فوق رسانید اما این جادقیقہ ایست کہ

بمخضور تعلق دارد بتحریر بیان آن مستعسر است

ترجمہ: جس شخص کی استعداد مرتبہ قلب یا روح تک ہے صاحب تصرف پیرا سے

اعلیٰ مراتب تک پہنچا سکتا ہے۔ لیکن یہاں ایک باریک نکتہ ہے جو روبرو ہونے سے تعلق رکھتا ہے اسے تحریر میں لانا دشوار ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سوال دوم کا جواب مرحمت فرما رہے ہیں، چونکہ تخلیق استعداد حق تعالیٰ سبحانہ کا کام ہے اس لئے شیخ کسی مرید میں روحانی استعداد تو پیدا نہیں کر سکتا البتہ کسی صاحب استعداد مرید کو صاحب تصرف شیخ توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے مراتب عالیہ پر پہنچا بھی سکتا ہے اور کسی دوسرے مشرب سے نکال کر محمدی المشرب بھی بنا سکتا ہے مگر صاحب تصرف شیخ خال خال ہوتے ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو بذریعہ تصرف موسوی المشرب سے محمدی المشرب بنا دیا تھا۔

مَن چوں ظاہر برنگِ باطن متلون شود و باطن
بلونِ ظاہر منصبغ کرد و چہ دشوار است کہ

احکامِ ظاہر و باطن و احوالِ باطن در ظاہر پیدا آید

ترجمہ: جب ظاہر، باطن کے رنگ سے رنگین ہو جائے اور باطن، ظاہر کے رنگ سے رنگا جائے تو کیا دشوار ہے کہ ظاہری احکام باطن میں اور باطنی احوال ظاہر میں نمایاں ہو جائیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سوال سوم کا جواب تحریر فرما رہے ہیں دراصل ظاہر اور باطن کا باہم چولی دامن کا ساتھ ہے۔ ظاہر کے اثرات باطن پر مرتب ہوتے ہیں اور باطنی برکات ظاہر سے عیاں ہوتی ہیں۔ چونکہ علمائے حقیقت اور عرفائے طریقت کے ظاہر، باطن سے اور باطن، ظاہر سے رنگین ہوتے ہیں اس لئے ان کی ذوات نہایت پرکشش اور شخصیات جاذبِ نظر ہوتی ہیں۔ بنا بریں وہ لوگوں کے لئے سراپا رشد و ہدایت اور باعثِ برکت و رحمت ہوتے ہیں۔ شاید حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے ارشاد گرامی ”جس کو ہماری چپ سے فائدہ نہیں اس کو ہمارے بولنے سے بھی فائدہ نہیں“ کا یہی مفہوم ہو۔



دفتر اول مکتوب ۱۸۹

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ شرف الدین حسین بدخشی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

اہل اللہ کی محبت حصول برکات کی موجب ہے
دنیوی امور فانی ہونے کی وجہ سے لائق اعتبار نہیں
سا لکین طریقت کے لئے پانچ اہم نصیحتیں



مکتوب - ۱۸۹

متن مکتوب شریف فرزند کے ارجمند کے
 اعز کے ارشد کے شرف الدین حسین وصول
 یافت موجب فرحت و باعث بہجت کر دید چہ
 نعمتی است کہ باوجود گرفتاریہائے لاطائل فقراء
 دور از کار از یاد نرفته اند این معنی یاد از شدت
 مناسبت می دید کہ سبب افادہ و استفادہ است

ترجمہ: فرزند ارجمند، عزیز و سعادت مند شرف الدین حسین کا مکتوب شریف
 وصول پایا جو فرحت و شادمانی کا موجب و باعث ہوا۔ کتنی عظیم نعمت ہے کہ بے فائدہ
 تعلقات میں گرفتاریوں کے باوجود، دور دراز فقراء کی یاد کو فراموش نہیں کیا۔ اس قسم
 کی یاد سے اہل اللہ کے ساتھ گہری مناسبت کا پتہ چلتا ہے جو افادہ و استفادہ کا سبب
 ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اہل دنیا کے قلوب کا دنیوی مصروفیات کے باوجود اہل اللہ کی یاد سے معمور ہونا ان کے ساتھ گہری مناسبت کا آئینہ دار ہے۔ یہی شدت مناسبت اور غایت ارادت اہل اللہ سے فیوض و برکات اور دعاؤں کے حصول کا موجب ہوتی ہے۔

اللَّهُمَّ ارْزُقْنَا يَا هَا

متن اے فرزند بطراوتِ دنیا اے دنی فریفتہ
نشوی و بکرو فر بے معنی او مفتونِ نگر دی
کہ بے مدار و بے اعتبار است امروز اگر ایں
معنی معقولِ ثمان شود فردا البتہ معقولِ خواہد شد و فائدہ
نخواہد داشت

ترجمہ: اے فرزند کمینی دنیا کی تازگی پر فریفتہ نہ ہو اور اس کے بے کار کرو فر پر شیدانہ ہو کیونکہ وہ ناپائیدار اور بے اعتبار ہے آج اگر یہ بات تمہاری سمجھ میں نہیں آتی لیکن کل ضرور سمجھ میں آجائے گی مگر بے سود ہوگی۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ دنیوی جاہ و

جلال کا شیفہ اور ظاہری شان و شوکت پر فریفتہ نہیں ہونا چاہیے کیونکہ جملہ دنیوی امور فانی ہونے کی وجہ سے قابل اعتماد اور لائق اعتبار نہیں ہیں اس لئے ان کے ساتھ قلبی محبت اور باطنی تعلق استوار نہیں کرنا چاہیے۔ اگرچہ یہ بات عقل عیار کی سمجھ سے بالا ہے مگر کل روز قیامت حقیقت بے نقاب ہونے پر سوائے کفِ افسوس ملنے کے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔

بقول شاعر

گوشش از بارِ دُر گراں شدہ است
نشود نالہ و فغانِ مرا

متن باید کہ سبق باطن را از اجل نعم خداوندی جل
شانہ دانستہ بتکرارِ آن موع و حریص باشند
و پنج وقت نماز را بجاعت بے کسل و فتور ادا نمایند
واز چہل یکے زکوٰۃ را بمنست بفقراء و مساکین رسانند و از
محرمات و مشتبہات اجتناب دارند و بر خلائق مشفق
و مہربان باشند طریق نجات و رشکاری ایست

ترجمہ: آپ کو چاہیے کہ باطنی سبق کو خداوند تعالیٰ کی بزرگ ترین نعمتوں میں سے جان کر اس کے تکرار پر حریص رہیں اور پانچ وقت نماز کو بغیر غفلت و فتور کے ادا کریں اور زکوٰۃ کے چالیسویں حصے کو احسان مندی کے ساتھ فقراء و مساکین تک

پہنچائیں اور محرمات و مشتبہات سے اجتناب کریں اور مخلوق پر مشفق و مہربان رہیں نجات اور خلاصی کا یہی طریقہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پانچ ایسی نصیحتیں فرما رہے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر سالکین طریقت دنیوی برکات اور اخروی نجات سے سرفراز ہو سکتے ہیں۔

نصیحت اول..... جب کوئی طالب صادق المرید لا یرید الا اللہ کے جذبہ سے سرشار ہو کر کسی شیخ کامل مکمل کی خدمت بابرکت میں بیعت و تربیت کی خاطر حاضر ہوتا ہے تو شیخ روحانی نسبت اور باطنی سبق اس کے قلب میں القاء فرمادیتا ہے جس کے مسلسل تکرار اور سنت و شریعت پر مواظبت کی بدولت بالآخر وہ اصل باللہ ہو جاتا ہے۔

نصیحت دوم..... میں پنج وقتہ نماز کو بغیر کسی سستی و غفلت کے باجماعت ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ معاملہ صورت نماز سے گذر کر حقیقت نماز تک پہنچ جائے اور سالک الصلوٰۃ معراج المؤمنین^۱ کے مرتبہ پر فائز المرام ہو جائے۔

نصیحت سوم..... میں فریضہ زکوٰۃ کو نہایت عاجزی و انکساری اور منت وزاری کے ساتھ ادا کرنے کی تلقین فرمائی گئی ہے تاکہ یہ عمل خیر شرف قبولیت پاسکے، کیونکہ صدقات پہلے دست قدرت میں جاتے ہیں بعد ازاں فقراء و مساکین کو ملتے ہیں۔

نصیحت چہارم..... میں محرمات و مشتبہات سے احتراز کی تلقین فرمائی گئی ہے کیونکہ مشتبہات کا مرتکب حرام کردہ اشیاء کی طرف خواہ مخواہ ملتفت ہو جاتا ہے

جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات من وقع فی الشُّبُهَاتِ وَقَعَ فِي الْحَرَامِ ۱..... الخ سے عیاں ہے بلکہ مشائخ نقشبندیہ تو بر بنائے تقویٰ و ورع مباحات سے بھی اجتناب کرنے کی تاکید فرماتے ہیں۔

نصیحت پنجم..... میں مخلوق خدا کے ساتھ شفقت و نرمی کے ساتھ پیش آنے کی تلقین فرمائی گئی ہے کیونکہ مخلوق پر ظلم و استبداد، قہر خداوندی کا موجب اور رحمت باری سے محرومی کا باعث ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات لَا يَرْحَمُ اللَّهُ مَنْ لَا يَرْحَمُ النَّاسَ ۲ سے واضح ہے۔

۱ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۲۹۹۶ ۲ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۶۸۲۸

دفتر اول مکتوب ۱۹۰

مکتوب الیہ

حضرت ابن مبارک محمد بن عثمان بن کثیر رضی اللہ عنہما



موضوعات

دائمی ذکر طریقتِ نقشبندیہ میں ہی ممکن ہے
طریقتِ نقشبندیہ کا طریقہ ذکر، اسمِ اللہ کا ذکر بے کیف کرنا چاہئے
شیخ کے صرف شجرہ طریقت اور تبرکات سے وصل نصیب نہیں ہوتا
خواب کی شرعی حیثیت



مکتوب - ۱۹۰

متن دوام ذکر در طریقہ حضرات خواجگان قدس اللہ
 تعالیٰ اسرار ہم در ابتداء میسر می گردد و بطریق
 اندراج النہایہ فی البدایہ حاصل می شود پس اختیار این
 طریقہ علیہ مر طالب را اولیٰ و انسب باشد بلکہ واجب
 و لازم پس بر توجہ کہ قبلہ توجہ را از ہمہ سو گردانیدہ کلیت
 بجناب عالی اکابر این طریقہ علیہ اقبال نمائے و ہمہنی از
 باطن شریف ایشان خواہی

ترجمہ: حضرات خواجگان قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کے طریقہ میں دوام ذکر ابتداء
 میں ہی اندراج النہایہ فی البدایہ کے طریق پر حاصل ہو جاتا ہے پس طالب کے لئے
 اس طریقہ عالیہ کو اختیار کرنا بہت ہی بہتر و مناسب بلکہ واجب اور لازم ہے لہذا آپ
 پر لازم ہے کہ قبلہ توجہ کو تمام اطراف سے ہٹا کر کلیتہً اس طریقہ عالیہ کے اکابر کی
 جناب کی طرف مرکوز کر دیں اور ان کے باطن شریف سے ہمت و توجہ طلب کریں۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کے ذکر کی افضلیت بیان فرما رہے ہیں۔ درحقیقت حق تعالیٰ کا ذکر ایسی نعمت کبریٰ اور دولت قصویٰ ہے جس کی کثرت کی بدولت بندہ مؤمن دارین کی سعادتوں اور کونین کی عظمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے جمیع سلاسل طریقت کے پیر ماذون اور جملہ نسبتوں کے امین ہونے کے باوجود مشائخ نقشبندیہ کے اختیار فرمودہ ذکر کی فضیلت و فوقیت کا قول کیا ہے، کیونکہ دائمی ذکر بطریق اندراج النہایہ فی البدایہ طریقت نقشبندیہ میں ہی ممکن ہے۔ اس لئے طالبان طریقت پر واجب اور لازم ہے کہ وہ طریقت نقشبندیہ کو اختیار کریں تاکہ دوام ذکر کی نعمت عظمیٰ سے سرفراز ہو سکیں۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ طریقت نقشبندیہ میں دائمی ذکر نقشبندیوں کے مرشد اول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وساطت سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جاری و ساری ہوا جیسا کہ ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَذْكُرُ اللّٰهَ عَلَى كُلِّ اَحْيَانِهٖ ^۱ یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کے ذکر میں مشغول رہتے تھے۔ دائمی ذکر قلب سے ہی ممکن ہے جو کلام و طعام و غیرہا کے دوران بھی جاری رہتا ہے، منقطع نہیں ہوتا۔

۱ سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۲۹۸

شیخ الحدیث حضرت شاہ عبدالغنی مجددی مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ مذکورہ بالا

حدیث کی شرح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں

كَانَ يَذْكُرُ اللَّهَ الخ لَا يُتَصَوَّرُ هَذَا الذِّكْرُ إِلَّا بِالْقَلْبِ
فَإِنَّ الذِّكْرَ اللَّسَانِيَّ لَا يُتَصَوَّرُ فِي كُلِّ أَحْيَانٍ لِأَنَّ الْإِنْسَانَ لَا يَخْلُو أَمَّا
أَنْ يَكُونَ نَائِبًا أَوْ يَقْظَانَ فَالِنَّائِمُ يَكُونُ غَافِلًا عَنِ ذِكْرِ اللَّسَانِ وَ
كَذَلِكَ الْيَقْظَانُ إِذَا كَانَ فِي الْقَاذُورَاتِ فَذِكْرُ اللَّسَانِ هَهُنَا مَكْرُوهٌ
بِخِلَافِ الذِّكْرِ الْقَلْبِيِّ فَإِنَّ تَعَلُّقَ الْقَلْبِ بِجَنَابِ الْبَارِي فِي النَّوْمِ وَ
الْيَقْظَةِ سَوَاءٌ وَلِذَا قَالَ شَيْخُنَا الْمُبَجَّدُ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ الْحَالَةُ
الْمَنَامَةُ فَوْقَ حَالَةِ الْيَقْظَةِ لِعَدَمِ تَعَلُّقِ الْبَاطِنِ بِالظَّاهِرِ وَحَالَةُ السُّكْرَاتِ
فَوْقَ حَالَةِ الْمَنَامِ وَحَالَةُ الْبَرْزَخِ فَوْقَ حَالَةِ السُّكْرَاتِ وَحَالَةُ الْعَرِصَاتِ
فَوْقَ حَالَةِ الْبَرْزَخِ وَحَالَةُ أَهْلِ الْجَنَّةِ فَوْقَ حَالَةِ أَهْلِ الْعَرِصَاتِ لِأَنَّهُمْ
يَرَوْنَ اللَّهَ عَيَانًا ۱

یعنی کان یذکر اللہ الخ ذکر قلبی کے بغیر محصور نہیں ہو سکتا اور ذکر

لسانی ہمہ وقت متصور نہیں ہو سکتا، کیونکہ انسان دو حالتوں سے خالی نہیں ہوتا، عالم خواب میں ہوگا یا عالم بیداری میں، عالم خواب میں ذکر لسانی سے غافل ہوتا ہے ایسے ہی بیت الخلاء کے اندر عالم بیداری میں ذکر لسانی سے غافل ہوتا ہے کیونکہ ذکر قلبی کے برعکس وہاں ذکر باللسان مکروہ ہے۔ جبکہ عالم خواب اور عالم بیداری میں دونوں حالتوں میں قلب کا تعلق باللہ مساوی ہوتا ہے اسی لئے ہمارے شیخ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں باطن کے ظاہر کے ساتھ عدم تعلق کی بنا پر حالت

نیند، حالت بیداری سے فوق ہے، حالت سکرات، عالم خواب سے فوق ہے اور عالم برزخ، حالت سکرات سے بالا ہے عرصہ قیامت کی حالت، حالت برزخ سے بالا ہے اور اہل جنت کی حالت، حالت عرصات سے بڑھ کر ہے۔

کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو عیاناً دیکھیں گے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۱ لفظ زیادہ کی حدیث میں روایت باری تعالیٰ سے تفسیر کی گئی ہے اور ان تمام اشیاء کا تعلق قلبی ذوق سے ہے نہ کہ ایسے شخص کیلئے جو محض ظاہری استقامت رکھتا ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ إِلَّا مَنْ آتَىٰ اللَّهُ بِقَلْبٍ سَلِيمٍ ۲ سے عیاں ہے اور حدیث شریف میں ہے خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ ۳..... بہترین ذکر خفی ہے اور بہترین رزق وہ ہے جو بھوک کیلئے کافی ہو اور دوسرے مقام پر ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت ہے لَفَضْلُ الذِّكْرِ الْخَفِيِّ الَّذِي لَا يَسْمَعُهُ الْحَفَظَةُ سَبْعُونَ ضِعْفًا ۴ یعنی ایسا ذکر خفی جسے ملائکہ حفظہ بھی نہ سن سکیں ستر درجے افضل ہے اور روز قیامت اللہ تعالیٰ مخلوق کو حساب و کتاب کیلئے جمع فرمائے گا تو ملائکہ حفظہ اعمال نامے لے کر حاضر ہونگے اللہ تعالیٰ ملائکہ کو مخاطب ہو کر فرمائے گا اس بندہ مؤمن کے اعمال میں سے کوئی چیز بیچ تو نہیں گئی ملائکہ عرض گزار ہونگے ہم نے اپنی دانست اور یادداشت کے مطابق اس کے ہر عمل کو شمار بھی کر لیا ہے اور لکھ بھی لیا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس بندہ مؤمن سے مخاطب ہو کر فرمائے گا إِنَّ لَكَ عِنْدِي حَسَنَةً لَا تَعْلَمُهَا وَأَنَا أَجْزِيكَ بِهَا وَهُوَ الذِّكْرُ الْخَفِيُّ ۵ میرے پاس تیری ایک ایسی نیکی بھی ہے جسے تو بھی نہیں جانتا اور میں تجھے اس کی جزا دیتا ہوں اور وہ نیکی ذکر خفی ہے اس حدیث کو حضرت امام سیوطی نے بدورسافرہ میں اور حضرت

۱ یونس: ۲۶ ۲ الشعراء: ۲۶: ۸۹ ۳ مسند احمد بن حنبل، رقم الحدیث: ۱۳۹۷

۴ مرکاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ جلد دوم: ۳۷۷

ابویعلیٰ موصلی نے ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے۔^۱

بیزہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ بعض طالبان طریقت جمیع سلاسل طریقت کے جامع، مشائخ نقشبندیہ کی خدمت میں دیگر سلاسل طریقت میں بیعت ہونے پر اصرار کرتے ہیں، ایسے سالکین کو دیگر سلاسل میں بیعت کرنے کے باوجود نقشبندی ذکر ہی القاء و تلقین کرنا چاہیے تاکہ اسے بھی نقشبندی فقیر کے ہاتھ پر شرف بیعت کی بدولت دائمی ذکر نصیب ہو سکے۔ حضرت سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز اور حضرت سیدنا خواجہ معین الدین اجمیری قدس سرہ العزیز نے شیخ المشائخ حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کی خدمت فیض درجت میں حاضر ہو کر نسبت نقشبندیہ اور دائمی ذکر کی ہی خیرات مانگی تھی۔

بیزہ نمبر ۳:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ نقشبندی صوفیاء کو اپنے شیخ کامل مکمل کی طرف کلیہ متوجہ و ملتفت رہنا چاہیے تاکہ ان کی توجہات قدسیہ کی بدولت دائمی ذکر میسر ہو سکے۔

بقول شاعر

اے خواجہ بکوائے اہل دل منزل کن
در پہلوئے اہل دل دے حاصل کن
خواہی کہ بہ بنی جمال محبوب ازل
آئینہ تو دل است رو در دل کن

۱۔ انجاء الحاجہ حاشیہ سنن ابن ماجہ: ۲۶

متن باید کہ متوجہ قلب صنوبری کردی کہ آن مضغہ ہمچو
 حجرہ ایست مر قلب حقیقی را و اسم مبارک اللہ
 را بر آن قلب بگزرائی و درین وقت بقصد ہیچ
 عضوے را حرکت ندہی و بکلیت متوجہ قلب نشینی
 و در متخیلہ صورت قلب را جان ندہی و بان ملتفت نباشی
 چہ مقصود توجہ بقلب است نہ تصویر صورت آن

ترجمہ: آپ کو چاہیے کہ دوران ذکر قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہوں کہ وہ مضغہ
 گوشت، قلب حقیقی کیلئے حجرہ کی مانند ہے اور اسم مبارک "اللہ" کو اس قلب پر
 گذاریں اور اس وقت قصداً کسی عضو کو حرکت نہ دیں اور کلیتاً قلب کی طرف متوجہ
 ہو کر بیٹھیں اور قوت متخیلہ میں صورت قلب کو جگہ نہ دیں اور نہ ہی اس کی طرف
 ملتفت ہوں کیونکہ مقصود قلب کی طرف توجہ کرنا ہے نہ کہ صورت قلب کا تصور کرنا۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے طریقت نقشبندیہ کے ذکر
 کا طریقہ بیان فرمایا ہے کہ سالکین کو دوران ذکر قلب صنوبری (مضغہ گوشت) وغیرہا
 کسی عضو کو قصداً حرکت نہیں دینا چاہیے اور نہ ہی قلب صنوبری کی صورت کا خیال کرنا
 چاہیے، بلکہ محض قلب کی طرف متوجہ رہنا چاہیے اور اسی پر اسم مبارک اللہ، اللہ کا

خیال گزارنا چاہیے جو بالآخر شیخ کی توجہات قدسیہ اور کثرتِ ذکر کی بنا پر قلبِ حقیقی (لطیفہ قلب) میں سرایت کر کے طردِ کسالت اور رفعِ غفلت کا باعث ہوتا ہے۔ فقہو المقصود

یہ ایسا عجیب طریقہ ہے کہ سالک پر سوئے ہوئے بھی غفلت طاری نہیں ہوتی بلکہ وصال کے بعد بھی صوفی یا خدا سے لمحہ بھر کیلئے بھی غافل نہیں ہوتا۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ ابتدائے سلوک میں ذکر دوام اسم ذات یعنی استحضار اسم ذات ہوتا ہے جو منتہائے سلوک میں استحضار ذات پر منتج ہوتا ہے، اسی کو دوام حضور مع اللہ کہتے ہیں۔ حضرت خواجہ خاقانی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا جے محبوب پیارا اک دن و سے نال اساڈے جاناں میں ہما پکھیر و پھاتا جال اساڈے

بینہ نمبر ۲:

یہ امر متحضر رہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اشخاص و افراد کے لحاظ سے نہیں بلکہ سبق کے اعتبار سے سب سے اوسع و اعلیٰ ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ مشائخ نقشبندیہ پہلے روز ہی مریدوں کے قلوب

میں لفظ اللہ نقش کر دیتے ہیں۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ العزیز کو جب کسی درویش نے آوی میں آگ دہکانے کے دوران برتنوں پر اسم اللہ نقش کرتے ہوئے دیکھا تو وہ آپ کے حضور یوں عرض گزار ہوا

یا شہ نقشبند نقش مرا بہ بند
نقش چناں بہ بند کہ گویند نقشبند

متن ومعنی لفظ مبارک اللہ را بے چونی وبے چگونگی
ملاحظہ نمائی و ہیچ صفت را بان منضم سازی و
بحاضر و ناظر نیز ملحوظ نکنی تا از ذر وہ حضرت ذات
تعالی و تقدس بخصیض صفات فرود نیائی و از انجا بشود
وحدت در کثرت نیفتی

ترجمہ: لفظ مبارک "اللہ" کے معنی کو بے مثل و بے کیف ملاحظہ کریں اور کسی صفت کو اس کے ساتھ شامل نہ کریں اور اس کے حاضر و ناظر ہونے کو بھی ملحوظ نہ رکھیں تاکہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ اتریں اور وہاں سے کثرت میں وحدت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز دوران ذکر اسم مبارک اللہ کو بے

چون اور بے چگون ملحوظ خاطر رکھنے کی تعلیم فرما رہے ہیں، کیونکہ جب سالک حق تعالیٰ سبحانہ کی ذات بحت کو ملحوظ رکھتا ہے اور اس کی ذات بے مثل و بے کیف کا تصور کرتا ہے تو اسے ذات تعالیٰ تک رسائی نصیب ہو جاتی ہے۔ اور اگر دوران ذکر صفات کی طرف ملتفت ہوتا ہے تو جس صفت کی طرف متوجہ ہوگا اسی صفت تک رسائی میسر ہوگی۔ لہذا اسی صفت پر قناعت کر بیٹھنے کی وجہ سے ذات تک رسائی سے محروم رہے گا جو دونوں ہمت اور کم ظرف ہونے کی علامت ہے، کیونکہ مقصود ذات ہے، صفات نہیں۔ اسی لیے خواجگان نقشبندیہ پہلے روز ہی صفات کی بجائے اسم ذات کا سبق دیتے ہیں تاکہ سالکین چون و چگون کائنات اور صفات کی طرف التفات ہی نہ کریں۔ چونکہ اشیائے کائنات، صفات و اسماء و افعال کے ظلال ہیں اس لئے ذات کو چھوڑ کر صفات کی طرف متوجہ ہونے والے سالکین، کائنات کی شکلوں، صورتوں، رنگینیوں اور کثرتوں میں گم ہو کر اپنی منزل کھوٹی کر بیٹھتے ہیں اور واصل باللہ ہونے سے محروم رہ جاتے ہیں۔

بلینہ:

واضح رہے کہ اگر دوران ذکر بے تکلف صورتِ شیخ نمودار ہو جائے تو سالکین کو اسے بھی قلب کی طرف لے جا کر قلب کی طرف ہی متوجہ رہنا چاہیے تاکہ اس کی توجہ منتشر نہ ہو بلکہ قلب پر ہی مرکوز رہے کیونکہ شیخ بالذات مقصود نہیں بلکہ شیخ مقصود حقیقی تک پہنچنے کا وسیلہ جلیلہ ہے۔

متن میدانی کہ پیر کیست پیرا نکس است کہ ازو
 طریق وصول بجناب قدس خدواندی جل
 شانہ استفادہ نمائی و مدد و اعانت ہادرین طریق یابی
 مجرد کلاہ و دامنی و شجرہ کہ عرف شدہ است از حقیقت
 پیری و مریدی خارج است و داخل رسوم و عادات
 مگر آنکہ جامہ تبرک از شیخ کامل و مکمل بدست آری
 و با اعتقاد و اخلاص باد زندگانی نمائی احتمال ثمرات و
 نتائج دریں صورت نیز قوی است

ترجمہ: آپ جانتے ہیں کہ پیر کون ہے؟ پیروہ شخصیت ہے کہ جس سے آپ
 خداوند تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ قدس تک پہنچنے کا طریقہ سیکھیں اور راہ طریقت میں
 اس سے امداد و اعانت حاصل کریں صرف ٹوپی، چادر اور شجرہ جو مروّج ہو گیا ہے
 پیری مریدی کی حقیقت سے خارج ہے اور رسوم و عادات میں داخل ہے۔ مگر وہ
 متبرک کپڑا جو شیخ کامل و مکمل سے دستیاب ہو، اس اعتقاد و اخلاص کے ساتھ پہن کر
 زندگی بسر کریں تو اس صورت میں بھی ثمرات و نتائج کا قوی احتمال ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ

شیخ کون ہوتا ہے۔ بندہ مؤمن کا مقصود حقیقی حق تعالیٰ ہے اور اس تک رسائی حاصل کرنے کا ذریعہ شیخ کامل و مکمل ہے جیسا کہ ارشاد ربانی **وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ** سے عیاں ہے۔ اس لئے طالب مولیٰ کو کسی ایسے دانائے راہ مرد کی تلاش کرنا چاہیے جس سے شرف بیعت اور اخذ نسبت کے بعد اس کی توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ، طالب کو حریم قدس جل سلطانہ تک پہنچادیں۔ محض کسی شیخ کے شجرہ طریقت، چادر اور ٹوپی وغیرہ سے مقصود حقیقی حاصل نہیں ہوتا بلکہ یہ سب رسومات و عادات ہیں جن کا حقیقت مشیخت سے کوئی تعلق نہیں۔ البتہ اہل اللہ کے ملبوسات و تبرکات باعث خیر و برکت ضرور ہوتے ہیں جو کتاب و سنت سے ثابت ہیں۔

متن بدانی کہ منامات و واقعات شایان اعتماد و اعتبار
 نیست اگر کسی خود را در خواب یاد واقعہ بادشاہ
 دید یا قطب وقت یافت می تحقیقت نہ چنین است
 بیرون خواب و واقعہ اگر بادشاہ شود یا قطب گردد
 مسلم است پس از احوال و مواجید ہرچہ در بیداری و
 افاقہ طاہر شود کنجائش اعتماد دارد والا فلا

ترجمہ: آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ خواب اور واقعات اعتماد و اعتبار کے قابل نہیں ہیں۔ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو خواب یا واقعہ میں بادشاہ دیکھے یا قطب وقت پائے وہ

حقیقت میں ایسا نہیں ہے اگر خواب اور واقعہ سے باہر بادشاہ ہو جائے یا قطب بن جائے تو مسلم ہے۔ اس لئے احوال و مواجید میں سے بیداری اور عالم ہوش میں اگر کچھ ظاہر ہو تو اعتماد کی گنجائش رکھتا ہے، ورنہ نہیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز سالکین طریقت کی ایک غلط فہمی کا ازالہ فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک سنت و شریعت اور ذکر و فکر کی پابندی کی وجہ سے ایسے واقعات اور خوابیں آتی ہیں جن میں وہ اپنے آپ کو اعلیٰ مراتب پر فائز پاتا ہے، اس لئے وہ بزعم خویش خود کو اپنے مرشد و مربی سے بے نیاز سمجھنا شروع کر دیتا ہے اور اس زعم باطل میں مبتلا ہو جاتا ہے کہ اب مجھے مزید کسی تربیت اور ریاضت و مجاہدہ کی ضرورت نہیں، یوں وہ منزل مقصود تک رسائی سے محروم رہ جاتا ہے۔

اس لئے اس قسم کے خواب اور واقعات لائق اعتبار نہیں، البتہ عالم بیداری میں کسی سالک کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آجائے تو قابل اعتماد ہوتا ہے کیونکہ اچھے خواب سالکین طریقت کی بلند روحانی استعداد کی خبر دیتے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں واقعات اور منامات کے متعلق قدرے معلومات فراہم کر دی جائیں تاکہ فہم مکتوب میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

واقعات

واقعات جمع ہے واقعہ کی جو حادثہ، حال، کارزار، جنگ، عرصہ قیامت وغیرہا کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ اصطلاح صوفیاء میں واقعہ اس امر کو کہا جاتا ہے جو سالک کے قلب میں واقع ہو، خواہ بیداری کی حالت میں ہو یا نیند کے عالم

میں..... لیکن یہ ضروری ہے کہ اس وقت سالک کے حواس ظاہری معطل ہوں۔ یاد رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم واقعات کے مشاہدے میں نیند کے محتاج نہیں ہوتے کیونکہ وہ مشغولیتِ اذکار اور محویتِ مراقبات کی وجہ سے مسدود الحواس ہو جاتے ہیں۔ ان کے ظاہری حواس دنیا کی طرف سے بند ہو جاتے ہیں اور باطنی حواس خالق کی طرف کھل جاتے ہیں پھر پردہ غیب سے ان پر القا والہام کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء

منامات

منامات جمع ہے منام کی جو نوم سے ماخوذ ہے جس کا معنی نیند ہے۔ فاضل اجل علامہ شریف جرجانی رحمۃ اللہ علیہ نوم کی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں

النَّوْمُ حَالَةٌ طَبِيعَةٌ تَتَعَطَّلُ مَعَهَا الْقُوَى بِسَبَبِ تَرْقِي الْبُخَارَاتِ إِلَى الدَّمَاعِ ۱ یعنی نوم ایسی طبعی حالت کو کہا جاتا ہے جس میں دماغ کی طرف بخارات اٹھنے کی وجہ سے قوائے جسمانی معطل ہو جاتے ہیں۔

..... علامہ راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ خواب کے متعلق تحریر فرماتے ہیں

الرُّؤْيَا مَا يُرَى فِي الْمَنَامِ ۲ جو چیز عالم نیند میں دکھائی جائے اسے خواب کہا جاتا ہے۔

..... عارف باللہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خواب کی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں الرُّؤْيَا هِيَ مُطَالَعَةُ النَّفْسِ فِي الصُّورِ الْمُنْتَظِمَةِ فِي الْحِسِّ الْمَشْتَرَكِ مِنْ أَفْقِ الْمُتَخَيَّلَةِ عِنْدَ غَفْلَتِهَا وَفَرَاغِهَا عَنْ مُطَالَعَةِ الْمَحْسُوسَاتِ فِي النَّوْمِ أَوْ الْإِغْمَاءِ أَوْ نَحْوِ ذَلِكَ ۳ یعنی نفس

انسان جب نیند یا بے ہوشی یا استغراق وغیرہا کی حالت میں جسم ظاہری کی تدبیر سے فارغ و غافل ہو جاتا ہے تو اسے قوت خیالیہ کے افق سے حس مشترک میں منعکس صورتیں دکھائی دیتی ہیں جسے خواب کہا جاتا ہے۔

خواب کی اقسام

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں

الرُّؤْيَا ثَلَاثٌ فَالرُّؤْيَا الْحَسَنَةُ بُشْرَى مِنَ اللَّهِ وَالرُّؤْيَا يُحَدِّثُ بِهَا الرَّجُلُ نَفْسَهُ (حَدِيثُ النَّفْسِ) وَالرُّؤْيَا تَحْزِينٌ مِنَ الشَّيْطَانِ (تَخْوِيفٌ مِنَ الشَّيْطَانِ) ۱

یعنی خواب کی تین قسمیں ہیں۔ اول..... اچھا خواب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت ہوتا ہے..... دوم..... آدمی اپنے آپ سے گفتگو کرتا ہے (اسے حدیث نفس اور منتشر الخیالی کہا جاتا ہے)۔ سوم..... شیطان کی طرف سے ڈرانا ہے۔

قسم اول

صاحب تفسیر مظہری علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ خواب کی اقسام

ثلاثہ یوں رقم طراز ہیں

وَأَمَّا الَّتِي هِيَ صَحِيحَةٌ فَهِيَ الْهَامُّ وَأَعْلَامٌ مِنَ اللَّهِ لِعَبْدِهِ عَلَى شَيْءٍ مِمَّا فِي خَزَائِنِ الْغَيْبِ أَوْ عَلَى شَيْءٍ مِنْ مَكُونَاتِ صِفَاتِهِ وَأَحْوَالِهِ وَدَرَجاتِ الْقُرْبِ لَهُ مِنَ اللَّهِ تَعَالَى حَتَّى تَكُونَ لَهُ بَشَارَةٌ ۲

۲ تفسیر مظہری جلد پنجم: ۱۳۷

۱ مستدرک للحاکم، رقم الحدیث: ۸۱۷۴

یعنی نیک خواب وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے بندے کیلئے غیبی خزانوں میں سے کسی چیز پر الہام و اطلاع ہوتی ہے یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کیلئے پوشیدہ صفات، خفیہ احوال اور درجات قرب پر آگاہی و اطلاع کرنا ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ چیز بندہ مومن کیلئے بشارت بن جاتی ہے۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

إِنَّ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ كَلَامٌ يُكَلِّمُ بِهِ الْعَبْدَ رَبَّهُ فِي الْمَنَامِ ۱ یعنی بندہ

مومن کا خواب کلام ہوتا ہے جو اپنے رب سے خواب میں کرتا ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کے خواب اسی قبیل سے ہوتے ہیں کیونکہ وہ شیطانی اثرات اور وہمی معارضات سے معصوم ہوتے ہیں اور نیندان کی مبارک آنکھوں تک محدود رہتی ہے اور ان کے قلوب جاگتے ہیں۔ بنا بریں وہ الہامی حقائق کو خیالی اختراعات سے متمیز کر لیتے ہیں۔

نیز آپ اولیائے کاملین رحمۃ اللہ علیہم کے خوابوں کے متعلق یوں تحریر فرماتے ہیں

رُؤْيَا الصُّلَحَاءِ أَغْنَى الْأَوْلِيَاءِ الَّذِينَ زَكُّوا أَنْفُسَهُمْ بِالرِّيَاضَاتِ وَأَزَالُوا عَنْهَا الْكُدُورَاتِ الْجَبَلِيَّةَ وَتَنَزَّهُوا عَنْ ظُلُمَاتِ الذُّنُوبِ وَالْآثَامِ وَتَجَلَّى بِوِطَانِهِمْ بِاِقْتِبَاسِ أَنْوَارِ النُّبُوَّةِ صَالِحَةً صَادِقَةً ... فَرُؤْيَا الْأَوْلِيَاءِ شَبِيهَةٌ بِالْوَحْيِ وَلِذَلِكَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ جُزْءٌ مِّنْ سِتَّةٍ وَأَرْبَعِينَ جُزْءًا مِّنَ النُّبُوَّةِ ۲ یعنی اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے ریاضات شاقہ کے ذریعے اپنے نفوس کا تزکیہ، جبلی کدورات کا ازالہ اور گناہوں کی تاریکیوں سے اپنے آپ کو پاک کیا ہوتا ہے اور انوار نبوت کے اقتباس سے اپنے بطون کو منور کیا ہوتا ہے اس لئے ان کے خواب صالح اور صادق

ہوتے ہیں۔ اسی بنا پر اولیاء کرام کے خواب وحی کے مشابہہ ہوتے ہیں اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مومن کا خواب نبوت کے چھیا لیس حصوں میں سے ایک حصہ ہوتا ہے۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے خواب وحی قطعی ہوتے ہیں اسی لئے حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام اپنے لخت جگر کو ذبح کرنے کیلئے تیار ہو گئے جیسا کہ اِنِّی اَرِی فِی الْمَنَامِ اِنِّی اَذْبَحُکَ ۱ سے عیاں ہے۔

اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے خواب وحی کے ساتھ مشابہت رکھنے کی وجہ سے صادق ہوتے ہیں مگر نادرۃً معاملہ برعکس بھی ہو جاتا ہے جس کی وجوہات درج ذیل ہو سکتی ہیں۔

- ۱..... مشتبہہ لقمہ کھانے کی وجہ سے کدورت لاحق ہو جاتی ہے۔
- ۲..... زائد از ضرورت کھا لینے سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے۔
- ۳..... ارتکاب معصیت (گناہ صغیرہ) کی وجہ سے کدورت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ اہل اللہ معصوم نہیں ہوتے۔
- ۴..... عامۃ الناس کے ساتھ مخالفت کی وجہ سے آئینہ قلب مگر ہو جاتا ہے۔

قسم ثانی

خواب کی دوسری قسم حدیث نفس ہے

مَا تَرَاهُ النَّفْسُ مِنْ صُورِ الْأَشْيَاءِ الَّتِي رَأَتْهَا فِي الْيَقْظَةِ أَوْ تَفَكَّرَ
وَاخْتَرَعَهَا الْمُتَخَيَّلَةُ مِنْ غَيْرِ أَصْلِ لَهَا فِي الْوَاقِعِ وَتُسَمَّى تِلْكَ الرُّؤْيَا
حَدِيثُ النَّفْسِ ۱ یعنی انسان خواب میں ان چیزوں کی صورتیں دیکھتا ہے جو اس

نے عالم بیداری میں دیکھی ہوتی ہیں یا وہ تفکر و تدبر کے دوران خلاف اصل صورتیں اختراع کرتا ہے جن کی واقع میں کوئی اصل نہیں ہوتی۔ اس رؤیا کو حدیث نفس سے موسوم کیا جاتا ہے۔

قسم ثالث

مَا لِقَاءُ الشَّيْطَانِ فِي خَيَالِهِ وَتَمَثَّلَ لَهُ تَخْوِيفًا أَوْ مُلَاعَبَةً فَإِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنَ الْإِنْسَانِ مَجْرَى الدَّمِ وَتُسَبِّحُ تِلْكَ الرُّؤْيَا الرُّؤْيَا السُّوءُ وَتَخْوِيفُ الشَّيْطَانِ وَالْحُلْمُ ۗ أَيْ عَنِ جَوْشَيْطَانَ، انساں کے خیال میں القاء کرتا ہے اور اسے ڈرانے یا اس کا دل بہلانے کیلئے مثالی صورت میں متمثل ہو کر آتا ہے کیونکہ شیطان خون کی مانند جسم انسانی میں گردش کرتا ہے۔ ایسے خواب کو رؤیا سوء، تخويف الشيطان اور حلم کہا جاتا ہے۔

خواب کے اعتبار سے انسانوں کے درجات

خواب دیکھنے کے اعتبار سے انسانوں کے تین درجات ہیں۔ جن کی تفصیلات کیلئے حضرت علامہ مظہری اور حضرت علامہ عسقلانی علیہما الرحمہ کی بیان فرمودہ تصریحات بتغییر یسیر پیش خدمت ہیں۔

انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے خواب وحی ہونے کے لحاظ سے قطعی اور صادق ہوتے ہیں البتہ بعض خواب قابل وضاحت اور لائق تعبیر ہوتے ہیں۔

اہل اللہ کے خواب اجزائے نبوت ہونے کی بنا پر زیادہ تر صادق ہوتے ہیں اس لئے ان کے بعض خوابوں کی تعبیر کی ضرورت بھی نہیں ہوتی جبکہ عامۃ الناس کے

خواب خیالات فاسدہ اور نفسانی کدورات وغیرہا کی بنا پر اکثر فاسد اور اضغاث احلام ہوتے ہیں، البتہ بعض صادق بھی ہوتے ہیں اس لئے ان کی بھی تین اقسام ہیں۔
 ۱..... مستورین : اس قسم کے لوگوں کے خواب صادق اور اضغاث احلام دونوں برابر ہوتے ہیں۔

۲..... فساق : ان کے خواب صادق کم اور اضغاث احلام زیادہ ہوتے ہیں۔
 ۳..... کفار : ان کے خواب بہت کم صادق ہوتے ہیں جس طرح سیدنا یوسف علیہ السلام کے قیدی ساتھیوں کے خواب اور شاہ مصر کا خواب۔ مختصر یہ کہ جس طرح کافر بہت کم صادق ہوتے ہیں اسی طرح ان کے خوابوں کا صادق ہونا بھی نادر الوقوع ہوتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۱

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خانان رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

متابعت انبیاء ہی باعث وصل ہے
جملہ امور شرعیہ میں سہولت رکھی گئی ہے



مکتوب - ۱۹۱

مَنْ سَعَدَتْ اَبْدِي وَنَجَاتِ سِرْمِي مَرْبُوطٌ بِمَتَابَعَتِ
 اَنْبِيَاءِ اسْتِ صَلَوَاتُ اللّٰهِ تَعَالٰى وَتَسْلِيْمَاتُهُ
 سُبْحَانَہٗ عَلٰى اَجْمَعِيْہِمْ عُمُوْمًا وَعَلٰى اَفْضَلِيْہِمْ
 خُصُوْمًا اِذَا فَرَضًا ہِزَّ اَرْسَالَ عِبَادَتِ كَرْدَہٗ شُوْدُو رِيَاضَاتِ
 شَاقَہٗ وَمَجَاهِدَاتِ شَدِيْدَہٗ بِجَا اُوْرَدَہٗ اِذَا فَرَضًا ہِزَّ اَرْسَالَ
 بَزْرُكُو اَرْسَالَ مَنُوْر نَكْرُوْدُو بِجُوْءِ نَمِي خَرْنَدُو بِخَوَابِ نِيْمِ
 رُوْزِ كِی كِی سَرَّ اَسْرَ غَفْلَتِ وَتَعْطِيْلِ اسْتِ كِی بِاَمْرِ اَرْسَالَ
 بَرَكَزِيْدِ كَانِ وَاَقْعِ شُوْدُ بَرَابَرِ نَمِي اَنْدَا زَنْدُو مِثْلِ سَرَّ اَرْسَالَ
 بِقِيْعَةِ مِي شَمْرَنْدِ

ترجمہ: سعادتِ ابدی اور نجاتِ سرمدی انبیائے کرام (ان تمام پر عموماً اور ان کے
 افضل پر خصوصاً اللہ تعالیٰ کے صلوات و تسلیمات ہوں) کی متابعت کے ساتھ مربوط

ہے بفرضِ محال اگر کوئی شخص ہزار برس عبادت کرے اور ریاضات شاقہ اور مجاہداتِ شدیدہ بجالائے لیکن ان بزرگوں (انبیائے کرام علیہم الصلوٰات) کے نور متابعت سے منور نہ ہو اسے جو سے بھی نہیں خریدتے اور قیلولہ جو سراسر غفلت و تعطل ہے جو ان برگزیدہ شخصیات کے حکم کے مطابق کیا جائے تو اس وقت کے مجاہدات اس قیلولہ کے برابر نہیں ہو سکتے (بلکہ) وہ چٹیل میدان کی مثل شمار ہونگے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کی بالعموم اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی بالخصوص متابعت کی تلقین فرما رہے ہیں۔

در اصل انبیائے کرام علیہم الصلوٰات حق تعالیٰ کے ایسے برگزیدہ بندے ہیں کہ جن کی ذواتِ مقدسہ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رشد و ہدایت اور وعظ و نصیحت کیلئے نمونہ بنایا ہے اس لیے ان سے صادر ہونے والے جملہ اعمال و افکار اور عبادات و اطوار بندوں کیلئے باعثِ رشد و ہدایت اور ذریعہ نجات و برکت ہیں۔ جبکہ بندوں کے اپنے ذاتی وضع کردہ افکار و مجاہدات اور عبادات و ریاضات انوار و برکات سے یکسر محروم ہوتے ہیں اس لئے ان پر عمل پیرا ہو کر انسان واصل باللہ نہیں ہو سکتے۔ بس انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے پیروکار ہی دینوی خیر و اصلاح اور اخروی نجات و فلاح سے مالا مال ہو سکتے ہیں۔

مَن کمالِ عنایتِ خداوندی جلِ سلطانہ، آن است
 کہ در جمیع تکلیفاتِ شرعیہ و ماموراتِ دینیہ
 نہایتِ یسر و غایتِ سہولت را مراعات فرمودہ
 است

ترجمہ: خداوند تعالیٰ جلِ سلطانہ کی کمالِ عنایت یہ ہے کہ اس نے تمام تکلیفاتِ شرعیہ اور ماموراتِ دینیہ میں نہایت آسانی اور انتہائی سہولت کی رعایت فرمائی ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ عبادات و صدقات، مطعومات و مشروبات اور مناکحات و ملبوسات جیسے تمام ماموراتِ دینیہ اور احکامِ شرعیہ میں حق تعالیٰ سبحانہ نے اپنے بندوں کیلئے آسانی و سہولت رکھی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمْ الْيُسْرَ** ۱ اور ارشادِ نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت انّ الدّین یُسْرٌ ۲ سے عیاں ہے اس لئے بندہ مؤمن کو بغیر کسی کراہت قلبی اور غفلت جسمانی کے امور شرعیہ اور سننِ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت پر کار بند ہونا چاہیے تاکہ اسے رضائے الہی جیسی نعمت کبریٰ اور دولتِ قصویٰ حاصل ہو سکے جیسا کہ آیہ کریمہ **وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ** ۳ سے واضح ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ جو لوگ تکلیفات شرعیہ میں اس قدر سہولتوں اور رعایتوں کے عمل پیرا نہیں ہوتے وہ امراض قلبیہ اور علل معنویہ میں مبتلا ہیں۔ ان کے قلوب حقیقت تصدیق اور ان کے نفوس حقیقت ایمان سے محروم ہیں کہ جن پر عبادات شرعیہ اور احکامات دینیہ گراں اور شاق گذرتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۲۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ بدیع الدین سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

جزوی فضیلت اور اس کی تفصیلات

حضرت امام ربانی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کے جوابات



مکتوب - ۱۹۲

متن بدان اَرشَدَكَ اللهُ تَعَالَى لَا نُسَلِّمُ اِرشَدَكَ
 کہ این عبارت مستلزم تفضیل است با آنکہ
 لفظ ہم نیز واقع شدہ است وَلَوْ سَلِّمُ کو ہم کہ این
 سخن و سخنان دیگر کہ در ان عرضداشت واقع شدہ
 است از جملہ واقعات است کہ بہ پیر خود نوشتہ و مقرر
 این طائفہ است کہ ہر چہ از وقائع رومیید ہدیہ صحیح باشد
 یا تقسیم بے تحاشی بہ پیر خود اظہار می نمایند چہ در غیر
 صحیح نیز احتمال تاویل و تعبیر است پس از اظہار
 آن چارہ نبود

ترجمہ: اے بھائی! اللہ تعالیٰ تجھے ہدایت عطا فرمائے ہم تسلیم ہی نہیں کرتے کہ اس
 عبارت سے (سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر) فضیلت لازم آتی ہے جب کہ لفظ

”ہم“ بھی اس میں واقع ہوا ہے اور اگر تسلیم کر لیا جائے تو یہ بات اور اس جیسی دوسری باتیں جو اس عرضداشت میں تحریر ہوئی ہیں وہ ان واقعات میں سے ہیں جو اپنے پیر بزرگوار کو لکھے گئے اور اس گروہ صوفیہ کے نزدیک یہ بات طے شدہ ہے کہ جو کچھ واقعات میں سے ظاہر ہوتا ہے صحیح ہو یا غلط بلا تکلف اپنے پیر کی خدمت میں اظہار کرتے رہیں کیونکہ غیر صحیح میں بھی تاویل و تعبیر کا احتمال ہے بس اس کے اظہار کے بغیر چارہ نہیں ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں ایک استفسار کا جواب دیا گیا ہے جس میں مکتوب الیہ نے دفتر اول مکتوب: ۱۱ کی وضاحت طلب کی تھی حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں کہ عروجی سیر کے دوران جب میرا گذر مقام محبوبیت سے ہوا تو ”خود را ہم بانعکاس آں مقام رنگین و منقش یافت“ اس فقیر نے مقام محبوبیت کے انعکاس سے اپنے آپ کو رنگین و منقش پایا جو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے مقام سے قدرے بلند تھا۔

اس مکتوب کا بنظر غائر مطالعہ کرنے سے چند امور سامنے آتے ہیں

اس جملہ میں ”ہم“ کا لفظ استعمال فرمایا گیا جس کا اردو میں ترجمہ ”بھی“ ہے

یہ ارشاد نہیں فرمایا کہ میں اس مقام محبوبیت میں متمکن ہوا یا اس میں داخل ہوا۔

یہ بھی نہیں فرمایا کہ میں نے اپنے آپ کو اس مقام سے رنگین و منقش پایا بلکہ یہ

فرمایا کہ اس مقام کے انعکاس (پرتو) سے اپنے آپ کو رنگین پایا جیسے اگر کوئی چیز

آفتاب کے عکس سے روشن ہو جائے تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ چیز آفتاب ہو گئی ہے۔

جس سے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر آپ کی فضیلت و برتری کا وہم از خود مرتفع ہو جاتا ہے۔ نیز وصولِ مقام میں اور پر تو مقام سے رنگین ہونے میں کتنا فرق ہے، اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔

آپ ایک دوسرے مقام پر یوں رقمطراز ہیں

شخصے کہ خود را از حضرت صدیق رضی اللہ عنہ افضل داندا مرا از دو حال خالی نیست زندیق محض است یا جاہل صرف کسیکہ حضرت امیر را افضل از حضرت صدیق گوید از جرگہ اہلسنت می براید فکیف کہ خود را افضل داندا جو شخص اپنے آپ کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے اس کا معاملہ دو حال سے خالی نہیں ہے یا تو وہ زندیق محض ہے یا جاہل مطلق صرف وہ شخص جو حضرت امیر (علی رضی اللہ عنہ) کو حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتا ہے وہ اہل سنت کے گروہ سے نکل جاتا ہے تو پھر اس شخص کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھے۔

برسبیل تنزل اگر تسلیم بھی کر لیا جائے تو یہ اس قسم کے احوال و مشاہدات میں سے ہے جن کا صوفیائے طریقت کے مسلم قاعدہ کے مطابق صحیح ہوں یا غلط من و عن اپنے شیخ کی خدمت میں عرض کرنا مریدین پر لازم ہوتا ہے تاکہ شیخ اس واقعہ کی مناسب تعبیر فرما کر سالک کو بذریعہ توجہات و تصرفات راہ سلوک کی تکمیل کروا سکے۔ صوفیائے محققین کے نزدیک عارفین کے دو مقام ہوتے ہیں

مقام عبور

مقام استقرار

عارف کا مبداء فیض (اسم ربی) اس کا مقام استقرار کہلاتا ہے۔ جہاں اسے قرار و تمکن اور اقامت نصیب ہوتا ہے اور جہاں سالک کو قرار و تمکن نہ ہو بلکہ وہاں

سے صرف اس کا مرور و گذر ہو، اسے مقام عبور کہا جاتا ہے جو سالک کا محض حال و مشاہدہ ہے، دلیل فضیلت نہیں بلکہ صاحب مقام استقرار، صاحب مقام عبور سے افضل ہے کیونکہ وہ وہاں فائز المرام ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ اس مکتوب شریف میں اسی مکتوب گرامی کی وضاحت فرمائی گئی ہے جس کی بعض عبارات کو غلط مفہوم کا لبادہ پہنا کر کچھ بدنہاد اور شرپسند عناصر نے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے خلاف جہانگیر بادشاہ کو بھڑکایا تھا، نتیجتاً اس نے آپ کو قلعہ گوالیار میں محبوس کر دیا تھا۔

علاوہ ازیں علماء وقت کو بھی دھوکہ دیا گیا تھا جو بلا تحقیق آپ قدس سرہ العزیز کی مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے مگر حقیقت حال آشکارا ہونے پر بعض نے توبہ و معذرت کر لی تھی۔

(مزید تفصیلات کے لئے البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۱۱ ملاحظہ فرمائیں)

متن حل دیکر آنکہ تجویز نمودہ اند کہ اگر در جزئی از
جزئیات غیر نبی را بر نبی فضل متحقق شود با کے
نیست بلکه واقع است

ترجمہ: علماء اس کا دوسرا حل بھی تجویز کرتے ہیں کہ اگر جزئیات میں سے کسی جزئی میں غیر نبی کو نبی (علیہ السلام) پر فضیلت متحقق ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے بلکہ

ایسا واقع ہے۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ولی کی حضرت نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کا تذکرہ فرما رہے ہیں دراصل جب کوئی سالک راہ طریقت کسی شیخ کامل مکمل کے زیر نگرانی شریعت محمدیہ اور سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات کی تعمیل، اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرتا ہے تو محض عنایت ایزدی سے اس پر فضل و فتوحات کے ابواب کھلتے ہیں اور اسے بلند ترین مدارج و منازل اور کمالات نصیب ہوتے ہیں۔

ان روحانی عروجات و کمالات کے دوران اگر کسی صاحب استعداد سالک کو کسی نبی علیہ السلام کے مقام سے بلند عروج و کمال نصیب ہو جائے تو اس قسم کی جزوی فضیلت ممکن بلکہ واقع ہے چونکہ اس بندہ مومن سالک کو یہ کمال و مرتبہ اپنے نبی علیہ السلام پر ایمان لانے اور ان کی متابعت بجالانے سے حاصل ہوا ہے اس لئے اس نبی علیہ السلام کو اس کمال سے پورا پورا حظ و اجر ملے گا جیسا کہ ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات مَنْ سَنَّ فِي الْإِسْلَامِ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهُ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا^۱ اور مَنْ دَلَّ عَلَى خَيْرٍ فَلَهُ مِثْلُ أَجْرِ فَاعِلِهِ^۲ سے عیاں ہے۔ لیکن وہ ولی (سالک) اس کمال کے حصول میں گو مقدم اور پیش رو ہے مگر امتی کو تتبع اور خادم و طفیلی ہو کر اسے یہ مرتبہ نصیب ہوا ہے جہاں اپنے نبی علیہ السلام کے ساتھ ہمسری اور برابری کا شائبہ بھی نہیں کیونکہ ہمسری کا دعویٰ کفر ہے۔^۳ بلکہ اسے انبیاء

۲ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۳۵۰۹

۱ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۱۶۹۱

۳ مکتوبات شریفہ دفتر سوم مکتوب: ۸۷

و اصدقاء اور شہداء و صلحاء کی معیت میسر ہوگی جیسا کہ آیہ کریمہ مَنْ يُطِيعِ اللَّهَ
وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ
وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ^۱ سے واضح ہے۔

سراج الملتہ والدین علامہ دوسی رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بدء الامالی میں رقمطراز ہیں

وَلَمْ يَفْضُلْ وَلِيٌّ قَطُّ دَهْرًا

نَبِيًّا أَوْ رَسُولًا فِي انْتِحَالِ

یعنی کسی زمانے میں کوئی ولی کسی نبی یا رسول (علیہ السلام) سے افضل نہیں ہوا۔

حجۃ الاسلام حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ عقیدۃ الطحاوی میں تحریر فرماتے
ہیں۔

لَا نُفْضِلُ وَاحِدًا مِنَ الْأَوْلِيَاءِ عَلَى أَحَدٍ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ

السَّلَامُ وَنَقُولُ نَبِيٌّ وَاحِدٌ أَفْضَلُ مِنْ جَمِيعِ الْأَوْلِيَاءِ یعنی ہم اولیائے

کرام میں سے کسی ولی کو انبیائے عظام علیہم الصلوٰات میں سے کسی نبی پر فضیلت نہیں

دیتے بلکہ ہم کہتے ہیں کہ ایک نبی علیہ السلام بھی جمیع اولیاء سے افضل ہے۔

امام اہلسنت علامہ ابوشکور سالمی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں

قَالَ أَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ أَنَّ النَّبِيَّ أَفْضَلُ وَإِنْ كَانَتْ دَرَجَتُهُ

أَدْوَنَ مِنْ دَرَجَاتِ النَّبُوَّةِ^۲

اہل سنت و جماعت فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام ولی سے افضل ہے اگرچہ

درجات نبوت میں اس کا درجہ ادنیٰ ہو۔

قدوة الکاملین سیدنا داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

یک نفس انبیاء فاضل تر از ہمہ روزگار اولیاء^۳

۳ کشف المحجوب: ۲۵۸

۲ التمهید: ۷۵

۱ النساء: ۶۹

حضرت نبی علیہ السلام کا ایک سانس مبارک ولی رحمۃ اللہ علیہ کی ساری زندگی

سے فاضل تر ہے۔

چنانچہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ولی کی نبی علیہ السلام پر جزوی فضیلت کے متعلق رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

بے فضلِ کلی بر کل مخصوص بآن سرورست علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام
 اما کمالے باشد کہ راجع، بفضلِ جزئی بود رواست کہ مخصوص بہ بعضے انبیائے
 کرام و ملائکہ عظام باشد علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات و ہیج قصورے در
 فضلِ کلی او نہ کند علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام در احادیث صحاح آمدہ است کہ
 بعضے از کمالات در افراد امتان باشد کہ انبیاء غبطہ آن نمایند علیہم الصلوٰۃ
 والتسلیمات و حال آنکہ فضلِ کلی مر انبیاء راست بر جمیع افراد امتان و نیز در حدیث
 آمدہ است کہ شہدانی سبیل اللہ بہ چند چیز بر انبیاء مزیت دارند شہداری را احتیاج
 بغسل نیست و انبیاء را غسل باید داد و بر شہداری نماز جنازہ نیامدہ است چنانچہ مذہب
 امام شافعی ست و بر انبیاء نماز جنازہ باید کرد و در قرآن فرمودہ کہ شہداری را شاموتی
 نہ پندارید کہ اخیار اند و انبیاء را موتی فرمودہ این ہمہ فضائل جزئیہ اند قصورے
 در فضلِ کلی انبیاء ندارند

یعنی ہاں کل پر کلی فضیلت آں سرور علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ
 مخصوص ہے لیکن وہ کمال جو جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے جائز ہے کہ وہ بعض
 انبیاء کرام اور ملائکہ عظام علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات کے ساتھ مخصوص ہوں
 اور ان علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام کی فضیلت کلی میں کوئی قصور واقع نہ ہو۔ احادیث
 صحیحہ میں آیا ہے کہ امتیوں کے افراد میں بعض کمالات ایسے ہوتے ہیں کہ جن پر

انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات بھی رشک کرتے ہیں۔

عَنْ عُمَرَ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ عِبَادِ اللَّهِ لَا نَسَاءَ مَا هُمْ بِأَنْبِيَاءَ وَلَا شُهَدَاءَ يَغْبِطُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ وَالشُّهَدَاءُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ بِمَا كَانِهِمْ مِنَ اللَّهِ قَالُوا يَا رَسُولَ اللَّهِ تُخْبِرُنَا مَنْ هُمْ قَالَ هُمْ قَوْمٌ تَحَابُّوا بِرُوحِ اللَّهِ عَلَى غَيْرِ أَرْحَامٍ بَيْنَهُمْ وَلَا أَمْوَالٍ يَتَعَاطَوْنَهَا فَوَاللَّهِ إِنَّ وُجُوهُهُمْ لَنُورٌ وَإِنَّهُمْ عَلَى نُورٍ لَا يَخَافُونَ إِذَا خَافَ النَّاسُ وَلَا يَحْزَنُونَ إِذَا حَزَنَ النَّاسُ وَقَرَأَ هَذِهِ الْآيَةَ أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۗ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو انبیاء و شہداء نہیں لیکن روز قیامت بارگاہ الوہیت میں ان کے مقامات عالیہ کو ملاحظہ فرما کر انبیائے کرام اور شہداء عظام علیہم الصلوٰت ان پر رشک فرمائیں گے۔ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں بتائیے کہ وہ کون ہیں؟..... فرمایا کہ وہ ایسے لوگ ہیں جو رحم کے رشتوں اور مالی لین دین کے علاوہ فقط رضائے الہی کیلئے باہم محبت کریں گے۔ قسم بخدا انکے چہرے نورانی ہونگے اور ان کے اوپر نور ہوگا وہ نہیں ڈریں گے جب لوگوں کو خوف ہوگا، وہ غم نہیں کھائیں گے جبکہ لوگ غمگین ہونگے پھر یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی أَلَا إِنَّ أَوْلِيَاءَ اللَّهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۗ حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کو امتوں کے تمام افراد پر کلی فضیلت حاصل ہے نیز حدیث میں آیا ہے کہ شہداء فی سبیل اللہ چند چیزوں میں انبیائے کرام علیہم الصلوٰت پر فضیلت و مزیت رکھتے ہیں ذَكَرَ الْقُرْطَبِيُّ فِي تَفْسِيرِهِ رَوَى

عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ قَالَ أَكْرَمَ اللَّهُ تَعَالَى الشَّهِيدَ
بِخُمْسِ كَرَامَاتٍ لَمْ يُكْرَمْ بِهَا أَحَدٌ مِّنَ الْأَنْبِيَاءِ وَلَا أَنَا أَحَدُهَا.....
إِنَّ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ قَبِضَ أَرْوَاحَهُمْ مَلِكُ الْمَوْتِ وَهُوَ الَّذِي سَيَقْبِضُ
رُوحِي وَأَمَّا الشُّهَدَاءُ فَاللَّهُ هُوَ الَّذِي يَقْبِضُ أَرْوَاحَهُمْ بِقُدْرَتِهِ كَيْفَ
يَشَاءُ وَلَا يُسَلِّطُ عَلَى أَرْوَاحِهِمْ مَلِكُ الْمَوْتِ وَالثَّانِي..... إِنَّ جَمِيعَ
الْأَنْبِيَاءِ قَدْ غُسِّلُوا بَعْدَ الْمَوْتِ وَأَنَا أُغْسَلُ بَعْدَ الْمَوْتِ وَالشُّهَدَاءُ لَا
يُغْسَلُونَ وَلَا حَاجَةَ لَهُمْ إِلَى مَاءِ الدُّنْيَا وَالثَّلَاثُ..... إِنَّ جَمِيعَ الْأَنْبِيَاءِ
قَدْ كُفِّنُوا وَأَنَا أُكْفَنُ وَالشُّهَدَاءُ لَا يُكْفَنُونَ بَلْ يُدْفَنُونَ فِي ثِيَابِهِمْ
وَالرَّابِعُ..... إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ لَمَّا تَوَاسَّوْا أَمْوَاتًا وَإِذَا مِتُّ يُقَالُ قَدِمَاتٌ
وَالشُّهَدَاءُ لَا يُسْتُونَ مَوْتِي وَالخَامِسُ..... إِنَّ الْأَنْبِيَاءَ تُعْطَى لَهُمْ
الشَّفَاعَةُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَشَفَاعَتِي أَيْضًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَأَمَّا الشُّهَدَاءُ
فَإِنَّهُمْ يَشْفَعُونَ فِي كُلِّ يَوْمٍ فَيَمُنُّ يَشْفَعُونَ ۱

شہداء کو غسل کا احتیاج نہیں اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کو غسل دینا
چاہئے..... شہداء کیلئے نماز جنازہ نہیں ہے جیسا کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب
ہے اور انبیاء کرام کی نماز جنازہ ادا کرنی چاہئے..... اور قرآن مجید میں فرمایا کہ شہداء
کو مردہ نہ جانو کہ وہ زندہ ہیں (وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ
أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ) ۲ اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰات
کو موتی فرمایا (إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ) ۳ یہ سب جزوی فضائل ہیں جو
انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے فضل کلی میں کوئی قصور (کمی) پیدا نہیں کرتے۔

ایک مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یوں رقمطراز ہیں ملاحظہ ہو!

پیچ ولی از اولیائے این امت کہ خیر الامم است با وجود افضلیت پیغمبر خویش
 بمرتبہ پیچ نبی از انبیاء نرسد اگرچہ او را بواسطہ متابعت پیغمبر خویش از مقام ما بہ
 الافضلیت نصیبے حاصل شود فضل کلی انبیاء راست اولیاء طفیلی اندلے یعنی یہ امت
 جو خیر الامم ہے کے اولیاء میں سے کوئی ولی اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت
 کے باوجود نبیوں علیہم الصلوٰات میں سے کسی نبی علیہ السلام کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکتا
 اگرچہ اسے (ولی کو) اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی متابعت کی وساطت سے وہ ما بہ
 الافضلیت مقام حاصل ہوا ہے پھر بھی کلی فضیلت انبیاء علیہم الصلوٰات کو ہی ہے اولیاء
 علیہم الرحمۃ والرضوان طفیلی ہیں۔

عروۃ الوثقی حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز کا اس سلسلہ

میں ایک سوال کا جواب ملاحظہ ہو!

سوال: آنکہ مقرر و مبین است کہ فضل کلی مرانبیاء راست علیہم الصلوٰة والسلام بر
 جمیع افراد امت و در حدیث صحیح آمدہ است کہ بعضے کمالات در بعضے افراد امت
 است کہ مزیت بر انبیاء دارد کالشہد آء فی سبیل اللہ احتیاج بغسل ندارند و
 بلفظ موتی انخواندہ و انبیاء بغسل محتاج اند و لفظ موتی خواندہ

جواب: این فضل راجع بفضلی جزئی است کہ در اں محذور نیست ہر حائک و حجام
 بصنعت بر عالم ذی فتون فضل دارد و فضل کلی مرانبیاء و عالم راست یعنی یہ امر
 مسلم اور واضح ہے کہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کو تمام افراد امت پر کلی فضیلت
 حاصل ہے اور صحیح حدیث میں آیا ہے کہ بعض کمالات بعض افراد امت میں ایسے ہیں
 جو انبیائے کرام علیہم الصلوٰات پر فضیلت و مزیت رکھتے ہیں جیسا کہ شہداء فی سبیل

اللہ غسل کی حاجت نہیں رکھتے اور وہ لفظ موتی سے نہیں پکارے جاتے اور انبیائے کرام علیہم الصلوٰات (بعد از وصال مبارک) غسل کے محتاج ہیں اور ان کے لئے لفظ موتی بولا جاتا ہے..... اس کا جواب یہ ہے کہ یہ فضیلت، جزوی فضیلت کی طرف راجع ہے کہ اس میں کوئی استحالہ نہیں ہر جو لاہا اور حجام اپنے ہنر و پیشہ کے اعتبار سے صاحب فنون عالم پر فضیلت رکھتا ہے اور کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰات اور عالم کیلئے ہی ہے۔

سوال: نبی ہر چند افضل است از ولی اما لازم ہست کہ ہر چہ ولی می داند از معارف نبی را نیز معلوم باشد یا نہ، و ایضاً ہر معارفی کہ نبی را باشد لازم ہست کہ مرسل را باشد یا نہ..... الخ

جواب: فضل کلی مرانبیار است علیہم الصلوٰات والتسلیمات بر اولیاء بیچ ولی بہ مرتبہ بیچ نبی نرسد لیکن در فضل جزئی مناقشہ نیست اگر بعضی از مزایا و معارف خاص بہ ولی باشد موجب فضل کلی نبود مجوز است بلکہ واقع است ہر گاہ در ولی و نبی فضل جزوی واقع باشد اگر نبی نسبت برسول بہ بعضی از مزایا و معارف مخصوص بود بطریق اولی جائز باشد ہر چند فضل کلی مرسل را بود چنانچہ قصہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر را علی نبینا و علیہم الصلوٰة والسلام خود نوشتہ اند یعنی کلی فضیلت تو انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کو اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم پر حاصل ہے اور کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا لیکن جزوی فضیلت میں کوئی تنازع نہیں ہے۔ اگر بعض فضائل و معارف ولی ہی کیلئے خاص ہوں تو وہ کلی فضیلت کا باعث نہیں ہوتے، یہ جائز بلکہ واقع ہے۔ جب ولی اور نبی علیہ السلام میں جزوی فضیلت واقع ہوتی ہے تو اگر نبی بعض فضائل و معارف میں رسول (علیہ السلام) کی بہ نسبت مخصوص ہو تو یہ بطریق اولی جائز ہوگا

اگر چہ کلی فضیلت رسول کیلئے ہی ہوگی جیسا کہ حضرت موسیٰ و حضرت خضر علی نبینا وعلیہم الصلوٰت والتسلیمات کا قصہ ہے۔

نبیرہ امام ربانی علامہ عبدالاحد وحدت فاروقی رحمۃ اللہ علیہ فضیلت جزئی کے متعلق ارقام پذیر ہیں

قَالَ فِي الْجَوَاهِرِ الْمَنْظُومَةِ شَرَحَ فِقْهِهِ الْأَكْبَرِ لِلْإِمَامِ الْأَعْظَمِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ سَأَلَ رَجُلٌ عَنْ أَبِي حَنِيفَةَ هَلْ يَجُوزُ أَنْ يَعْلَمَ النَّبِيُّ مِنَ الْعُلُومِ وَالْمَعَارِفِ مَا لَا يَعْلَمُهُ الرَّسُولُ وَهَلْ يَحْصُلُ لِلْوَلِيِّ مِنَ الْمَزَايَا وَالْمَعَارِفِ مَا لَا يَحْصُلُ لِلنَّبِيِّ فَأَجَابَ عَنْهُ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ الْفَضْلُ ثَابِتٌ لِلْمُرْسَلِ عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَالْأَنْبِيَاءِ عَلَى مَنْ سِوَاهُمْ وَلَا يَصِلُ أَحَدٌ مِنَ الْأَنْبِيَاءِ مَرْتَبَةَ أَحَدٍ مِنَ الْمُرْسَلِينَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ وَلَا يَصِلُ أَحَدٌ مِنَ الْأَوْلِيَاءِ مَرْتَبَةَ أَحَدِ الْأَنْبِيَاءِ وَلَكِنْ لَا مَنَاقَشَةَ فِي الْفَضْلِ الْجُزْئِيِّ انْتَهَى

مِنْهَا قَالَ الْآمِدِيُّ فِي الْبَدَائِعِ يَجُوزُ فَضْلُ الْجُزْءِ لِلْوَلِيِّ عَلَى النَّبِيِّ

مِنْهَا قَالَ أَبُو السَّعِيدِ فِي تَفْسِيرِهِ يَجُوزُ فَضْلُ الْمَفْضُولِ عَلَى

الْأَفْضَلِ جُزْئِيًّا

مِنْهَا قَالَ فِي مَوْضِعٍ آخَرَ فِي تَفْسِيرِهِ الْمَذْكُورِ وَكَفَى بِهِمُ الشُّهْدَاءُ

شَرَفًا أَنْ لَمْ يَجْعَى إِطْلَاقُ الْأَمْوَاتِ عَلَيْهِمْ وَقَدْ جَاءَ ذَلِكَ الْإِطْلَاقُ

عَلَى الْأَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّسْلِيمَاتُ

مِنْهَا مَا أَشَارَ إِلَيْهِ الْمُحَقِّقُ الدَّوَانِيُّ فِي شَرْحِ الْعَقَائِدِ مِنْ جَوَازِ

فَضْلٍ لِلْمَفْضُولِ عَلَى الْفَاضِلِ بِالْفَضْلِ الْجُزِيِّ

مِنْهَا مَا وَقَعَ فِي حَوَاشِي التَّجْرِيدِ نَقْلًا عَنِ الصِّدِّيقِ الْأَكْبَرِ
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ فِي حَقِّ الْإِمَامِ الْمَهْدِيِّ رِضْوَانُ اللَّهِ عَلَيْهِ هُوَ يَفْضُلُ
بَعْضَ النَّبِيِّينَ أَمَى فَضْلًا جُزِيًّا وَأَمَّا إِدْعَاءُ لُزُومِ الْفَضْلِ الْكُلِّيِّ نَعْوَذُ
بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ فَمَرْدُودٌ بَاطِلٌ لَا يَتَّصِدِّي لَهُ إِلَّا جَاهِلٌ ۱

یعنی جواہر المنظومہ شرح الفقہ الاکبر للامام الاعظم رضی اللہ عنہ میں ہے کہ ایک
شخص نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ کیا کوئی نبی علیہ السلام ان
علوم و معارف کو جان سکتا ہے جن کا رسل عظام کو علم نہ ہو اور کیا کسی ولی کو وہ علوم و
معارف حاصل ہو سکتے ہیں جو کسی نبی علیہ السلام کو حاصل نہ ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ
نے جواباً فرمایا فضیلت تو رسل عظام کو انبیائے کرام علیہم الصلوٰات پر ثابت ہے اور
انبیائے کرام کو غیر انبیاء پر۔ انبیائے کرام میں سے کوئی نبی بھی کسی مرسل کے مرتبہ کو
نہیں پہنچ سکتا اور نہ ہی اولیائے کرام میں سے کوئی ولی کسی نبی کے مرتبہ کو پہنچ سکتا ہے
لیکن فضیلت جزئی میں کوئی بحث نہیں ہے۔

حضرت علامہ آمدی رحمۃ اللہ علیہ بدائع میں فرماتے ہیں کہ ولی کی نبی علیہ
السلام پر جزوی فضیلت جائز ہے۔

حضرت ابوسعید اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ مفضول کی افضل پر جزوی
فضیلت جائز ہوتی ہے۔

تفسیر مذکورہ میں ایک اور مقام پر ارقام پذیر ہیں کہ شہداء کے لئے یہی شرف
کافی ہے کہ ان پر اموات کا اطلاق نہیں ہوا (وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ

اللہ اموات) ۱ حالانکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰت والتسلیمات پر میت کا اطلاق ہوا ہے (اِنَّكَ مَيِّتٌ وَاِنَّهُمْ مَيِّتُونَ) ۲

حضرت محقق دوانی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح عقائد میں لکھا ہے کہ مفضول کی فاضل پر جزوی فضیلت جائز ہے۔

حواشی تجرید میں حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کو بعض انبیائے کرام علیہم الصلوٰت پر جزوی فضیلت حاصل ہے۔ رہا یہ امر کہ فضیلت کلی کے لزوم کا دعویٰ کرنا وہ مردود اور باطل ہے ہم اس سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اس کے درپے تو کوئی جاہل ہی ہوگا۔

بیانہ:

واضح رہے کہ غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز کے قول خُضْنَا فِي بَحْرِ لَمْ يَقِفْ عَلَى سَاحِلِهِ الْاَنْبِيَاءُ (ہم نے اس بحر میں غوطہ لگایا جس کے کنارے پر انبیائے کرام علیہم الصلوٰت بھی کھڑے نہیں ہوئے) سے بھی فضیلت جزوی ہی مفہوم ہوتی ہے لیکن مقولہ الْكُلُّ اَعْظَمُ مِنَ الْجُزْءِ کے مصداق کلی فضیلت انبیائے کرام علیہم الصلوٰت کو ہی حاصل ہوتی ہے۔ کتب عقائد میں ہے لَا يَبْلُغُ وِلِيٌّ دَرَجَةَ الْاَنْبِيَاءِ قَطُّ ۳ کوئی ولی نبی کے درجہ کو ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۳

مکتوب الیہ

یاد تپناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

تمام اقوال و افعال اور اصول و فروع میں علماء اہل سنت کی متابعت لازم ہے ، اہل سنت ہی ناجی جماعت ہے متکلمین اہل سنت کے بیان کردہ اعتقادات کی سرمومخالفت باعث ہلاکت ہے ، کفار کی شکست باعث عزت ہوتی ہے کفار کے لئے دعائے ضرر جائز ہے



مکتوب - ۱۹۳

متن نخستین ضروریات برابر باب تکلیف تصحیح عقائد
 است بروفق آراء صواب نمائی این بزرگواران
 است و فرقه ناجیه ہم ایشان و اتباع ایشان اند و ایشانند
 کہ بر طریق آن سرور و اصحابہ آن سرور صلوات اللہ
 تسلیمات علیہ و علیہم اجمعین و از علوم کہ از کتاب و سنت
 مستفادند همان معتبراند کہ این بزرگواران از کتاب و
 سنت اخذ کرده اند فہمیدہ زیرا کہ ہر مبتدع و ضال عقائد
 فاسدہ خود را بزعم فاسد خود از کتاب و سنت اخذ
 میکنند پس ہر معنی از معانی مفہومہ ازینہا معتبر نباشد

ترجمہ: مکلفین شریعت پر سب سے پہلے ضروری (امر) ہے کہ علمائے اہل سنت و
 جماعت شکر اللہ تعالیٰ سَعِيَهُمْ کی آراء کے موافق عقائد کی تصحیح ہے کیونکہ

اخروی نجات ان بزرگوں کی مطلوب تک پہنچانے والی صائب آراء کی متابعت کے ساتھ وابستہ ہے۔ ناجی گروہ یہی بزرگ اور ان کے تبعین ہیں اور یہی لوگ ہیں جو آل سرور اور آپ کے اصحاب (صلوات اللہ وتسلیمات علیہ وعلیہم اجمعین) کے طریقہ پر ہیں کتاب و سنت سے مستفید وہی علوم معتبر ہیں جو ان بزرگوں نے کتاب و سنت سے اخذ کئے اور سمجھے ہیں کیونکہ ہر بدعتی اور گمراہ اپنے فاسد عقائد کو اپنے فاسد خیال کے ساتھ کتاب و سنت سے ہی اخذ کرتا ہے لہذا کتاب و سنت سے مفہوم شدہ ہر معنی قابل اعتبار نہیں ہوتا۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز شریعت مطہرہ کے مکلفین اور طریقت صوفیاء کے سالکین کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ جملہ ضروریات شریعت و طریقت میں سے اعتقاد صحیح بنیادی حیثیت رکھتا ہے اور وہ علمائے اہل سنت و جماعت کی کتاب و سنت کی روشنی میں بیان فرمودہ اقوال و افعال اور اصول و فروع میں متابعت و ملازمت ہے کیونکہ انہوں نے یہ مفاہیم و معانی، آثار صحابہ اور اقوال سلف صالحین (رضی اللہ عنہم) سے اخذ کیے ہیں، اس لیے نجات ابدی اور فلاح سرمدی اہلسنت و جماعت کے ساتھ ہی مخصوص ہے۔

شیخ الاسلام امام بزدوی رحمۃ اللہ علیہ کنز الاصول میں رقم طراز ہیں

الْعِلْمُ نَوْعَانِ عِلْمُ التَّوْحِيدِ وَالصِّفَاتِ وَعِلْمُ الشَّرَائِعِ وَالْأَحْكَامِ
وَأَصْلُ فِي النَّوْعِ الْأَوَّلِ هُوَ التَّمَسُّكُ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَمَجَانِبَةُ الْهَوَى
وَالْبِدْعَةِ وَلُزُومِ طَرِيقِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ الصِّحَابَةُ
وَالتَّابِعُونَ وَمَضَى عَلَيْهِ الصَّالِحُونَ وَهُوَ الَّذِي كَانَ عَلَيْهِ أَدْرَكْنَا

مَشَائِرِ خَنَا وَكَانَ عَلَى ذَالِكَ سَلَفْنَا أَعْنَىٰ أَبَا حَنِيفَةَ وَأَبَا يُوسُفَ وَمُحَمَّدَ
وَعَامَّةَ أَصْحَابِهِمْ رَحِمَهُمُ اللَّهُ ۱
یعنی علم کی دو قسمیں ہیں

توحید و صفات کا علم شراعی و احکام کا علم

اصل علم نوع اول میں ہی منحصر ہے اور وہ کتاب و سنت کا تمسک اور نفسانی
خواہشات و بدعات سے اجتناب ہے اور اہل سنت و جماعت کے طریقہ پر ملازمت
ہے۔ اہل سنت و جماعت وہ طریقہ ہے جس پر صحابہ کرام، تابعین عظام اور سلف
صالحین تھے اور اسی طریقہ پر ہم نے اپنے مشائخ و اسلاف یعنی امام ابو حنیفہ، امام
ابو یوسف، امام محمد (رحمۃ اللہ علیہم) اور ان کے دیگر اصحاب کو پایا ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک مقام پر یوں ارقام پذیر ہیں
بمقتضائے آرائے صائبہ اہل سنت و جماعت کہ فرقہ ناجیہ اندونجات
بے اتباع این بزگواراں متصور نیست و اگر سر مو مخالفت است خطر در خطر است
ایں سخن بکشف صحیح و الہام صریح نیز بہ یقین پیوستہ است احتمال تخلف ندارد ۲
یعنی اہل سنت و جماعت کی درست آراء کے مطابق عقائد کا ہونا ضروری ہے کیونکہ
یہی ناجی گروہ ہے ان بزگوں کی متابعت کے بغیر نجات متصور نہیں ہے اگر بال برابر
بھی ان کی مخالفت ہوئی تو خطرہ ہی خطرہ ہے۔ یہ بات کشف صحیح اور الہام صریح سے
بھی یقین کے ساتھ پیوستہ ہو گئی ہے جس میں خطا کا کوئی احتمال نہیں ہے۔ قطب

ربانی حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرماتے ہیں

يَجِبُ عَلَيْهِ ذَالِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ فِي نَفْسِهِ وَيُضِلَّ غَيْرَهُ ۳

یعنی بندہ مومن پر واجب ہے کہ وہ اہل سنت و جماعت کے ساتھ متمسک رہے

۱ المتون المعتمرة: ۹: ۲ دفتر اول مکتوب: ۵۹: ۳ میزان کبریٰ جلد اول: ۲۲

تا کہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کی گمراہی کا باعث بنے۔

متن در مسئلہ از مسائل اعتقاد یہ ضروریہ خلل رفت از
دولت نجات اخروی محروم است و اگر در
عملیات مساہلہ رود و یحتمل کہ بے توبہ ہم در گزارند
و اگر مواخذہ ہم کنند آخر کار نجات است پس عمدہ کار
تصحیح عقائد است

ترجمہ: اگر مسائل اعتقاد یہ ضروریہ میں سے کسی مسئلہ میں خلل واقع ہو گیا تو اخروی
نجات کی دولت سے محرومی ہے اور اگر اکتسابِ اعمال میں سستی ہو گئی تو ممکن ہے کہ
توبہ کے بغیر بھی معاف کر دیں اور اگر مواخذہ بھی کیا گیا، آخر کار نجات ہو ہی جائے
گی لہذا عمدہ کام عقائد کی تصحیح ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عقائد ضروریہ کی اہمیت بیان فرما
رہے ہیں کہ متکلمین اہل سنت و جماعت کے بیان فرمودہ اعتقادات سے اگر سرِ مو
مخالفت بھی پائی گئی تو اخروی نجات کا معاملہ مخدوش ہو جائے گا ہاں! اگر اکتسابِ
اعمال میں غفلت ہو گئی تو ارحم الراحمین اور غنی مطلق کی بارگاہ قدس سے نجات کی امید
ہے یونہی احوال و مواجید بھی عقائد اہل سنت کے ساتھ معارضہ کی مجال نہیں رکھتے
کیونکہ یہ سب اعمال و اذکار کا ثمرہ ہوتے ہیں۔ قدوة الاخيار حضرت خواجہ عبید اللہ

احرارِ قدس سرہ الغفار ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر تمام احوال و مواجید را بما بدھند و حقیقت مارا بعقائد اہل سنت و جماعت متحلی نسازند جز خرابی ہیج نمی داینیم و اگر تمام خرابی ہارا بر ما جمع کنند و حقیقت مارا بعقائد اہل سنت و جماعت بنوازند با کے نداریم

متن دریں وقت کشتن کافر لعین گویند وال بسیار
خوب واقع شد و باعث شکست عظیم پر ہنود
مردود گشت بہر نیت کہ کشتہ باشد و بہر عرض کہ ہلاک
کردہ خواری کفار خود نقد وقت اہل اسلام است
این فقیر پیش از اس کہ اس کافر را بکشند در خواب دیدہ
بود کہ بادشاہ وقت کلہ سر شرک را شکستہ و احمق کہ ان
گبر رئیس اہل شرک بود و امام اہل کفر خذلہم اللہ

سُبْحَانَهُ

ترجمہ: اس وقت کافر لعین گویند وال کا قتل بہت خوب واقع ہوا اور ہنود مردود کی
عظیم شکست کا باعث ہوا جس نیت سے بھی مارا گیا اور جس غرض سے بھی ہلاک ہوا
کفار کی رسوائی اہل اسلام کے لئے عزت کا موجب ہے اس فقیر نے کافر کے قتل
ہونے سے پہلے خواب میں دیکھا تھا کہ بادشاہ نے شرک کے سردار کا خیمہ توڑ دیا ہے

واقعی وہ اہل شرک کا بہت بڑا رئیس اور اہل کفر کا امام تھا اللہ سبحانہ انہیں رسوا کرے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ہنود مردود کے مذہبی رہنما کے قتل پر خوشی کا اظہار فرما رہے ہیں اور اسے مشرکوں کی شکست عظیم قرار دیا ہے درحقیقت آپ کی تحریک احیائے دین اور آپ کے معاون ارکان سلطنت ”جرگہ ممدان دولت اسلام“ کامیابی سے ہمکنار ہو رہے تھے اور دین اسلام کو پھر سے انگڑائی لینے کا موقع مل رہا تھا اور مطلق العنان بادشاہ اکبر کی وفات کے بعد جہانگیر بادشاہ اسلام کی طرف مائل ہو رہا تھا اس لئے اس نے غیرت ایمانی اور حمیت اسلامی کی بناء پر متعصب ہندو لیڈر گروارجن کو قتل کروادیا کیونکہ فساد اور بغاوت کرنے والے غیر مسلموں کو عموماً، ان کے رہنماؤں کو خصوصاً تہ تیغ کرنے اور ان کی کمین گاہوں کو مسمار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے

فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۱

یعنی کافروں کی گردنوں کے اوپر مارو اور ان کے جوڑ جوڑ پر ضرب لگاؤ۔

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَقَاتِلُوا أَئِمَّةَ الْكُفْرِ ۲

یعنی کفر کے سرغنوں سے لڑو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے خزانٹ اور خبیث طبع بوڑھوں کو قتل

کرنے کا حکم دیا ہے جیسا کہ حدیث میں ہے

أَقْتُلُوا شُبُوحَ الْمُشْرِكِينَ ۳

یونہی مسجد ضرار جلائی اور گرائی گئی کیونکہ وہ مسلمانوں کے خلاف ساز باز اور تفرقہ اندازی کا مرکز تھی جیسا کہ سورہ توبہ میں مذکور ہے۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ زیر نظر متن کی تصحیح میں معرب مکتوبات حضرت مولانا نور احمد امرتسری رحمۃ اللہ علیہ کو تسامح ہوا ہے۔ انہوں نے فارسی و عربی قاعدہ کے مطابق یوں سمجھا ہے ”کافر لعین گو بند و آل او“ حالانکہ انہوں نے حاشیہ پر گرو گو بند کو محی الاسلام اور نگ زیب عالمگیر رحمۃ اللہ علیہ کا ہم عصر لکھا ہے اور سلطان اور نگ زیب، جہانگیر بادشاہ کے پوتے ہیں ان کا عہد سلطنت حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے وصال مبارک کے بعد کا ہے۔

جبکہ علامہ امرتسری رحمہ اللہ کے تصحیح فرمودہ متن سے پہلے کی اشاعتوں میں یہ جملہ یوں مرقوم ہے۔

دریں وقت کشتن کافر لعین گو بند وال بسیار خوب ۱

اس سلسلہ میں عصر حاضر کے عظیم محقق پروفیسر محمد اقبال مجددی مدظلہ ارقام پذیر ہیں حقیقت یہ ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ نے کسی سکھ گرو کا نام نہیں لکھا بلکہ سکھوں کے مذہبی مرکز گویند وال کو ہدف تنقید بنایا ہے کہ اس مرکز گویند وال میں رہنے والے کافر کے قتل کا واقعہ بہت خوب ہے، گویند وال سکھوں کا فکری و مذہبی مرکز تھا وہاں ان کے اہم گردوارے موجود ہیں۔ گرو امر داس (۱۵۵۲.....۱۵۷۴ء) کا گردوارہ بھی یہیں ہے اور ان کی مذہبی کتاب گرنٹھ بھی اسی مقام پر زیر نگرانی گرو ارجن (۱۵۸۱.....۱۶۰۴ء) مرتب ہوئی تھی گویا گویند وال سکھوں کا مذہبی و فکری مرکز

تھا اسی لئے احمد شاہ درانی نے ایک حملے کے دوران اسے جلا کر خاکستر کر دیا تھا گویا حضرت مجدد الف ثانی کا اشارہ سکھوں کے پانچویں گروارجن کے قتل سے متعلق ہے جو ۱۴۰۴ء کو ہوا، گرو گوبند سنگھ کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔^۱

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار کی فوجوں کو منتشر و مغلوب کرنے کیلئے جہاں لشکر سپاہ کی تنظیم و تجہیز فرمائی ہے وہاں بارگاہ ایزدی میں فتح و نصرت کیلئے لشکر دعا کا بھی اہتمام فرمایا ہے تاکہ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ^۲ کا مفہوم بھی عیاں ہو جائے اور کفار کی تخریب و تفریق کیلئے دعائے مضرت بھی فرمائی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی ہیبت و رعب سے مرعوب بھی ہو جائیں جیسا کہ کتب سیر میں مذکور ہے

اللَّهُمَّ شَتِّتْ شَتْلَهُمْ وَفَرِّقْ جَمْعَهُمْ وَخَرِّبْ بُنْيَانَهُمْ وَخُذْهُمْ
أَخْذَ عَزِيزٍ مُّقْتَدِرٍ یعنی اے اللہ کفار کی جمعیت کو منتشر کر دے، ان کی جماعت
میں تفرقہ ڈال دے، ان کے گھروں کو برباد کر دے اور ان کی ایسی گرفت فرما جیسے
غالب طاقتور گرفت کرتا ہے۔

متن بہر حال از حقیقت مسائل شرعیہ اطلاع و ادا
ضروریست این واقع نشود عہدہ بر ذمہ علماء و

۱۔ مقدمہ البینات شرح مکتوبات: ۷۰، مقامات مظہری: ۴۶ ۲۔ الانفال ۸: ۱۰

مقربان حضرت بادشاہ است چه سعادت کہ دریں
گفتگو جمعی بازار ر بند انبیاء علیہم الصلوٰات والتحیات
در تبلیغ احکام شرعیہ چه آزار ہا کہ نکلشیدہ اندو چه محنت
ہا کہ ندیدہ

ترجمہ: بہر حال مسائل شرعیہ کی حقیقت کی اطلاع دینا ضروری ہے جب تک
اطلاع نہ دی گئی حضرت بادشاہ کے مقربین اور علماء اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں
ہونگے۔ کتنی بڑی سعادت ہے کہ اس گفتگو کے پہنچانے میں ایک گروہ اذیتیں
برداشت کرے۔ انبیاء کرام علیہم الصلوٰات والتحیات نے احکام شرعیہ کی تبلیغ میں کونسی
تکلیفیں برداشت نہ کیں اور کونسی مصیبتیں انہیں پیش نہ آئیں۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تاکید فرما رہے ہیں کہ غیر
شرعی رسومات، ناشائستہ حرکات، عوامی مشکلات اور نامساعد حالات سے حاکم وقت
کو مطلع کرنا باشعور اور صائب الرائے علماء و وزراء کی ذمہ داری ہے تاکہ بادشاہ ان
کی اصلاح و تلافی کیلئے مناسب اقدام کر سکے۔



دفتر اول مکتوب ۱۹۴۲

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صدر جہان رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

علماء سوریہ بدترین مخلوق ہیں



مکتوب الیہ

یہ مکتوب گرامی صدر جہاں رحمۃ اللہ علیہ کی طرف صادر فرمایا گیا۔ آپ مضافات قنوج کے رہنے والے تھے۔ شیخ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ سے اکتساب علم کیا۔ آپ شریف الطبع، دین کا درد رکھنے والے زبردست عالم دین تھے۔ کچھ عرصہ ممالک محروسہ کے مفتی بھی رہے۔ دور اکبری میں اہم عہدوں پر فائز رہے۔ توران کے سفیر بھی رہے، بعد ازاں منصب صدارت پر سرفراز ہوئے۔ آپ نے ایک سو بیس برس عمر پائی اور ۱۰۲۷ھ میں اپنے وطن میں وفات پائی۔ آپ کے نام دو مکتوب ملتے ہیں مکتوب: ۱۹۵ بھی آپ کے نام تحریر کیا گیا۔

مکتوب - ۱۹۴۲

متن معلوم شریف است کہ در قرن سابق ہر
 فساد کے کہ پیدا شد از شومی علماء سوء بظہور آمد
 دریں باب تبیح تمام مرعی داشتہ از علماء دیندار انتخاب
 نموده اقدام خواہند فرمود علماء سوء لُصوص دین اند مطلب
 ایشان حُب جاہ و ریاست و منزلت نزد خلق است
 وَالْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهُ مِنْ فِتْنَتِهِمْ

ترجمہ: آپ کو معلوم ہے کہ سابقہ دور میں جو فساد پیدا ہوا وہ علمائے سوء کی بدبختی کی
 وجہ سے ظاہر ہوا اس سلسلہ میں پوری چھان بین کو مد نظر رکھ کر دیندار علماء کا انتخاب
 کر کے پیش قدمی فرمائیں! علمائے سوء، دین کے چور ہیں ان کا مطلب جاہ و
 ریاست کی محبت اور مخلوق کے ہاں قدر و منزلت ہے اللہ سبحانہ ان کے فتنہ سے پناہ
 میں رکھے۔

شکر

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز علمائے سوء کی مذمت بیان فرما رہے ہیں اور برصغیر میں پیدا ہونے والے فتنوں کا ذمہ دار انہیں ہی ٹھہرا رہے ہیں جن کو آپ نے نہایت جرأت و حکمت و غیرت اسلامی کے ساتھ تیخ و بن سے اکھاڑ پھینکا تھا۔ آپ کی تجدیدی کاوشیں بار آور ہوئیں۔ جہانگیر بادشاہ اکبر سے مختلف ثابت ہوا۔ آپ نے بارہ مطالبات کیے تھے جنہیں جہانگیر نے قبول کر لیا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے تعلیمات اسلامیہ اور احکام شرعیہ سے آگاہی کیلئے جید علماء کا مطالبہ کیا تھا۔ آپ مکتوب الیہ کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ چونکہ دور اکبری میں جاہ پسند اور دنیا دار علمائے سوء کی وجہ سے ہندوستان میں دین اسلام کا حلیہ بگڑا تھا اس لئے نہایت چھان بین کے بعد متقی، متدین اور متشرع علماء کا انتخاب کرنا چاہیے بلکہ ایک مکتوب میں آپ ارشاد فرماتے ہیں ”ایک ہی دیندار، عالم آخرت اس کام کیلئے کافی ہے“ کیونکہ بدترین مخلوق برے علماء ہیں اور بہترین مخلوق اچھے علماء ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے **إِنَّ شَرَّ الشَّرِّ شَرَّارُ الْعُلَمَاءِ وَإِنَّ خَيْرَ الْخَيْرِ خَيْرُ الْعُلَمَاءِ** ۱

دفتر اول مکتوب ۱۹۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ صدر جہان رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

انسان اپنے محسن کے اخلاق و اطوار اپنالیتا ہے



مکتوب - ۱۹۵

متن احسان سلاطین چونکہ نسبت بکافرِ خلائق حاصل
 است بضرورت دلہائے خلائق بحکم جُبِلَتْ
 الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ بِجَانِبِ
 مَحْسَنٍ مَّائِلٌ اسْتِپس ناچار بواسطہ این ارتباط حبی
 اخلاق و اوضاع بادشاہان بعموم خلائق علی تفاوتِ
 دَرَجَاتِ الْأَحْسَانِ ساریست بزخیر و شر و صلاح
 و فساد مانا کہ ازینجا گفتہ اند النَّاسُ عَلٰی دِينِ مُلُوكِهِمْ

ترجمہ: چونکہ سلاطین کا احسان تمام مخلوق کو حاصل ہوتا ہے مخلوق کے دل جُبِلَتْ
 الْخَلَائِقُ عَلٰی حُبِّ مَنْ أَحْسَنَ إِلَيْهِمْ (مخلوق اپنے محسن کی محبت پر پیدا کی
 گئی ہے) اپنے محسنوں کی طرف مائل ہوتے ہیں لہذا ناچار اس جہی ربط کی وجہ سے
 بادشاہوں کے اخلاق و اطوار خواہ خیر و شر ہوں یا صلاح و فساد احسان کے درجوں کے
 تفاوت کے مطابق مخلوق میں جاری و ساری ہو جاتے ہیں۔ شاید اسی لئے کہتے ہیں

رعایا اپنے بادشاہوں کے طور طریقے پر ہوتی ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ انسانی جبلت میں یہ چیز داخل ہے کہ وہ اپنے محسن خواہ صالح ہو یا طالع، کے عادات و اطوار کو اپنالیتی ہے، یوں اس کی شخصی زندگی کی تعمیر و تخریب میں اس کے محسن کا بڑا عمل دخل ہوتا ہے۔ چونکہ بادشاہ وقت رعایا کی فلاح و بہبود وغیرہا کیلئے اصلاحات نافذ کرتا ہے جس سے لوگ بہرہ مند ہوتے ہیں، اس لئے لوگ بحیثیت قوم اجتماعی طور پر متاثر ہوتے ہیں۔ سابقہ حکمران جلال الدین اکبر چونکہ خود ملحد و بے دین تھا اس لئے اس کے گمراہ گراخلاق و اطوار رعایا میں سرایت کر گئے، نتیجتاً رعایا الحاد و بے دینی کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئی لیکن اس کا جانشین جہانگیر بادشاہ اکبر سے مختلف واقع ہوا، ہماری تجدیدی کاوشیں کارگر ثابت ہوئیں ہیں، دین اسلام نے انگریزی کی ہے، بادشاہ وقت اسلام کی طرف مائل ہوا ہے اس لئے اعلیٰ عہدوں پر فائز وزراء و علماء پر لازم ہے کہ وہ فرصت اول میں اسے اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں۔ مبادہ وہ پھر غیر شرعی خرافات کی طرف مائل ہو جائے اور مسلمان پھر اسی اضطراب و التہاب میں مبتلاء ہو جائیں۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهُ

دفتر اول مکتوب ۱۹۶

مکتوب الیہ

حضرت مہنصور عرب رضی اللہ عنہ



موضوعات

راہ سلوک سات قدم ہے ، تجلی ذاتی کے دو معانی
راہ سلوک اجمالاً دو قدم ہے ، فنائے اتم کی اقسام



مکتوب - ۱۹۶

متن این راہ کہ مادر صد و قطع آنیم ہمگی ہفت گام
 است دو گام بعالم خلق تعلق دارد و پنج گام
 بعالم امر بگام اول کہ سالک در عالم امر می زند تجلی
 افعال رومی دید و بگام دوم تجلی صفات و بگام سوم
 شروع در تجلیات ذاتیہ می افتد

ترجمہ: یہ راہ کہ ہم جس کو طے کرنے کے درپے ہیں سات قدم ہے۔ دو قدم عالم
 خلق کے ساتھ تعلق رکھتا ہے اور پانچ قدم عالم امر سے۔ قدم اول، جو سالک عالم
 امر میں رکھتا ہے اس میں تجلی افعال ظاہر ہوتی ہے۔ دوسرے قدم میں تجلی صفات اور
 تیسرے قدم پر تجلیات ذاتیہ رونما ہوتی ہیں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے راہ سلوک کو
 سات قدم کہا ہے۔ عالم خلق کے دو قدم سے لطیفہ نفس اور عناصر اربعہ مراد ہیں

اور عالم امر کے پانچ قدم سے قلب، روح، سر، خفی اور اخفی لطائف خمسہ مراد ہیں۔ طریقت نقشبندیہ مجددیہ میں طئی سلوک عالم امر کے لطائف سے شروع کرتے ہیں جبکہ دیگر سلاسل مقدسہ میں عالم خلق سے شروع کرتے ہیں۔ جب سالک کا لطیفہ قلب ماسوی اللہ کی گرفتاری سے آزاد اور گناہوں کی آلائشوں سے پاک ہو جاتا ہے تو اس میں انوار و تجلیات کے ظہور کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے وہ حق تعالیٰ کی افعالی تجلیات کا مظہر بن جاتا ہے۔ حضرت مولانا روم مست بادہ قیوم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

رو تو زنگار از رخ خود پاک کن

بعد ازاں آن نور را ادراک کن

حضرت بیدل رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں بیان فرمایا ہے

فیض خواہی در وداع الفت زنگار کوش

چوں صفات آئینات گیرد جہان دیگرئی

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ جب عالم امر کے لطائف میں فنائیت حاصل ہو جائے تو ولایت

صغریٰ نصیب ہوتی ہے اور ان لطائف کا عروج آسمانوں تک ہوتا ہے اور جب

لطائف عالم خلق (قلبیہ و نفسی) کو بذریعہ سلطان الاذکار وغیرہا فنائیت حاصل ہوتی

ہے تو اسے ولایت کبریٰ کہتے ہیں ان لطائف کا عروج عرش سے اوپر تک ہوتا ہے۔

ولایت صغریٰ میں فیضان ولایت نصیب ہوتا ہے جبکہ ولایت کبریٰ میں فیضان نبوت

میسر ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی مستحضر رہے کہ لطیفہ قلب پر تجلیات افعالیہ، لطیفہ روح پر تجلیات صفاتیہ اور لطیفہ سر پر تجلیات ذاتیہ شیونیہ کا ورود ہوتا ہے۔ لطیفہ خفی میں تجلیات صفات سلبیہ کا فیض نصیب ہوتا ہے جو اعتبارات کی طرف راجع ہیں جبکہ تجلی شان جامع ذاتِ بحتِ احدیت کا فیض، لطیفہ اخفی میں میسر ہوتا ہے۔

بینہ نمبر ۳:

یاد رہے کہ تجلی ذاتی کا اطلاق دو قسم پر آتا ہے

اول..... بمعنی عام دوم..... بمعنی خاص

تجلی ذاتی بمعنائے عام وہ تجلی ہوتی ہے جو صفاتِ ثمانیہ زائدہ سے بلندتر ہوتی ہے جیسے تجلی شیونات و اعتبارات۔

تجلی ذاتی بمعنائے خاص وہ تجلی ہوتی ہے جو تجلی شیونات و اعتبارات سے بھی بلندتر ہوتی ہے اور وہ ذاتِ بحت حق تعالیٰ کے ساتھ مربوط ہوتی ہے۔ اس مکتوب شریف میں تجلی ذاتی سے مراد تجلی ذاتی بمعنائے عام مراد ہے۔

بینہ نمبر ۴:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ جو سالک لطیفہ سر میں فنایت سے مشرف ہو جاتا ہے اسے خلافت مقیدہ سے نواز کر بیعت کی اجازت مرحمت فرمادی جاتی ہے تاکہ دوسروں کو ذکر و فکر کی تلقین و تعلیم کے دوران اس کی خود بھی تکمیل ہو جائے اور وہ مرتبہ بقا تک رسائی حاصل کر لے جبکہ خلیفہ مطلق بقا اور تزکیہ نفس سے مشرف ہو چکا ہوتا ہے۔

متن این راہ دو خطوہ است مراد از ان عالم خلق و
عالم امر داشته اند علی سبیل الاجمال و
تیسیراً للأمر علی نظر الطلاب بہر گامی ازین
گامہائی ہفت گانہ از خود دور می افتد و بحق سبحانہ
نزدیک

ترجمہ: یہ راہ دوم قدم ہے اس سے مراد اجمالی طور پر عالم خلق اور عالم امر لیتے ہیں
تا کہ طالبوں کی نظر میں یہ کام آسان دکھائی دے۔ ان سات قدموں میں سے
ہر قدم پر سالک خود سے دور اور حق سبحانہ سے نزدیک ہوتا جاتا ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے راہ سلوک کو اجمالاً دو قدم قرار
دیا ہے تا کہ سالکین نہایت جوش و جذبہ کے ساتھ سلوک طے کرنے کیلئے کمر ہمت باندھ
لیں اور سنت و شریعت پر کار بند اور اوراد و وظائف کے پابند ہو جائیں تا کہ وہ دوران
سلوک، نفسانی خواہشات اور بشری نقائص سے دور ہو جائیں اور انہیں حق تعالیٰ کا
قرب بلا کیف حاصل ہو جائے۔ بقول شاعر

بہ نشیں بہ گدایاں در دوست کہ ہر کس
بنشت بایں طائفہ شاہی شد و برخواست

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ ایسا مرشد گرامی جو کمالات نبوت میں رسوخِ کامل رکھتا ہو وہ اپنے مریدین کو مراتبِ ظلال طے کروائے بغیر کمالاتِ اصلیہ تک پہنچا سکتا ہے، جیسا کہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اپنے فرزند ارجمند عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز کو مراتبِ ظلال طے کروائے بغیر یکبارگی کمالاتِ اصلیہ تک پہنچا دیا تھا۔ یونہی حضرت خواجہ محمد معصوم قدس سرہ العزیز کے متعلق منقول ہے کہ آپ صرف ایک ہفتہ میں مریدین کو فنائے قلب سے مشرف فرمادیتے تھے اور جو مرید ایک ماہ آپ کی خدمت بابرکت میں رہتا تھا اسے فنائے نفس نصیب ہو جاتی تھی۔

بینہ نمبر ۲:

یاد رہے کہ عالمِ خلق اور عالمِ امر کے لطائفِ عشرہ طے کرنے کے بعد فنایتِ تامہ حاصل ہوتی ہے جس پر بقائے اکمل مترتب ہوتی ہے۔ بقا میں سالکین کے اندر انعکاساتِ عالم و جوہ کی قبولیت کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے اس لئے جس قدر فنا میں رسوخ و ملکہ زیادہ ہوگا اسی قدر بقا کامل تر ہوگی اور یہی فنا و بقا ولایتِ خاصہ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰات کے حصول کا باعث ہوتی ہے۔ اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْنَا اِيَّاهَا

بینہ نمبر ۳:

اہلِ طریقت کے نزدیک فنائے اتم کی دو قسمیں ہیں

اول..... وہ فنائے اتم جو لطیفہ کو ہی حاصل ہوتی ہے

دوم..... وہ فنائے اتم جو عارف کو نصیب ہوتی ہے

یہاں اس مکتوب میں فنائے اتم سے مراد فنائے اول نہیں بلکہ فنائے دوم ہے
کیونکہ یہ معارف، انتہائی معارف میں سے ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۷۰

مکتوب الیہ

حضرت پہلوان محمودؒ رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

دنیا اور اہل دنیا کی مذمت

ترک دنیا اور باب جمعیت کی صحبت کے بغیر دشوار ہے



مکتوب - ۱۹۷۰

متن سعادت مند کے است کہ دلش از دنیا سرد
 شدہ باشد و بحرارتِ محبتِ حق سبحانہ تعالیٰ گرم
 محبتِ دنیا سرگناہاں است و ترکِ آن سرجمع
 عباداتِ چہ دنیا مغضوبہ حق است سبحانہ

ترجمہ: سعادت مند وہ شخص ہے کہ جس کا دل دنیا سے سرد ہو گیا ہو اور محبتِ حق سبحانہ تعالیٰ کی حرارت سے گرم ہو گیا ہو دنیا کی محبت گناہوں کی جڑ ہے اور اس کا چھوڑنا جمع عبادات کا سرچشمہ ہے کیونکہ دنیا حق سبحانہ کی مغضوبہ ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز دنیا اور اہل دنیا کی مذمت بیان فرما رہے ہیں کیونکہ دنیوی مال و منال، شاہی جاہ و جلال، اور عارضی عزت و شہرت وغیرہا یادِ حق سے غافل کر دیتے ہیں۔ یادِ خدا سے غافل کر دینے والی اشیاء قابلِ اعراض

اور لائقِ اجتناب ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ فَأَعْرِضْ عَنْ مَنْ تَوَلَّىٰ عَنْ ذِكْرِنَا لَا
سے عیاں ہے۔ اہل اللہ فرماتے ہیں کہ جو چیز بھی یاد خدا سے غافل کر دے وہی دنیا
ہے۔

چیست دنیا از خدا غافل بدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا اللہ تعالیٰ کی مغضوبہ ہونے کی وجہ سے لائقِ ملامت اور اہل دنیا قابلِ لعنت
ہیں جیسا کہ ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰت الدُّنْيَا مَلْعُونَةٌ وَمَلْعُونٌ مَا فِيهَا
إِلَّا ذِكْرُ اللَّهِ وَمَا وَالَاهُ سے عیاں ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا

اہل دنیا چہ کہین و چہ مہین
لعنةُ الله عليهم اجمعين

جبکہ نواہی سے اجتناب، اوامر کا اکتساب اور اعمالِ صالحہ بجالانے والے
ذاکرین ایسے ازلی سعادت مند ہوتے ہیں جن کے قلوب دنیوی نجاستوں سے
پاک اور محبت الہیہ سے آباد ہوتے ہیں۔ سنت و شریعت کی پابندی اور سلطان
الاذکار کرنے کی بدولت ان کے جسم کا بال بال یاد الہی سے سرشار ہوتا ہے

ذرات وجودم ہمہ را دوست گرفت

باقی نماند بر من جز پوست

ان کے انفاس قدسیہ اور توجہات عالیہ کی بوباس فضاؤں کو لطیف اور زمین کو
شریف بنا دیتی ہے اس لیے اہل اللہ کے ملبوسات متبرک اور مقامات مقدس ہوتے
ہیں۔

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ ترک دنیا کی حقیقت یہ ہے کہ دنیا کی رغبت ترک ہو جائے اور ترک رغبت اسی وقت متحقق ہوتا ہے جب اس کا ہونا نہ ہونا مساوی ہو جائے۔ اس کا حصول ارباب جمعیت کی صحبت کے بغیر دشوار ہے۔

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ جب کوئی سالک کسی اہل جمعیت شیخ کامل مکمل کے زیر تربیت عروجی مدارج اور نزولی مراتب طے کرتا ہے تو وہ رفع غفلت کی بنا پر ذکر سے گذر کر مذکور کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتا ہے اور بقول شاعر اس کی کیفیت کچھ یوں ہوتی ہے۔

وہ اسے یاد کرے جس نے بھلایا ہو کبھی

ہم نے اسے بھلایا نہ کبھی یاد کیا

حضور مع اللہ بلا غیبوبہ کے مرتبہ پر فائز المرام عارف کو اگر کسی عمل خیر کی دعوت دی جائے تو حَسَنَاتُ الْاَبْرَارِ سَيِّئَاتُ الْمُقَرَّبِينَ کے مقولہ کے مطابق وہ عمل خیر اس عارف کیلئے مشاہدہ میں رکاوٹ بنتا ہے کیونکہ وہ مذکور کے جلوؤں میں محو ہوتا ہے۔

دفتر اول مکتوب ۱۹۸

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خانان رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

سکریہ علوم و معارف کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہئے
تواضع اور استغناء فقر کے لوازمات میں سے ہیں



مکتوب - ۱۹۸

متن فتوحاتِ مکہ مصباح فتوحاتِ مدنیہ باد

ترجمہ: فتوحاتِ مکہ، فتوحاتِ مدینہ کی کلید ہو۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ ایسی کتب جن کے علوم و معارف، مکشوفات و الہامات، شریعت مطہرہ سے بظاہر متصادم ہوں، کے مطالعہ سے احتراز کرنا چاہئے۔ کیونکہ یہ توحید و جودی کے احوال و مواجید پر مشتمل ہوتے ہیں۔ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰات نے توحید و جودی کی تعلیم و تبلیغ نہیں فرمائی.....

چونکہ یہ صوفیائے کرام کے الہامات ہیں اور الہام ظنی ہوتا ہے جبکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے علوم وحی ہوتے ہیں اور وحی قطعی ہوتی ہے اس لئے فتوحاتِ مکہ کی بجائے فتوحاتِ مدنیہ (احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات) کا مطالعہ کرنا چاہیے اور سنت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات کی متابعت کا التزام کرنا چاہیے، جو حق تعالیٰ کی رضا و محبوبیت کا باعث ہے جیسا کہ آیہ کریمہ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ

سے عیاں ہے۔

بلیز نمبر ۱:

واضح رہے کہ فتوحاتِ مکیہ اور فصوص الحکم حضرت محی الدین ابن عربی قدس سرہ العزیز کی معروف تصانیف لطیفہ ہیں جو وحدت الوجود کے علوم و معارف پر مشتمل ہیں۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عربی قدس سرہ العزیز مقررینِ بارگاہ میں سے ہیں اس لئے ان کے ادب و احترام کو ملحوظ رکھنا چاہیے البتہ ان کے بیان کردہ معارف عجیبہ سے احتراز کرنا چاہیے یہی احوط و اسلم رستہ ہے۔
ما را بانص کار است نہ بفص فتوحاتِ مدنیہ از فتوحاتِ مکیہ مستغنی
ساختہ است ل

متن
مخدوم فقراء را باغنیاء آشنائی کر دین دریں زمان
بسیار متعسر است اگر فقراء بکفتن یا نوشتن راہ
تواضع و حسن خلق کہ از لوازم فقر است پیش میگیرند
کو تہ اندیشاں از سوء ظن خود می انگارند کہ طامع و محتاج
اند لا جرم درین ظن خسر الدُّنیاء و الآخرۃ می گردند
و از کمالاتِ این بزرگواران محروم می مانند و اگر فقراء

باستغناء حرف می زند قاصر نظر اس از بد خلقی خود قیاس
می کنند کہ متکبر و بد خلق اند نمی دانند کہ استغناء نیز از
لوازم فقر است کہ جمع ضدین اینجا از استحاله برآمده
است

ترجمہ: میرے مخدوم! فقیروں کا امیروں کے ساتھ دوستی کرنا اس دور میں بہت
مشکل ہے اگر فقراء گفتگو یا تحریر میں تواضع اور حسن خلق کی روش سے پیش آئیں جو فقر
کے لوازمات میں سے ہے تو کوتاہ اندیش اپنی بدگمانی سے خیال کرتے ہیں کہ وہ
لاالچی اور محتاج ہیں یقیناً اس بدگمانی کی وجہ سے دنیا و آخرت کے خسارہ میں پڑ جائیں
گے اور ان بزرگوں کے کمالات سے محروم رہ جائیں گے اور اگر فقراء استغناء برتیں تو
کم نظر اپنی بد خلقی پر قیاس کرتے ہوئے انہیں متکبر اور بد خلق سمجھتے ہیں۔ وہ یہ نہیں
جانتے کہ استغناء بھی فقر کے لوازمات میں سے ہے کیونکہ جمع ضدین اس مقام پر حل
ہو جاتے ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تواضع اور استغناء کو فقر کے
لوازمات قرار دے رہے ہیں۔ دراصل علمائے راہنہ اور عرفائے کاملین حق تعالیٰ کے
اخلاق و صفات سے متخلق و متصف ہوتے ہیں اس لئے وہ صفات الہیہ کے مظہر ہوتے
ہیں۔ بنا بریں لوگوں کی رشد و ہدایت اور تعلیم و تربیت کیلئے کبھی جمالی انداز میں تواضع و
محبت سے پیش آتے ہیں اور کبھی امراء و عمائدین سلطنت کے تکبر و تجتر کو روندنے کیلئے

جلالی انداز میں استغناء سے پیش آتے ہیں۔

نہیں فقر و سلطنت میں کچھ امتیاز ایسا

وہ سپاہ کی تیغ بازی یہ نگاہ کی تیغ بازی

اس لئے جو کوتاہ بین اور حرماں نصیب اپنے اوپر قیاس کرتے ہوئے اہل اللہ پر

حریص و متکبر ہونے کے فتوے داغتے ہیں وہ اہل اللہ سے بدگمان ہو کر دنیوی خسران

اور اخروی حرمان کا شکار ہو جاتے ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **إِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ إِثْمٌ**

سے عیاں ہے بقول شاعر

از قیاس خندہ آمد خلق را

کوچہ خود پنداشت صاحب دل را

کارِ پاکان را قیاس از خود مگیر

گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

بینہ نمبر ۱:

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں کہ حضرت شیخ ابوسعید خراز

رحمۃ اللہ علیہ کا قول **عَرَفْتُ رَبِّي بِجَمْعِ الْأَضْدَادِ** ارباب فکر و نظر کے نزدیک محال

ہے اس لئے آپ استغناء کا اظہار کرتے ہوئے فرما رہے ہیں کہ ولایت کے اطوار، نظر و

خرد سے بالا ہیں اس لئے عقلاء کی تنقید کی فکر نہیں کرنی چاہیے۔

بینہ نمبر ۲:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ اعتبارات و شیونات، تقدیسات و تنزیہات کا مستجمع ہے۔

بنابریں اس کی صفات متغائر ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ **هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ** سے عیاں ہے۔ جب بندہ مومن اس کی صفات متغائرہ سے متصف و متخلق ہوتا ہے تب ہی اس پر جمع اضداد کے مقولہ کی حقیقت کھلتی ہے۔ بقول اقبال

مرحوم

قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت

یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان

دفتر اول مکتوب ۱۹۹

مکتوب الیہ

حضرت محمد امینؑ کا بلی و رحمہ علیہ



موضوع

تزکیہ نفس اور معرفت الہیہ
اہل اللہ کی صحبت پر موقوف ہے



مکتوب - ۱۹۹

متن اظہارِ طلبِ وردے از اوراد نمودہ بودند بناءً
 علی ذالک اخوی ارشدی مولانا محمد صدیق را
 فرستادہ شد تا بذکرے ازیں طریقہ علیہ مشغول سازد و
 بانچہ امر فرماید در ایشال آن سعی بلیغ خواہند نمود امید
 است کہ مثمر نتائج کردد چوں مجرد نوشتن کفایت نمی
 کرد و تعلق بحضورِ صحبت داشت بنا بر این تصدیق

اخوی مشارالیه را دادہ شد

ترجمہ: آپ نے اوراد میں سے کسی ورد کی طلب کا اظہار کیا تھا اس لئے سعادت
 مند بھائی مولانا محمد صدیق کو بھیجا جاتا ہے تاکہ وہ آپ کو طریقہ عالیہ کے ذکر میں
 مشغول کر دیں وہ جو کچھ حکم دیں اس کی تعمیل میں بھرپور کوشش کریں امید ہے کہ نتیجہ
 خیز ثابت ہوگا چونکہ محض لکھنا کفایت نہیں کرتا بلکہ حضورِ صحبت سے تعلق رکھتا ہے اس
 لئے مشارالیه بھائی کو تکلیف دی گئی ہے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اہل اللہ کی صحبت و مجالست کی تلقین فرما رہے ہیں کیونکہ محض اوراد و وظائف سے برکات اور مطالعہ کتب سے علوم تو حاصل ہو جاتے ہیں مگر تزکیہ نفس اور معرفتِ خداوندی جل سلطانہ اہل اللہ کی صحبت پر ہی موقوف ہے بلکہ دورانِ سلوک ہر سبق کیلئے شیخ کی توجہ ضروری ہوتی ہے۔

بقول شاعر

اے عالم دانا کہ بدیں علم غروری
 نزدیک بمطلوب نہ بلکہ تو دوری
 تاخانہ دل را نہ کنی مخزنِ توحید
 حق را شناسی تو بدیں کنز و قدوری

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت ملا شکیبہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

شیخ کامل کے بغیر طمی سلوک باعثِ ضلالت ہے

شیخ ناقص کی صحبت زہر قاتل ہے

راہ نامسلوک جذبِ کارستہ ہے



مکتوب - ۲۰۰

متن ہر کہ از ایشان با تمیز بود یعنی قوت جذب
 نداشت و استیلائے محبت در حق وے مفقود
 بود چون راہ نداشت اعداء دین او را از راہ بردند
 و ہلاکش ساختند و بموت ابدی گرفتارش گردانیدند

ترجمہ: ان میں سے جو با تمیز تھا یعنی جذبہ کی قوت نہیں رکھتا تھا اور غلبہء محبت اس کے حق میں مفقود تھا چونکہ راہبر نہیں رکھتا تھا اس لئے دشمنان دین نے اسے رستہ سے بہکا دیا، ہلاک کر دیا اور ابدی موت میں گرفتار کر دیا۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز یہ نصیحت فرما رہے ہیں کہ راہ سلوک کو شیخ کامل مکمل کے بغیر طے کرنا باعث ضلالت و گمراہی ہے کیونکہ دوران سلوک رحمانی خطرات، شیطانی تلبیسات اور انوار و الوان کے درمیان امتیاز کرنا کسی راہ بین اور راہ دان شیخ طریقت کا ہی کام ہے جیسا کہ آیات کریمہ

لَا قُعْدَانَ لَهُمْ صِرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ ۱ وَلَا غُيُوبَيْنَهُمْ أَجْعَعِينَ ۲ اور
وَمَنْ يُضِلُّ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ وَلِيًّا مُرْشِدًا ۳ سے واضح ہے۔ بقول دانائے
شیراز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ

دریں ورطہ کشتی فرو شد ہزار
کہ پیدا نشد تختہ برکنار

جب مرشد کامل کی دستگیری نصیب ہو جائے تو اس کی صحبت و ارشاد کے جملہ
آداب و شرائط کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے ”مردہ بدست غسال“ کے مصداق اپنے
آپ کو اس کے حوالے کر دینا چاہیے اور ہر قسم کے اعتراض و انکار سے کلیۃً اجتناب
کرنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ **فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ ۴** سے
عمیاں ہے۔ بقول شاعر

چوں گرفتی پیر را تسلیم شو
ہم چو موسیٰ زیر حکم حضر رو

بینہ نمبراً:

واضح رہے کہ سنت و شریعت کا باغی اور راہ طریقت سے نابلد شیخ، ناقص ہوتا
ہے اس کی مثال نیم حکیم جیسی ہوتی ہے جو وصول الی اللہ کی راہ میں حائل اور سالکین
کی طلب و شوق میں فتور کا باعث ہوتا ہے اس کی صحبت زہر قاتل اور اس سے طریقہ
اخذ کرنا اپنی استعداد و صلاحیت کو ضائع کرنا ہوتا ہے وہ خود بھی گمراہ ہوتا ہے اور
دوسروں کو بھی گمراہ کر دیتا ہے۔

۱ الاعراف ۷: ۱۶ ۲ الحجر ۱۵: ۳۹ ۳ الکہف ۱۸: ۱۷ ۴ الکہف ۱۸: ۷۰

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہ ہر دست نباید داد دست

بیتنہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ وصول الی اللہ کیلئے تین بنیادی ارکان و اساسی امور ہیں
جو سالکین کے پیش نظر رہنے چاہئیں

۱..... فضل خدا

۲..... شیخ کامل مکمل

۳..... حق تعالیٰ کا عطا فرمودہ علم و شعور اللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

(شیخ کامل کی علامات البینات شرح مکتوبات جلد دوم مکتوب نمبر ۶۱ میں ملاحظہ فرمائیں)

متن مخدوما کا بر طریقہ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم
ہمیں راہ نامسلوک را اختیار کرده اند و ان راہ
نامعہود در طریقہ این بزرگواراں راہ معہود گشتہ است
و عالم عالم را ازین راہ بتوجہ و تصرف بمطلب می
رسانند این طریق را وصول لازم است اگر مراعات
آداب پیر مقتدا نمودہ آید چہ درین طریق پیر و جوان
در وصول برابر اند و نساء و صبیان متساوی

توجہ: میرے مخدوم! طریقہ نقشبندیہ کے اکابرین قدس اللہ اسرارہم نے اسی راہ نامسلوک کو اختیار فرمایا ہے اور وہ غیر مقررہ طریقہ ان بزرگوں کے طریقہ میں مقررہ رستہ ہو گیا ہے اور انہوں نے جہانوں کے جہان اس رستہ سے توجہ اور تصرف کے ذریعے مقصود تک پہنچا دیئے ہیں۔ اس طریقے میں وصول لازم ہے بشرطیکہ شیخ مقتداء کے آداب کی رعایت کی جائے اس طریقے میں بوڑھے، جوان، خواتین اور بچے وصل میں برابر ہیں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے وصول الی اللہ کے دو رستوں کا ذکر فرمایا ہے۔

اول..... راہِ مسلوک دوم..... راہِ نامسلوک

راہِ مسلوک کو مسلوک کا رستہ کہا جاتا ہے اور راہِ نامسلوک کو جذب کا رستہ کہتے ہیں اکثر متقدمین اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم نے راہِ اول کے ذریعے سلوک طے کیا۔ اس رستہ میں عالم خلق کے لطائف سے سلوک شروع کرواتے ہیں۔ پہلے نفس کا تزکیہ کرواتے ہیں آخر میں تصفیہ قلب کی دولت قصویٰ عطا فرمادیتے ہیں۔ ریاضات شاقہ، مجاہدات شدیدہ اور ترک حیوانات وغیرہا کی بنا پر اس کا دورانیہ کافی طویل ہوتا ہے۔

جبکہ راہِ دوم میں ترتیب و تفصیل نہیں بلکہ غلبہء محبت اور جذبہ درکار ہوتا ہے۔ اس میں عالم امر کے لطائف سے سلوک شروع کرواتے ہیں۔ سنت و شریعت کا پابند بنا کر توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے واصل باللہ کر دیتے ہیں۔ انہی راہ نامسلوک والوں کو نقشبندی بزرگ کہا جاتا ہے۔ امام الطریقہ، غوث الخلیقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے بارگاہ قدس جل سلطانہ میں دو خصوصی دعائیں کی تھیں جو

مستجاب ہوئیں۔

۱..... ذکر قلبی خفی

۲..... ایسا رستہ جو بہر حال موصل ہو

از حق سبحانہ و تعالیٰ طریقے خواستہ ام کہ البتہ موصل باشد

جانشین شاہ نقشبند حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا

گر نشکستے دلِ دربانِ راز

قفلِ جہاں را ہمہ بکشادے

کسی عربی دان شاعر نے اس کی تعریف یوں کی ہے

لَوْ مَا خَشِيْتُ مَلَالَ قَلْبِ الْخَازِنِ

لَفَتَحْتُ أَقْفَالَ الْعَوَالِمِ كُلِّهَا



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت گوچک بیگ حضائی رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

تفصیلی علوم و اشیا، چند حروف و ظروف میں

مندرج ہو سکتے ہیں



مکتوب - ۲۰۱

متن ظاہراً ان شخص از روئے علم و سماع و مطالعہ
کتب گفتہ باشد کہ از کبار متقدمین امثال
این سخنان سر برزودہ اند حضرت امیر کرم اللہ وجہہ
فرمودہ اند کہ جمیع علوم در باءِ بسمہ مندرج است
بلکہ در نقطہ آن باء

ترجمہ: ظاہری طور پر اس شخص نے علم و سماع اور مطالعہ کتب کے بارے میں کہا
ہوگا کیونکہ متقدمین اکابر سے اس قسم کی باتیں صادر ہوئی ہیں حضرت امیر (علی) کرم
اللہ تعالیٰ وجہ فرماتے ہیں کہ جمیع علوم بسم اللہ کی باء میں درج ہیں بلکہ اس باء کے نقطہ
میں۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک استفسار کا
جواب مرحمت فرما رہے ہیں کہ تفصیلی علوم و معارف وغیرہا کو اجمالاً چند حروف و

ظروف و نکات میں اندراج کیا جاسکتا ہے۔ جیسے بیج میں پودے کے تنے، شاخیں، پھل اور پھول پنہاں ہوتے ہیں۔ خواجہ خواجگان حضرت خواجہ معین الدین حسن رحمۃ اللہ علیہ تاجدار اجمیر شریف نے انا ساگر کے تالاب کے سارے پانی کو کرامتاً لوٹے میں سمودیا۔^۱

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مبارز افصح اللہ حکیم رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

مشائخ نقشبندیہ بہت غیور ہوتے ہیں، اپنے شیخ سے عقیدت میں فرق باعث گمراہی و رسوائی ہے
مشائخ نقشبندیہ کا طریقہ دعوتِ اسماء نہیں بلکہ مسما ہے
افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اہل سنت کا اجماع ہے
تقلید مذموم باعث ہلاکت ہے



مکتوب - ۲۰۲

متن روزی سخن از غیرت مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ
 تعالیٰ اسرار ہم مذکور می شد در اس اثناء مذکور شد کہ
 حال انجماء خواهد شد کہ خود را در سلک ارادت این اکابر
 داخل ساختہ اند و یاد ضمن اینہا خود را در آورده اند و ایشان
 قبول فرمودہ و در ثانی الحال بے بہت و بے موجب
 قطع این بزرگواران نمودہ اند و بطن و تخمین مستشبت اذیال
 دیگران کشتہ

ترجمہ: ایک روز مشائخ نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرار ہم کی غیرت کے متعلق گفتگو
 ہو رہی تھی اسی اثناء میں یہ ذکر ہوا کہ اس جماعت کا کیا حال ہوگا جو اپنے آپ کو ان
 اکابرین کی ارادت کی لڑی میں داخل کرتے ہیں یا ان کے ضمن میں اپنے آپ کو
 لاتے ہیں اور ان اکابر نے انہیں قبول فرمایا اور بعد ازاں کسی وجہ و سبب کے ان
 بزرگوں سے قطع تعلق کر لیا اور اپنے خیال و گمان سے دوسروں کے دامن کو جا پکڑا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم کی غیرت کا تذکرہ فرما رہے ہیں کہ جب کوئی سالک کسی نقشبندی شیخ کے زیر تربیت یا زیر ضمنیت ہو اور وہ شیخ گرامی اس کی روحانی آبیاری اور باطنی تربیت میں گہری دلچسپی بھی لے رہا ہو پھر مرید بغیر کسی وجہ کے قطع تعلق کر کے کسی اور سلسلہ میں داخل ہو جائے تو اس کی منزل کھوٹی اور روحانی موت واقع ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اہل اللہ والدین کی طرح غیرت مند ہوتے ہیں۔ خصوصاً خواجگان نقشبندیہ رضی اللہ عنہم نسبت صدیقی کے حامل ہونے کی وجہ سے فیوض و برکات کے بحرِ ذار ہوتے ہیں اس لئے یہ گوارا نہیں کرتے کہ ان کا کوئی فقیر بحرِ بیکراں کو چھوڑ کر ندی نالوں کی طرف متوجہ ہو۔ امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند بخاری قدس سرہ الساری نے ایسی غیرت سکھائی کہ ان کے مرید نے ڈوبتے ہوئے بھی اپنی جان بچانے کی خاطر سیدنا خضر علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیا۔

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ نقشبندیوں کا راندہ کسی در سے فیض نہیں پاسکتا، وہ عمر بھر یونہی در بدر ٹھوکریں کھاتا پھرے گا یہ نقشبندی غیرت کا فیصلہ ہے۔ البتہ کسی دوسرے سلسلے کا مرید کسی معقول وجہ سے عقیدت توڑ کر نقشبندیوں کی غلامی کا قلابہ زیبِ گلو کر لے تو فیض و برکت سے محروم نہیں رہے گا کیونکہ نقشبندی ملح المشائخ ہوتے ہیں اور ان کا طریقہ سلسلۃ الذہب ہے۔

بیتہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ سلسلہ نقشبندیہ میں سابق مشائخ کرام، نیچے والوں کو براہ راست قبور مقدسہ سے فیض دیتے ہیں اس لئے ان میں حصول فیض، بطریق اویسیت کا غلبہ ہے یہی وجہ ہے کہ ان میں اکثر شجرہ اویسیہ پڑھا جاتا ہے۔

بیتہ نمبر ۳:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ شیخ کے دستِ حق پرست پر بیعت ہونے سے جمیع اکابرین سلسلہ کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے اور شیخ کی ناراضگی سے سلسلہ کے تمام بزرگ ناراض ہو جاتے ہیں اور اپنے شیخ سے عقیدت میں فرق باعث گمراہی اور موجب رسوائی ہے۔ **الْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحَانَهُ**

بیتہ نمبر ۴:

یاد رہے کہ غیرت مذموم، لائق ملامت ہے جبکہ غیرت محمود، قابلِ مدحت ہے، جو ارباب تزکیہ نفوس اور اصحاب تصفیہ قلوب کو ہی نصیب ہوتی ہے۔

متن طریق باطریق دعوت اسماء نیست اکابر این طریقت

استہلاک در ستائے این اسماء اختیار فرمودہ انداز ابتداء

توجہ ایشان باحدیث صرف است از اسم و صفت جز

ذات نمی خواہند تعالیٰ و تقدس

توجہ: ہمارا طریق دعوتِ اسماء کا طریقہ نہیں ہے۔ اس طریقت کے اکابرین نے ان اسماء سے مستمی میں فنایت کو اختیار فرمایا ہے۔ ابتداء ہی سے ان کی توجہ احدیتِ صرف کی طرف ہے وہ اسم و صفت سے سوائے ذاتِ تعالیٰ و تقدس کے کچھ نہیں چاہتے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقتِ نقشبندیہ کا اختصاص و امتیاز بیان فرما رہے ہیں کہ سلسلہ نقشبندیہ کا طریقہ دعوتِ اسماء کا نہیں بلکہ مستمی کا ہے۔ نقشبندی سائلین تکرارِ اسماء کے ذریعے اشیائے ممکنات اور تسخیرِ کائنات طلب نہیں کرتے بلکہ ان کا مقصود و مرام ذاتِ حق تعالیٰ ہوتا ہے، بنا بریں دوسروں کی نہایت ان کی بدایت میں درج کر دی گئی ہے۔

قیاس کن ز گلستان من بہار مرا

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ حق تعالیٰ کے اسماء و صفات کا ذکر و تکرار کرنے والے دو قسم کے طبقات ہیں۔

طبقہ اولیٰ..... کے ذاکرین اسمائے الہیہ کا اس لئے ورد کرتے ہیں تاکہ ان اسماء کے خواص حاصل ہو جائیں، چنانچہ اس قسم کے لوگ **یَا صَمَدُ** کا وظیفہ تسخیرِ کائنات کیلئے کرتے ہیں **یَا بَاسِطُ** کا تکرار وسعتِ رزق کیلئے کرتے ہیں۔

طبقہ ثانیہ..... کے ذاکرین اسماء باری تعالیٰ کا تکرار اس لئے کرتے ہیں تاکہ انہیں ذاتِ بحت جل سلطانہ تک رسائی نصیب ہو جائے۔

بینہ نمبر ۲:

ہمارے آقائے ولی نعمت زبدۃ الفقراء حضرت خواجہ صوفی محمد علی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خاص آلومہار شریف فرمایا کرتے تھے کہ ہم سے تسخیر کائنات کا وظیفہ نہ مانگو بلکہ ہم سے تسخیر ذات جل سلطانہ کا طریقہ پوچھو۔

بینہ نمبر ۳:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جو شخص ہر قسم کی تعلیمات و تفہیمات اور تنبیہات کے باوجود اپنے غلط موقف و عمل پر مصر رہے۔ ”زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد“ کے مصداق سنی ان سنی کر دے وہ قابل رحم و التفات نہیں ہوتا جیسا کہ **أَمَّا الرَّاضِي بِالضَّرْرِ لَا يَسْتَحِقُّ النَّظَرَ** مثل مشہور ہے۔

**مَنْ اِجْمَاعِ سَلَفٍ بِرَافِضِيَّةِ حَضْرَتِ صَدِيقِ بَرَجَمِيْعِ
بَشْرٍ بَعْدَ اَزْ اَنْبِيَاءِ عَلَيْهِمُ الصَّلَوَاتُ وَالتَّلِيْمَاتُ مِنْعَقِدِ
كُتِبَتْ اِسْتِحْمَقِيْ بِاَشْدَ كُتُوْبِ خَرَقِ اِيْسِ اِجْمَاعِ نَمَائِدِ**

ترجمہ: سلف صالحین کا اس امر پر اجماع ہو چکا ہے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوات والتسلیمات کے بعد سب سے افضل حضرت صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ وہ احمق ہے جسے اس اجماع کو توڑنے کا وہم ہو۔

شکر

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کے بعد افضلیت پر اجماع امت بیان فرما رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مسئلہ افضلیت صدیق (رضی اللہ عنہ) پر قدرے تفصیلات بیان کر دی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ حضرت علامہ جلال الدین دوانی رحمۃ اللہ علیہ ارقام پذیر ہیں

وَ الْاِمَامُ بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ
ثَبَّتَتْ اِمَامَتُهُ بِالْاِجْمَاعِ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوقُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ عُمَانُ
ذُو النُّوْرِينِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ ثُمَّ عَلِيُّ الْمُرْتَضَى كَرَّمَ اللهُ وَجْهَهُ وَالْاَفْضَلِيَّةُ
بِهَذَا التَّرْتِيبِ وَمَعْنَى الْاَفْضَلِيَّةِ اَنَّهٗ اَكْثَرُ ثَوَابًا عِنْدَ اللهِ تَبَارَكَ وَ
تَعَالَى لَا اَنَّهٗ اَعْلَمُ وَاَشْرَفُ نَسَبًا وَمَا اَشْبَهَ ذَالِكَ ۱

یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ کی امامت اجماع سے ثابت ہو چکی۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، پھر حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ، پھر حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ بالترتیب امام ہوئے اور افضلیت اسی ترتیب کے مطابق ہے اور افضلیت کا معنی یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ ثواب پانے والے ہیں نہ کہ اس معنی میں کہ وہ سب سے زیادہ عالم اور نبی اعلیٰ و معزز ہیں وغیرہا۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

اَجْمَعَ اَهْلُ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلٰی اَنَّ اَفْضَلَ الصِّحَابَةِ اَبُو بَكْرٍ

فَمَعَرُ فَعُثْمَانَ فَعَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ۱ اہل سنت وجماعت کا اس امر پر اجماع ہو چکا ہے کہ تمام صحابہ کرام میں سب سے افضل ابو بکر ہیں، ان کے بعد عمر، پھر عثمان اور پھر علی (رضی اللہ عنہم اجمعین) ہیں۔

حضرت علامہ ابوالحسن دوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

وَ لِلصِّدِّيقِ رُجْحَانٌ جَلِيٌّ
عَلَى الْأَصْحَابِ مِنْ غَيْرِ اِحْتِمَالٍ ۲

یعنی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر بغیر کسی شک و احتمال کے افضلیت حاصل ہے۔

حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

الْإِمَامُ الْحَقُّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عِنْدَنَا وَعِنْدَ الْمُعْتَزِلَةِ وَكَثَرُ الْفِرْقِ أَبُو بَكْرٍ وَعِنْدَ الشَّيْعَةِ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَلَا عِبْرَةَ ۳

یعنی ہم اہل سنت وجماعت، معتزلہ اور اکثر فرقوں کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق سیدنا ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں، جبکہ شیعہ کے ہاں حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جس کا کوئی اعتبار نہیں۔

حضرت امام ابو جعفر طحاوی رحمۃ اللہ علیہ رقمطراز ہیں

نُثِبَتْ الْخِلَافَةُ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْلًا لِأَبِي بَكْرٍ الصِّدِّيقِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ تَفْضِيلًا لَهُ وَتَقْدِيمًا عَلَى جَمِيعِ الْأُمَّةِ ثُمَّ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعُثْمَانَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ ثُمَّ لِعَلِيٍّ

۱ شرح فقہ اکبر: ۱۱۹ ۲ قصیدہ بدء الامالی ۳ شرح المقاصد جلد دوم: ۲۸۶

بْنِ أَبِي طَالِبٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ وَهُمْ الْخُلَفَاءُ الرَّاشِدُونَ وَالْأَيْمَّةُ الْمَهْدِيُّونَ
یعنی ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر فضیلت دیتے
ہوئے اور تمام امت سے مقدم سمجھتے ہوئے سب سے پہلے خلافت کا اثبات حضرت
ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے لئے کرتے ہیں، پھر ان کے بعد حضرت عمر بن خطاب
رضی اللہ عنہ کے لئے، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے اور پھر حضرت علی بن ابی
طالب رضی اللہ عنہ کے لئے اور وہ خلفائے راشدین اور ہدایت یافتہ امام ہیں۔

حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی
افضلیت کا سبب بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

ذَكَرَ الْمُحَقِّقُونَ أَنَّ فَضِيلَةَ الْمُبْحُوْثِ عَنْهَا فِي الْكَلَامِ مِثْرَةٌ
الثَّوَابِ أَيْ عِظْمُ الْجَزَاءِ عَلَى أَعْمَالِ الْخَيْرِ لَا شَرْفَ النَّسَبِ وَإِلَّا لَزِمَ
أَنْ يَكُونَ وَلَدُ النَّبِيِّ أَفْضَلَ مِنَ النَّبِيِّ الَّذِي لَيْسَ أَبُوهُ نَبِيًّا وَلَا كَثْرَةُ
الطَّاعَاتِ الظَّاهِرَةِ لِأَنَّ الثَّوَابَ لَيْسَ عَلَى حَسَبِ مِقْدَارِهَا لِأَنَّ انْفِاقَ
أَحَدِنَا جَبَلٍ أَحَدٍ ذَهَبًا لَا يَبْلُغُ مَدَّ الصِّحَابَةِ وَلَا نَصِيفَهُمْ كَمَا فِي
الْحَدِيثِ الصَّحِيحِ وَالسِّرُّ فِي ذَلِكَ أَنَّ أَصْلَ الْخَيْرِ هُوَ الْإِخْلَاصُ فِي
الْعَمَلِ وَمُحَبَّةُ الْحَقِّ سُبْحَانَهُ وَدَوَامُ الْحُضُورِ مَعَهُ وَهِيَ أُمُورٌ بَاطِنَةٌ
وَلِذَا قَالَ بَكْرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ الْمُرْزِيُّ مَا فَضَّلَكُمْ أَبُو بَكْرٍ بِصَوْمٍ وَصَلْوَةٍ
وَلَكِنْ بِشَيْءٍ فِي قَلْبِهِ انْتَهَى فَلَا يَخْفَى أَنَّ كَثْرَةَ الثَّوَابِ لَا تُعْلَمُ إِلَّا
بِأَخْبَارِ الشَّارِعِ وَلَا مَدْخَلَ فِيهَا لِلْعَقْلِ وَالْمَنَاقِبِ الظَّاهِرَةِ ١

یعنی محققین نے بیان کیا ہے کہ کلام میں مجوٹ عنہا کی فضیلت کثرت ثواب ہے

یعنی اعمال خیر پر جزاء کی زیادتی، نہ کہ نسبی شرف ہے ورنہ لازم آئے گا کہ اس نبی کا بیٹا افضل ہو اس نبی سے کہ جس کا باپ نبی نہیں ہے اور نہ ہی ظاہری اطاعت کی کثرت باعث فضیلت ہے۔ کیونکہ ثواب مقدار کے اعتبار سے نہیں ہے اس لئے کہ ہمارا جبل احد کے برابر سونا خرچ کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے مد اور نصف مد کو بھی نہیں پہنچتا جیسا کہ حدیث صحیح میں ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ نیکی کی اصل عمل میں اخلاص، حق سبحانہ کی صحبت اور دوام حضور مع اللہ ہے اور یہ تمام باطنی امور ہیں اسی لئے بکر بن عبد اللہ مرنی نے کہا ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو کثرت صوم و صلوة کی وجہ سے فضیلت حاصل نہیں بلکہ جو چیز ان کے قلب مبارک میں ہے اس وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ یہ امر پوشیدہ نہ رہے کہ کثرت ثواب تو حضرت شارع کے آگاہ فرمانے سے ہی معلوم ہوتا ہے اور اس میں عقل اور ظاہری مناقب کا کوئی دخل نہیں ہے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

أَفْضَلُهُمْ عَلَى تَرْتِيبِ الْخِلَافَةِ وَالْمُرَادُ بِالْأَفْضَلِيَّةِ أَكْثَرُ الثَّوَابِ

یعنی چاروں خلفائے کرام رضی اللہ عنہم کی فضیلت ان کی خلافت کی ترتیب کے اعتبار سے ہے اور یہ فضیلت کثرت ثواب کی وجہ سے ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں

أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقِ إِمَامٌ حَقٌّ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَلَا نَعْنِي الْأَفْضَلِيَّةَ
مِنْ جَمْعِ الْوُجُوهِ حَتَّى يَعْمَ النَّسَبُ وَالشُّجَاعَةُ وَالْقُوَّةُ وَالْعِلْمُ وَأَمْثَالُهَا
بَلْ هِيَ عِظَمُ نَفْحِهِ فِي الْإِسْلَامِ فَأَمِيرُ أُمَّةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
وَزَيْرَاهُ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ بِاعْتِبَارِ الْهَيْئَةِ الْبَالِغَةِ فِي إِشَاعَةِ الْحَقِّ فَإِنَّ لِلنَّبِيِّ

۱ تکمیل الایمان

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجُهُ يَأْخُذُ عَنِ اللَّهِ وَجُهُ يُعْطَى الْخَلْقَ
وَلَهُمَا فِي الْعَطَاءِ لِلْخَلْقِ تَأْلِيفًا لِلنَّاسِ وَجَمْعًا لَهُمْ وَتَدْبِيرًا لِلْحَرْبِ يَدُ
طُولِي ۱

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق حضرت ابوبکر صدیق پھر
حضرت عمر پھر حضرت عثمان پھر حضرت علی (رضی اللہ عنہم) ہیں ہماری مراد افضلیت
من جمیع الوجوہ نہیں ہے جو نسب، شجاعت، قوت اور علم وغیرہا کو عام ہو بلکہ افضلیت
اسلام میں عظیم خدمات کی وجہ سے ہے۔ پس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے
لئے امیر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے وزیر اشاعت حق (اسلام) میں ہمت بالغہ کے
اعتبار سے حضرات ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دو
جہتیں ہیں ایک جہت سے اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں، دوسری جہت سے مخلوق کو عطا
فرماتے ہیں۔ لوگوں کی جمع و تالیف اور حربی تدبیر کے لئے اعطائے خلق میں ان
دونوں حضرات کو ید طولیٰ حاصل ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز تحریر فرماتے ہیں

امام برحق و خلیفہ مطلق بعد حضرت خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت
والتسلیمات حضرت ابوبکر صدیق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عمر
فاروق است رضی اللہ تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت عثمان ذوالنورین است رضی اللہ
تعالیٰ عنہ بعد ازاں حضرت علی بن ابی طالب است رضی اللہ عنہ و افضلیت ایشان
بترتیب خلافت است افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ
است چنانچہ نقل کردہ اند آں را اکابر آئمہ کہ یکے از ایشان امام شافعی است شیخ

ابوالحسن اشعری کہ رئیس اہل سنت است فرماید کہ افضلیت شیخین بر باقی امت قطعی است انکار نہ کند افضلیت شیخین را بر باقی صحابہ مگر جاہل یا متعصب حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ می فرماید کہ کسے کہ مرابری بکر و عمر فضل بدہ مفتری ست اور اتاریانہ زخم چنانکہ مفتری رازند (قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ لَا يُفْضِلُنِي أَحَدٌ عَلَى أَبِي بَكْرٍ وَعُمَرَ إِلَّا جَلَدْتُهُ حَدَّ الْمُفْتَرِي) ۱ یعنی حضرت خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد امام برحق اور خلیفہء مطلق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ان کے بعد حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت علی بن ابوطالب رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان خلفاء راشدین کی افضلیت ترتیب خلافت کے لحاظ سے ہے۔ حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ و تابعین رضی اللہ عنہم کے اجماع سے ثابت شدہ ہے۔ چنانچہ اسے اکابر آئمہ نے نقل کیا ہے جن میں سے ایک حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ ہیں۔ رئیس اہل سنت شیخ ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ افضلیت شیخین باقی تمام امت پر قطعی ہے دوسرے صحابہ کرام پر افضلیت شیخین کا سوائے جاہل یا متعصب کے اور کوئی بھی انکار نہیں کرتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جو شخص مجھے حضرات ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ مفتری ہے میں اسے اسی طرح کوڑے لگاؤں گا جس طرح مفتری کو (۸۰ کوڑے) لگائے جاتے ہیں۔

ایک اور مقام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں اپنے آپ کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل جاننے والا زندق یا جاہل مطلق ہے۔ شخصے کہ خود را از حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ افضل داند امر او از دو حال خالی

نہیں زندیق محض است یا جاہل صرف ۱

قَالَ سَمِعْتُ عَلِيًّا يَقُولُ خَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُولِ اللَّهِ أَبُو بَكْرٍ
وَخَيْرُ النَّاسِ بَعْدَ أَبِي بَكْرٍ عُمَرُ ۲ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابو بکر رضی اللہ عنہ ہیں اور سیدنا
ابو بکر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں۔

قَالَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ مِنْ أَكْبَرِ الشَّيْعَةِ أَفْضَلُ الشَّيْخِينَ بِتَفْضِيلِ
عَلِيٍّ إِيَّاهُمَا عَلَى نَفْسِهِ وَإِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفَى بِي وَزَرًّا أَنْ أُحِبَّهُ ثُمَّ
أَخَالَفَهُ ۳ یعنی اکابرین شیعہ میں سے عبدالرزاق نے کہا میں شیخین (حضرات
ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) کو اس لئے افضل کہتا ہوں کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے ان کو
اپنے آپ سے افضل کہا ہے میرے گناہگار ہونے کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ سیدنا علی
رضی اللہ عنہ سے محبت کا دعویٰ بھی کروں اور پھر ان کے اقوال کی مخالفت بھی کروں۔
حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ اور سیدنا امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے
اہل سنت و جماعت کی علامات کو بیان کرتے ہوئے فرمایا

مِنْ عَلَامَاتِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ تَفْضِيلُ الشَّيْخِينَ وَمُحَبَّةُ
الْخَتَنَيْنِ ۴ شیخین کریمین کی فضیلت اور دونوں دامادوں (حضرات عثمان و علی)
کی محبت اہل سنت کی علامت ہے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے نزدیک سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو سیدنا
صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت دینے والا اہل سنت سے خارج ہے۔

کسیکے حضرت امیر را۱۱ فضل از حضرت صدیق گوید از جرگہ اہل سنت می

۱ مکتوب: ۲۰۲ ۲ ابن ماجہ، رقم الحدیث: ۱۰۳ ۳ صواق محرقہ: ۴۲، مکتوب: ۲۶۶،

سمط النجوم: ۱/۲۱۴ ۴ النبرس: ۳۰۲

براید

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضلیت شیخین اور افضلیت عثمان کا منکر بدعتی، گمراہ اور یزید بد نصیب کا ساتھی ہے۔

بالجملہ افضلیت شیخین یقینی است و افضلیت حضرت عثمان دون اوست اما حوط آن ست کہ منکر افضلیت حضرت عثمان را بلکہ منکر افضلیت شیخین را نیز حکم بکفر نکنیم و مبتدع و ضال دانیم..... و ایں منکر قرین یزید بے دولت است^۱

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ خلیفہ رسول سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اتقی، اکرم، اعظم درجۃ، ارحم، افضل الامۃ، اعلم، اعلم بالنسۃ، اشجع جیسے اسم تفضیل کے صیغوں سے ملقب ہیں جیسا کہ درج ذیل آیات کریمہ، احادیث مبارکہ، آثار صحابہ اور اقوال علماء سے بالترتیب ثابت ہے۔

..... وَسَيُجَنَّبُهَا الْأَتْقَى^۱

..... إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ اتَّقَى^۲

..... أَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللَّهِ^۳

..... أَرْحَمُ أُمَّتِي بِأُمَّتِي أَبُو بَكْرٍ^۴

..... أَبُو جَحِيْفَةَ يَقُولُ دَخَلْتُ عَلَى عَلِيٍّ فَقُلْتُ يَا أَفْضَلَ الْأُمَّةِ بَعْدَ

نَبِيِّهَا فَقَالَ مَهْلًا يَا أَبَا جَحِيْفَةَ أَخْبِرْكَ بِأَفْضَلَ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا؟

قُلْتُ نَعَمْ يَا بَنِي وَأُمِّي فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ^۵

۱ دفتر اول مکتوب: ۲۰۲ ۲ مکتوب: ۲۶۶ ۳ اللیل ۹۲: ۱۷ ۴ الحجرات ۴۹: ۱۳

۵ التوبہ: ۹: ۲۰ ۶ سنن الترمذی رقم الحدیث: ۳۷۲۳ ۷ المعجم الاوسط للطبرانی، رقم الحدیث: ۲۰۳۳

- ۱ وَكَانَ أَبُو بَكْرٍ أَعْلَمَنَا ۱
- ۲ أَنَّهُ كَانَ أَعْلَمَهُمْ بِالسُّنَّةِ ۲
- ۳ قَالَ عَلِيُّ وَأَنَّهَ أَشْجَعُ الصَّحَابَةِ ۳
- ۴ هُوَ أَعْلَمُ الصَّحَابَةِ عَلَى الْإِطْلَاقِ ۴

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی متحضر رہے کہ صوفیائے محققین کے نزدیک بھی سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تقدیم پر اجماع ہو چکا ہے جیسا صاحب التعرف ارقام پذیر ہیں۔

أَجْمَعَ الصُّوفِيَّةُ عَلَى تَقْدِيمِ أَبِي بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِيَّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ ۵

متن عبارتیکہ مردم این توہم را از انجا پیدا کرده اند باید دید و بحقیقت معاملہ وار سید مجرب و تقلید ارباب حسد نمودن چه مناسب است با اس کہ مشائخ در غلبہ سکر چیز ہائے نامناسب گفتہ اند شیخ بطام می گوید لَوَائِحِ أَرْفَعُ

۱ صحیح بخاری رقم الحدیث: ۴۴۶ ۲ المدخل الی السنن الکبری للبیہقی رقم الحدیث: ۳۲

۳ تاریخ الخلفاء: ۱/۱۴ ۴ صواعق محرقة: ۳۳ ۵ النبراس: ۳۰۳

مِنْ لَوَاءِ مُحَمَّدٍ انْجَابِ بِأَفْضَلِ نَسَبٍ بَرَدِ كَمَا عَيْنِ
 زَنْدَقِ اسْتِ وَدَرِ عِبَارَتِ فَتَقِيرُ حَاشَا وَكَلَّا كَمَا عَيْنِ قَسْمِ حَمِيرِي
 مَذْكَورِ شَدِّهٖ بَاشِدِ

ترجمہ: جس عبارت سے لوگ وہم پیدا کر رہے ہیں اسے بغور دیکھنا چاہئے اور معاملہ کی حقیقت تک پہنچنا چاہئے محض حاسدین کی تقلید کرنا کیا مناسب ہے؟ اس لئے کہ مشائخ نے غلبہء سکر میں بہت سی نامناسب چیزیں کہہ دی ہیں شیخ بسطام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں میرا علم لوائے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر ہے ایسی چیزوں سے افضلیت کے پیچھے نہیں پڑنا چاہئے کہ یہ عین زندقہ ہے اور فقیر کی عبارت میں ہرگز اس قسم کی کوئی چیز مذکور نہیں ہوئی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو سمجھا رہے ہیں کہ سلطان العارفین حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے جھنڈے کو لوائے نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے بلند تر کہہ دیا پھر بھی ہم ان سے بدگمان ہو کر رشتہء ارادت اور ناطہء عقیدت منسلک رکھتے ہیں اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر شیخ بسطامی کی افضلیت کا قول نہیں کرتے بلکہ اسے سکر وقت اور بیان حال پر محمول کرتے ہیں۔

فقیر کی عبارت میں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر افضلیت دینے والی کوئی بات نہیں اس لئے حاسدین کی باتوں پر اعتماد کر کے روحانی تعلق منقطع کر لینا مناسب نہیں۔ عبارت کا بغور مطالعہ کر کے حقیقت تک پہنچنے کی کوشش کریں اور

معاندین کی اندھی تقلید سے اجتناب کریں کیونکہ اس قسم کی تقلید مذموم، باعثِ ہلاکت اور لائقِ مذمت ہوتی ہے۔ بقول کے

خلق را تقلید شاں برباد داد
صد ہزاراں لعنت بر آن تقلید باد



دفتر اول مکتوب ۲۰۳

مکتوب الیہ

حضرت ملا حسین نانباتی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

صحبت اولیاء کی برکات ، شقاوتِ اصلی ... شقاوتِ عارضی
سالکین پر طاری ہونے والی کیفیات ثلاثہ
ذکر اسم ذات اور ذکر ذات کے شواہد



مکتوب - ۲۰۳

تَنْ بِحُكْمِ الْمَرْءِ مَعَ مَنْ أَحَبَّ مَجَانِ إِثَانِ
بِإِثَانِهِ وَإِثَانُهُ كَجَلِيسِ إِثَانِ إِزْشَاوَاتِ

محفوظ است

ترجمہ: ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت الہرء مَع مَنْ أَحَبَّ کے مطابق فقراء کے محب ان کے ساتھ ہیں اور فقراء وہ ہیں کہ ان کا ہم نشین شقاوت سے محفوظ ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز احادیث مبارکہ کی روشنی میں اہل اللہ کی معیت و صحبت کے فوائد و برکات بیان فرما رہے ہیں۔ دراصل اہل اللہ کو سنت و شریعت کی تعمیل، تصفیہ قلوب اور تزکیہ نفوس کی تحصیل کی وجہ سے حق تعالیٰ کا قرب و مجالست میسر ہوتا ہے اس لئے مؤمنین کو اہل اللہ کی معیت و کینونت اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** سے واضح ہے تاکہ انہیں مغفرت و رحمت نصیب ہو سکے جیسا کہ آیہ کریمہ **إِنَّ رَحْمَةً**

اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِينَ^۱ سے عیاں ہے نیز اہل اللہ کی صحبت کی بدولت بندہ مومن شقاوتِ اصلی اور قساوتِ قلبی سے محفوظ ہو جاتا ہے جیسا کہ ارشادِ نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لا یشتقی بہم جلیسہم^۲ سے آشکارا ہے اہل طریقت نے شقاوت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

۱..... شقاوتِ اصلی
۲..... شقاوتِ عارضی

شقاوتِ عارضی انبیائے عظام علیہم الصلوٰت، علمائے اعلام اور صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی مجالست و صحبت سے زائل ہو جاتی ہے مگر شقاوتِ اصلی زوال پذیر نہیں ہے اس لئے بندہ مومن کو اپنے خاتمہ کے متعلق ہر وقت مشوش رہنا چاہیے اور قسام ازل کی بے نیازی سے ڈرتے رہنا چاہیے جیسا کہ آیہ کریمہ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ^۳ سے معلوم ہوتا ہے۔ بقول شاعر

بر عمل تکیہ ممکن خواجہ کہ در روزِ ازل
توچہ دانی قلمِ صنع بہ نامت چہ نوشت

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ اہل اللہ کی محبت ایسی نعمتِ عظمیٰ اور دولتِ قصویٰ ہے جو نفسانی خواہشات اور ذاتی مفادات جیسی آلائشوں سے پاک ہوتی ہے۔ چونکہ مشائخِ عظام کی محبت محض حق تعالیٰ جل سلطانہ کیلئے ہوتی ہے اس لئے ان کی محبت، حق تعالیٰ کی محبت قرار پاتی ہے جو دنیوی فوائد اور اخروی ثمرات پر منتج ہوتی ہے جیسا کہ الْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ^۴ سے عیاں ہے جس کا پہلا اصول الْحُبُّ لِلّٰهِ وَالْبُغْضُ لِلّٰهِ^۵ ہے جو

۱ الاعراف ۷: ۵۶ ۲ صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۹۲۹ ۳ العنکبوت ۲۹: ۶

۴ صحیح البخاری، رقم الحدیث: ۵۷۰۲ ۵ شعب الایمان، رقم الحدیث: ۹۱۹۱

صرف یارانِ طریقت میں ہی متحقق ہوتی ہے۔

بینہ نمبر ۲:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ کے ساتھ نسبت و ارادت سے اگر بندہ مومن مرتبہ ولایت پر فائز المرام نہ بھی ہو تو اس کا دنیوی آفات، شیطانی تصرفات اور زمانے کے فتنوں اور حادثوں سے محفوظ ہو جانا ہی کافی ہے۔ غوث الثقلین سیدنا عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے خوب فرمایا

أَنَا مِنْ رَجَالٍ لَا يَخَافُ جَلِيسُهُمْ
رَيْبَ الزَّمَانِ وَلَا يَرِي مَا يَرْهَبُ
اے برادر بے نہایت در گہے است
ہرچہ بروئے می رسی بروئے مائیت

بینہ نمبر ۳:

یہ امر ذہن نشین رہے کہ جس طرح ملائکہ کرام محافل ذکر کے متلاشی رہتے ہیں، ایسے ہی بندہ مومن کو بھی مجالس ذکر و فکر کی تلاش میں رہنا چاہیے تاکہ ایمان کی تجدید، قلوب کی تنویر اور نفوس کی تطہیر ہو جائے۔ اَللّٰهُمَّ ارْزُقْنَا اِيَّاهَا

بینہ نمبر ۴:

یہ امر مستحضر رہے کہ سالکین طریقت کو اہل اللہ کی مجالست اور توجہات قدسیہ کی بدولت تین قسم کی کیفیات نصیب ہوتی ہیں۔

۱..... محض وجد ۲..... وجد اور سکون ۳..... سکون محض

طریقت نقشبندیہ میں یہ تینوں کیفیات پائی جاتی ہیں، علوی نسبت کی بدولت کیفیت وجد سلطان العارفین بایزید بسطامی قدس سرہ العزیز کے ذریعے آرہی ہے جبکہ کیفیت سکون، نسبت صدیقی کی بدولت سید الطائفہ سیدنا جنید بغدادی قدس سرہ العزیز کے ذریعے آرہی ہے۔

لیکن نسبت صدیقی کے غلبہ کی وجہ سے حضرات نقشبندیہ میں اخفاء و سکون کا ظہور زیادہ ہوتا ہے جو انہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ گہری مناسبت کی بنا پر ملا ہے آیہ کریمہ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ^۱ کی بنا پر حضرات صحابہ کرام بارگاہ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں نہایت باادب اور بے حس و حرکت حاضر باش رہتے تھے جیسا کہ حدیث جَلَسْنَا حَوْلَهُ كَأَنَّ عَلِيَّ رَوْسَنَا الطَّيْرُ^۲ سے عیاں ہے، جو اقرب الی النصوص، منشاء رسالت علی صاحبہا الصلوٰات، صحابہ کرام بالعموم اور خلفائے راشدین بالخصوص کے طریقہ کے عین مطابق ہے اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقہ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت فرمایا ہے۔

بس یہی وجہ ہے کہ حضرات نقشبندیہ وجد و تواجد اور سماع و رقص سے طبعاً احتراز کرتے ہیں۔ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ عَلَىٰ ذَٰلِكِ

متن اسم مبارک اللہ را بمعنی بے چوٹی و بے چکوٹی
بعد از توجہ بالکلیہ بقلب در دل گزارا شد و بمعنی

حاضر و ناظر تصور نکلند بھیج صفت ملحوظ نداشتند ہمیں
اسم مبارک را بعد از توجہ مذکور ہموارہ در دل حاضر دارند

توجہ: قلب کی طرف کلیہ متوجہ ہونے کے بعد اسم مبارک "اللہ" کو بے چونی و
بے چگونی کے معنی کے ساتھ دل سے گذاریں حاضر و ناظر کا معنی تصور نہ کریں بلکہ کسی
صفت کو ملحوظ نہ رکھیں، اسی اسم مبارک کو مذکورہ توجہ کے بعد دل میں حاضر رکھیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت نقشبندیہ کا طریقہ ذکر بیان
فرما رہے ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کا پہلا سبق استحضار اسم ذات بدوں استحضار صفات ہے
کیونکہ صفات، علمائے متکلمین اہل سنت کے نزدیک نہ عین ذات ہیں نہ غیر ذات۔
یہ سبق امام الطریقہ حضرت شاہ نقشبند قدس سرہ العزیز نے اجمالی طور پر سکھایا تھا۔
استحضار صفات (تصور صفات) سے سالک، انوار و الوان کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے
جو متناہی اور محدود ہیں اور ذات باری تعالیٰ غیر متناہی اور لامحدود ہے۔ جبکہ ذکر اللہ
سے مقصود حضور مع اللہ ہے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں ذکر اسم ذات اور ذکر
ذات کو بیان کر دیا جائے تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

ذکر اسم ذات اور ذکر ذات یعنی لفظ اللہ اسم جلالت ہے جو طریقہ نقشبندیہ کا
سبق اول اور اسم اعظم ہے جس کے پیہم احصاء و تکرار سے اہل اللہ غافل دلوں اور
مردہ جسموں کو زندہ کر دیتے ہیں۔ ذکر اسم ذات اور ذکر ذات مبتدعین کے نزدیک
بدعت ہے حالانکہ یہ متعدد آیات کریمہ اور احادیث مبارکہ سے ثابت ہے۔ جیسا کہ

آیات مبارکہ وَاذْکُرْ اِسْمَ رَبِّکَ ۱ بِسْمِ اللّٰهِ، اِقْرَأْ بِاِسْمِ رَبِّکَ ۲، قُلِ
اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُمْ ۳ الخ اور ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لا تَقُومُ السَّاعَةُ
عَلٰی اَحَدٍ یَّقُوْلُ اللّٰهُ اللّٰهُ ۴ سے ثابت ہے۔



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مبارک محمد نعمان بن خشیؑ رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

اہل اللہ کو تہمتوں اور بیماریوں کے ذریعے

آزمایا جاتا ہے



مکتوب - ۲۰۴

متن از سخنان پریشان آرباب خسران محنت نکشد
 كُلُّ يَعْمَلُ عَلَى شَاكِلَتِهِ لِأَنَّ أَنْ كَبِمَكَافَات
 ومجازات متعرض نشوند دروغی را فروغ نیست

ترجمہ: اہل خسران کی پریشان کن باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں ہر کوئی اپنے طریقہ کے مطابق عمل پیرا ہے آپ کے لئے یہی مناسب ہے کہ ان کی پاداش اور بدلہ لینے کے درپے نہ ہوں کیونکہ دروغ کو فروغ نہیں ہے۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو دنیا داروں کی اذیتوں پر صبر و ضبط کی تلقین فرما رہے ہیں۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ کا یہ اصول ہے کہ وہ انبیائے عظام علیہم الصلوٰات، صوفیائے کرام اور علمائے فخام رحمۃ اللہ علیہم کو ابتلاء و امتحان کے ذریعے آزماتا ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ

مِنَ الْخَوْفِ الخ لے سے آشکارا ہے اس لئے ان پر اعتراضات کی بوچھاڑ اور طعن و تشنیع کے تیر برسائے جاتے ہیں۔ تہمتوں اور بیماریوں کے ذریعے آزمایا جاتا ہے جو ان کے لئے روحانی ارتقاء اور بلندی درجات کا باعث ہوتے ہیں۔ جیسا کہ مقولہ الْمُؤْمِنُ لَا يَخْلُو عَنِ الْعِلَّةِ وَالْقِلَّةِ وَالذِّلَّةِ وَالتُّهْمَةِ سے عیاں ہے، اس لئے سالکین کو ان کے ساتھ الجھنے اور ترکی بہ ترکی جواب دینے سے اجتناب کرنا چاہئے، بلکہ ظالموں اور شریروں کا معاملہ اللہ کے حوالے کر کے ان کے ظلم و شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہئے۔ مسبعات عشر، اللَّهُمَّ اكْفِنِي شَرَّهُمْ بِمَا شِئْتُ اور اللَّهُمَّ إِنَّا نَجْعَلُكَ فِي نُحُورِهِمْ وَنَعُوذُ بِكَ مِنْ شُرُورِهِمْ جیسی ادعیہ ماثورہ کو حرز جاں بنانا چاہئے۔ تاکہ سالکین طریقت آسیبی شرارتوں سے محصور اور انسانی اذیتوں محفوظ رہیں۔

دفتر اول مکتوب ۲۰۵

مکتوب الیہ

حضرت خواجہ محمد اشرفؒ کے اہلی رحمہ علیہ



موضوع

اسوۂ حسنہ مراتب عالیہ کے حصول کا موجب ہے



مکتوب - ۲۰۵

مَنْ شَرَّفَكُمُ اللَّهُ سُبْحَانَهُ بِكَمَالِ الْمَتَابَعَةِ
 الْمُصْطَفَوِيَّةِ عَلَى صَاحِبِهَا الصَّلَاةِ
 وَالسَّلَامِ وَالتَّحِيَّةِ فَإِنَّهُ مَلَكَ الْأَمْرَ وَمُنِيَّةُ
 الصِّدِّيقِينَ

ترجمہ: اللہ سبحانہ آپ کو متابعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام والتحیہ کے کمال سے مشرف فرمائے۔ کیونکہ یہ دین اسلام کا مدار اور صدیقوں کی قلبی آزر ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو متابعت نبوی علی صاحبہا الصلوٰات کے کمال سے شاد کام ہونے کی دعا دے رہے ہیں۔ درحقیقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ اور اسوۂ حسنہ ایسا بے مثال طریقہ ہے جس پر عمل پیرا ہو کر بندہ مؤمن حق تعالیٰ سبحانہ کے ہاں مرتبہ صدیقیت اور مقام شہادت پر فائز المرام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ

وَرُسُلِهِ أُولَئِكَ هُمُ الصِّدِّيقُونَ وَالشُّهَدَاءُ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ سَعَىٰ عَمِيَّاں هے
 بلکہ افضل البشر بعد الانبیاء سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تو فور شوق میں یہاں
 تک کہہ دیا یَا لَیْتَنِی کُنْتُ سَهُوً مَّحَمَّدٍ ۗ جبکہ ترک متابعت اور رفع عبادت جیسے
 تصورات سب اوہامِ باطلہ اور خیالاتِ فاسدہ ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۲۰۶

مکتوب الیہ

حضرت شیخ ملاح عبدالغفور سہمی قندی



موضوعات

عبودیت انکسار و افتقار سے عبارت ہے
اہل اللہ و نبوی عزت و شہرت سے ترساں رہتے ہیں
اہل سنت کے موافق اعتقاد و اعمال اور طریقت نقشبندیہ
کے مطابق ذکر ذریعہ نجات ہے



مکتوب - ۲۰۶

متن اے برادر آدمی رادر دنیا از برائے طعامہائے
 چرب و لذیذ و لباسہائے مرتب و نفیس نیاوردہ
 اندواز برائے تمتع و تنعم و لہو و لعب نیا فریدہ مقصود از
 خلقت او ذل و انکسار و عجز و افتقار اوست کہ حقیقت
 بندگی است اما ان انکسار و افتقار کہ شریعت مصطفویہ
 علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام و الشیخہ بان اذن فرمودہ چہ
 ریاضات و مجاہدات اہل باطل کہ موافقت بشریعت
 غرا اندارد جز خسارت و خذلان نمی آرد و غیر از حسرت
 و ندامت نمی گارد

ترجمہ: اے بھائی! آدمی کو دنیا میں مرغن و لذیذ غذاؤں اور خوبصورت و نفیس لباس پہننے کیلئے نہیں لائے، عیش و عشرت اور لہو و لعب کیلئے پیدا نہیں فرمایا اس کی تخلیق کا

مقصد ذلت و انکساری اور عاجزی و محتاجی ہے جو کہ حقیقت بندگی ہے۔ لیکن وہی انکسار و احتیاج ہو جس کی شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات نے اجازت فرمائی ہے کیونکہ اہل باطل کے ریاضات و مجاہدات جو شریعتِ غرّاء کے ساتھ موافقت نہیں رکھتے ان سے بجز خسارت و خجالت سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا اور سوائے حسرت و ندامت کے کچھ بھی نہیں ملتا۔

شکر

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی تلقین فرما رہے ہیں کہ انسانی تخلیق کا مقصد لذیذ مطعومات اور نفیس ملبوسات نہیں ہے بلکہ انسانی آفرینش سے مقصود اللہ تعالیٰ کی عبادت و معرفت ہے جیسا کہ آیہ کریمہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ^۱ سے عیاں ہے چونکہ عبادت و عبودیت کی اصل بارگاہ قدس جل سلطانہ میں غایت تذلل و عاجزی و انکساری ہے اس لئے وہ سنت و شریعت کے مطابق ہونی چاہیے۔ غیر شرعی چلے، دھے اور سجدہ تحیت وغیرہا کا دین اسلام میں کوئی تصور نہیں بلکہ اس قسم کا انکسار و افتقار بندے کیلئے موجب ذلت و خسارت اور باعث ندامت و حسرت ہوگا۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَهُ

بینہ نمبر ۱:

واضح رہے کہ بندہ مؤمن کیلئے حقیقۃً ناز و نعمت، لطف و لذت اور عیش و عشرت اُخروی زندگی کیلئے مقدر ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات اللہمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الْآخِرَةِ^۲ سے عیاں ہے۔ اہل اللہ دنیوی عسرت و مصیبت کو

نہایت وسعت قلبی کے ساتھ قبول کرتے ہیں۔ بقول شاعر
 دکھاں دی میں تیج و چھائی دکھاں ہار بنائے
 دکھ سلامت یار فریدن جنہاں دکھاں یار ملائے

بینہ نمبر ۲:

یہ امر بھی ذہن نشین رہے کہ اہل اللہ دنیوی عزت و شہرت و دولت سے ایسے
 ڈرتے ہیں جیسے آدمی شیر سے ڈرتا ہے۔ جبکہ دنیا دار کا معاملہ اس کے برعکس ہوتا ہے
 جو دلیلِ ناصبوری اور علامتِ ناشکری ہے۔

متن باید کہ بعد از تحلی و تزیین باتیان احکام شرعیہ عملا
 و اعتقاد ابرو فوق آراء علمائے اہل سنت و
 جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعئیہم باطن خود را بذکر
 الہی جل سلطانہ معمور دارند و سبقتی کہ در طریقہ علیہ اکابر
 نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم اخذ کرده اند تکرار فرمایند
 کہ در طریق این بزرگواراں اندراج نہایت در
 پدایت است و نسبت ایشان فوق ہمہ نسبتہا است
 کونہ اندیشان این سخن را باور دارند یا نہ

ترجمہ: جاننا چاہیے کہ علمائے اہل سنت و جماعت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کی آراء کے موافق اپنے اعمال و عقائد کو احکام شرعیہ کے ساتھ آراستہ و پیراستہ کرنے کے بعد اپنے باطن کو ذکر الہی جل سلطانہ سے معمور رکھیں۔ اور وہ سبق جو اکابرین نقشبندیہ قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے طریقہ عالیہ سے اخذ کیا ہے، کا تکرار کریں کیونکہ ان بزرگوں کے طریقہ کی ابتداء میں انتہاء درج ہے اور ان کی نسبت تمام نسبتوں سے افضل ہے۔ کوتاہ اندیش اس بات کا یقین کریں یا نہ کریں۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک اہم نصیحت فرما رہے ہیں کہ آئمہ و متکلمین اہلسنت کے بیان فرمودہ معتقدات و تحقیقات کے موافق اعتقاد و اعمال بجالانے کے بعد طریقہ نقشبندیہ کے مطابق ذکر قلبی کی کثرت کرنا چاہیے۔

دل چو ماہی و ذکر چوں آب است

زندگی دل ز ذکر وہاب است

تا کہ سالک توحید عیانی، وصل عریانی اور حضور مع اللہ بلا غیبوبہ (نسبت صدیقی) جیسی نعمت عظمیٰ سے شاد کام ہو سکے جو دنیا میں قلبی اطمینان و بہجت اور آخرت میں کامرانی و راحت کا باعث ہوگا۔



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مزار حسنہ الدین احمد رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

جسمانی قرب کے ثمرات ، روحانی قرب کی برکات
سے زیادہ ہیں ، صحابی کی تعریف
امام اعظم صحابی رسول کی زیارت و روایت سے مشرف ہیں



مکتوب - ۲۰۷

متن آئے قربِ ابدان را در قربِ قلوبِ تاثیر
 عظیم است لهذا بیچ ولی بمرتبہ صحابی نرسد
 و پس قرنی بان رفعتِ شان کہ بشرفِ صحبتِ خیر
 البشر علیہ و علی آله الصلوٰات والتسلیمات نرسیدہ بمرتبہ
 ادنی صحابی نرسد

توجہ: ہاں بدنوں کے قرب کو قربِ قلوب میں عظیم تاثیر ہے اسی لئے کوئی ولی کسی صحابی (رضی اللہ عنہ) کے مرتبہ کو نہیں پہنچتا، حضرت خواجہ اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ اس قدر بلند مرتبہ ہونے کے باوصف صحبتِ خیر البشر صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف نہ پاسکے اس لئے کسی ادنی صحابی (رضی اللہ عنہ) کے مرتبہ تک نہیں پہنچ سکے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز صحبت کی برکات بیان فرما رہے ہیں کہ جو بندہ مؤمن اہل اللہ کی عموماً اور حضور اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم کی خصوصاً جس قدر صحبت و زیارت سے فیضیاب ہوا اسی قدر وہ فیوض و برکات سے سیراب ہوا۔ جسمانی قرب اور زیارت بالبصر ایسی نعمتِ عظمیٰ ہے جس سے وہ کمالات و مقامات نصیب ہوتے ہیں جو روحانی قرب سے میسر نہیں ہوتے۔ حضرت خواجہ اولیس قرنی رحمۃ اللہ علیہ خیر التالبعین کے لقب سے ملقب ہونے کے باوجود شرف صحابیت سے محروم رہ گئے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صحابی اور تابعی کی تعریفات تحریر کر دی جائیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ امام الحدیث حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ صحابی کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

كُلُّ مَنْ صَحِبَهُ سَنَةً أَوْ شَهْرًا أَوْ يَوْمًا أَوْ سَاعَةً أَوْ رَأَاهُ فَهُوَ مِنْ أَصْحَابِهِ لَهُ مِنَ الصَّحَابَةِ عَلَى قَدْرِ مَا صَحِبَهُ ۱

وہ خوش بخت انسان جسے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کا شرف نصیب ہوا ایک برس یا ایک ماہ یا ایک روز یا ایک گھڑی یا اس نے بحالتِ ایمان آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی، وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین میں سے ہے اسے اسی قدر شرف صحابیت حاصل ہے جس قدر اس نے صحبت اختیار کی۔

حضرت علامہ محمد بن علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ تابعی کی تعریف کرتے ہوئے ارقام پذیر ہیں هُوَ مَنْ لَقِيَ الصَّحَابِيَّ مُؤْمِنًا وَمَاتَ عَلَى الْإِيمَانِ وَإِنْ لَمْ يَصْحَبْهُ وَلَمْ يَرَوْعَنْهُ كَمَا رَجَّحَهُ ابْنُ الصَّلَاحِ وَغَيْرُهُ ۲

تابعی وہ خوش نصیب انسان ہے جس نے بحالتِ ایمان صحابی (رضی اللہ

۱ الکفایہ فی علم الروایۃ للخطیب بغدادی جلد اول: ۵۱ ۲ المنہل اللطیف فی اصول الحدیث

عنه) سے ملاقات کا اعزاز پایا ہو اور ایمان پر ہی اس کا خاتمہ ہوا ہو اگرچہ نہ ہی ان کی صحبت اختیار کی اور نہ ہی ان سے روایت کی ہو۔ محدث ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے اسی تعریف کو ترجیح دی ہے۔

حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے صحابی رسول سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ کی زیارت کا شرف بھی ملا اور میں نے ان سے ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات بھی سنا ہے۔

رَأَيْتُ أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ قَائِمًا يُصَلِّي رَوَى أَبُو حَنِيفَةَ قَالَ سَمِعْتُ
 أَنَسَ بْنَ مَالِكٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ يَقُولُ سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ
 وَسَلَّمَ يَقُولُ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيضَةٌ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ ۱

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام اور تابعین فخریہ رضی اللہ عنہم کو شرف خیریت اور نارِ جہنم سے محفوظ ہونے کا مشورہ جانفرا سنایا ہے۔

خَيْرُكُمْ قَرْنِي ثُمَّ الَّذِينَ يَلُونَهُمْ ۲
 لَا تَمَسُّ النَّارُ مُسْلِمًا رَأَى أَوْ رَأَى مَنْ رَأَى ۳

۲ صحیح بخاری، رقم الحدیث: ۵۹۴۸

۱ مسند الامام ابی حنیفہ لابن نعیم اصہبانی: ۱۷۶

۳ سنن ترمذی، رقم الحدیث: ۳۷۹۳



دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

مخدوم زادہ حضرت خواجہ محمد صافی سہندی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

انبیاء کرام کے مبادئی فیوصات صفات الہیہ ہیں
مقام استقرار مقام عروج سے بہت بلند ہے



مکتوب - ۲۰۸

متن آن مقاماتِ انبیاءِ علیہم الصلوٰت والبرکات
 نہایت مقاماتِ عروجِ ایشان نیست بلکہ
 عروجِ این بزرگواران بمراتبِ ازاں مقاماتِ بالا رفتہ
 است چہ آن مقاماتِ عبارت از اسماءِ الہی است
 حلِ سلطانہ کہ مبادی تعیناتِ ایشان است و وسائلِ
 فیوض از حضرت ذاتِ تعالیٰ و تقدس چہ حضرت ذاتِ
 رابی توسطِ اسماءِ بعالمِ بیچِ مناسبتی نیست و غیر از عنای
 بیچِ نسبتی حاصل نہ کریمہ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ
 شاید این معنی است.....

ترجمہ: انبیاء کرام علیہم الصلوٰت والبرکات کے وہ مقامات ان کے مقاماتِ عروج
 کی نہایت نہیں ہیں بلکہ ان بزرگوں کے عروج ان مقامات کے مراتب سے بلند

تر ہیں کیونکہ وہ مقامات اسماء الہی جل سلطانہ سے عبارت ہیں جو ان کے مبادی تعینات ہیں وہ حضرت ذات تعالیٰ و تقدس کے فیوض کے وسیلے ہیں کیونکہ حضرت ذات کو تو سب اسماء کے بغیر عالم کے ساتھ کوئی مناسبت نہیں ہے اور غنا کے سوا کوئی نسبت حاصل نہیں آئی کریمہ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ اس معنی کی شاہد ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی کی فہم و تفہیم کے لئے چند تمہیدی امور پیش خدمت ہیں تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ وَ بِاللّٰهِ التَّوْفِیْقُ

حق تعالیٰ سبحانہ قدیم ازلی اور واجب الوجود ہے اور بندہ حادث و ممکن ہے آیہ کریمہ إِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِينَ^۱ کے مطابق خالق و مخلوق میں عدم مناسبت کی بناء پر افاضہ و استفاضہ کی راہیں مسدود تھیں جبکہ مخلوق کی تربیت و پرورش بھی مشیت ایزدی میں مرقوم تھی۔ ذات تعالیٰ جل سلطانہ کے وراء الوراء ہونے کی بناء پر اس تعالیٰ نے اپنی صفات و اسماء کو مخلوق کی طرف متوجہ کر دیا اور ہمارا تعلق ان اسماء و صفات کے ساتھ منسلک کر دیا تاکہ ہم اسماء و صفات کی وساطت سے حق تعالیٰ کے انوار و فیوضات سے مستفیض ہو سکیں، سوا انہی اسماء و صفات کو بندوں کے مبادی فیوضات اور مرکز تجلیات بنا دیا۔ بنا بریں ہر نبی و ولی اور مؤمن و کافر کے مبادی فیوض وہی اسماء و صفات رحمن، رحیم، ہادی اور ستار و غفار و غیر ہا ہیں اور مؤمنین ان اسماء و صفات کے مظہر ہیں جبکہ کفار ناہنجار اسم مفضل کے مظہر ہیں۔ المختصر انہی اسماء و صفات کے ظلال سے بندوں کو فیض پہنچتا ہے۔

انبیائے عظام علیہم الصلوٰت اور اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے

مبادی فیوض میں نمایاں فرق ہے۔ انبیائے عظام کے مبادی فیوضات اصول و صفات الہیہ ہیں جبکہ اولیائے کرام کے مبادی فیوض ان اصول و صفات کے ظلال ہیں۔

انہی اسماء و صفات کی وساطت سے انبیائے عظام اور اولیاء کرام عروجات سے مشرف ہوتے ہیں اور ذات حق سبحانہ تک وصل بلا کیف سے شاد کام ہوتے ہیں اور اس طرح عالم و جوب کے ساتھ فی الجملہ مناسبت پیدا ہو جاتی ہے۔

عام اولیائے کرام کا عروج تو ظلال تک ہی ہوتا ہے بعض عرفاء اپنے مبداء فیض سے بھی اوپر گذر جاتے ہیں اور محبوب اولیائے کرام کو ذات حق تعالیٰ تک بلا کیف وصل نصیب ہوتا ہے اور وہ انبیائے کرام کے مبادی فیوضات سے بھی آگے گذر جاتے ہیں۔

صوفیائے طریقت کے نزدیک ایک مقام استقرار ہے اور ایک مقام عروج و عبور ہے۔ مقام استقرار سے مقام عروج و عبور بہت بلند ہوتا ہے جیسے ایک منزل میں رہنے والا گا ہے گا ہے محل کی دیگر منازل بالا میں بھی چلا جاتا ہے مگر اس کی جائے قیام وہی منزل ہے جہاں وہ مقیم ہوتا ہے۔

مذکورہ مبادیات سے معلوم ہوا کہ عروج عارف، انبیائے عظام کے مبادی فیوض سے افضلیت کا سبب نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ عارف کا مقام استقرار ظلال صفات ہے اور انبیائے کرام کا مقام استقرار صفات الہیہ ہیں۔ ان کے عروجات لَا یَعْلَمُهَا إِلَّا اللَّهُ کے مطابق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا، اس لئے وہ عروجات اولیاء سے بلند تر ہیں۔

دفتر اول مکتوب ۲۰۹

مکتوب الیہ

حضرت مہذب محمد بن عثمان بن عیسیٰ رضی اللہ عنہما



موضوعات

حقیقتِ احمدیہ کا ادراک ناممکن ہے
بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ مِثَلِیَّتِ کے لئے نہیں بلکہ یہ تاکیدِ بشریت ہے
علماءِ راہِ سخن ہی انبیاء کے نائب ہوتے ہیں
حقیقتِ محمدیہ کی نیابت کے مستحق حضرت امام ربانی قرار پائے
عروجی اعتبار سے حقیقتِ محمدیہ حقیقتِ کعبہ سے فوق ہے



مکتوب - ۲۰۹

متن باید دانت کہ حقیقت شخصی عبارت از تعین
 وجوبی است کہ تعین امکانی آن شخص ظل آن
 تعین است و آن تعین وجوبی اسمی است از اسمائی
 الہی جل سلطانہ کالعلیم والقدير والمُرید والمتکلم
 و امثالها و آن اسم الہی جل سلطانہ رب آن شخص
 است.....

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ کسی شخص کی حقیقت اس کے تعین وجوبی سے عبارت ہے کہ
 اس شخص کا تعین امکانی اس تعین وجوبی کا ظل ہے اور وہ تعین وجوبی اسمائے الہیہ جل
 سلطانہ میں سے ایک اسم ہے جیسے علیم، قدیر، مرید اور متکلم وغیرہا اور وہ اسم الہی جل
 سلطانہ اس شخص کا مربی ہوتا ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی نہایت دقیق اور مشکل ترین ہے جس کے سمجھنے کیلئے علم

ظاہری کے ساتھ ساتھ باطنی آگاہی بھی ضروری ہے اس لئے فہم و تفہیم کی خاطر چند مقدمات پیش خدمت ہیں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْقِ

مقدمہ اول

ہر شخص اپنی قلتِ استعداد کی وجہ سے ذاتِ حق تعالیٰ سے براہِ راست فیضیاب نہیں ہو سکتا بلکہ اسمائے باری تعالیٰ کے ذریعے مستفیض ہوتا ہے جیسے بندہ مرحوم، بندہ مرزوق، بندہ مقدور اسمائے الہیہ، اسم رحیم، اسم رازق اور اسم قادر کے ذریعے سیراب ہوتا ہے وہ اسم اس شخص کا رب، مربی حقیقت، مبدأ فیض اور مبدأ تعین کہلاتا ہے۔ چونکہ اسماء الہیہ کا تعلق عالم و جوب سے ہے اس لئے اسے تعین و جوبی کہا جاتا ہے۔

ہر شخص کے مبدأ تعین کی دو قسمیں ہیں

تعین و جوبی اور تعین امکانی

تعین و جوبی کو حقیقت و جوبی اور تعین امکانی کو حقیقت امکانی بھی کہتے ہیں تعین و جوبی کے ظل اور انعکاس کو تعین امکانی کہا جاتا ہے عالم بالا میں عروجی سیر کرنے والے سالکین، تعین امکانی کو تعین و جوبی سمجھ لیتے ہیں حالانکہ وہ و جوب نہیں بلکہ و جوب کا ظلال و انعکاس ہوتا ہے۔ تعین و جوبی میں سیر کرنے والے صوفیاء بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

انسان کی حقیقت امکانی سے اس کا عالم خلق اور عالم امر مراد ہے اور اس کی حقیقت و جوبی سے وہ مرتبہ مراد ہے جو اس شخص کے فیضان و جود اور فیضان کمالات کا واسطہ ہے۔

مقدمہ دوم

لغت میں لفظ حقیقت سے مراد ذاتِ شئی یا کسی لفظ یا عبارت کا بنیادی مفہوم ہے۔ اصطلاح میں کسی شئی کی اصلیت، کنہ، جوہر اور باطنی پہلو مراد ہے جبکہ اہل طریقت کے نزدیک حقیقت سے مراد کسی شئی کا مبدأ تعین ہے جہاں سے وہ شئی فیضیاب ہوتی اور تربیت پاتی ہے۔

مقدمہ سوم

حق تعالیٰ سبحانہ کی عادتِ جاریہ ہے کہ دنیا میں زمانے کے اطوار و ادوار میں ہزار برس کے بعد انقلاب و تغیر رونما ہوتا رہا ہے اس لئے تقریباً ہزار برس کے بعد اولوالعزم رسل عظام علیہم الصلوٰات تشریف لاتے رہے تا آنکہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم ختم نبوت کا تاج زیب سر کیے جلوہ گر ہوئے۔ اسی اصول قدرت کے مطابق حضور ختمی مرتبت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہزارہ دوم میں تغیر و تبدل ناگزیر تھا۔ ہزارہ سوم کے عقلی و شرعی اور شہودی و کشفی شواہد نہیں ملتے اس کے بعد قیام قیامت ہی ہوگا۔ ہزارہ اول کے اختتام پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کا ظہور ہوا، گو آپ نے اس کی صراحت نہیں فرمائی مگر آپ کے مکتوبات شریفہ اور تصانیف لطیفہ سے اشارہ یہ حقیقت آشکارا ہوتی ہے کہ آپ خلافت نبوت اور نیابت رسالت کے طور پر مسند دعوت و تبلیغ اور منصب ارشاد و تجدید پر متمکن ہوئے اس لئے علمائے راہنہ اور صوفیائے کاملین نے آپ کو مجدد الف ثانی کے لقب سے یاد کیا ہے۔ جبکہ قرب قیامت کی تجدید و اصلاح کے لئے حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام اور وارث کمالات محمدیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کی تشریف آوری کی بشارت سنائی گئی۔

مقدمہ چہارم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کی تخلیق کا مبداء فیض، صفت العلم ہے اور آپ کے عالم خلق کی مربی شان العلم ہے۔ اسی شان العلم کو حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے تعبیر کیا جاتا ہے جبکہ حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کا مرتبہ شان العلم سے بلند تر ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عالم امر کی مربی اور واسطہ فیوض کمالات ہے۔ یاد رہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ فیض تخلیق الگ ہے، حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کا واسطہ فیوض کمالات جدا ہے اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کا معاملہ و شان علیحدہ ہے جبکہ دیگر انسانوں کے فیض وجود اور فیوض کمالات کا مبداء ایک ہی ہے۔

واضح رہے کہ صوفیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے علم و عرفان کی حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات پر جا کر ختم ہو گئی اور اس کی حد رفعت کے متعلق بھی لب کشانہ ہوئے۔ جبکہ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حقیقت محمدیہ سے آگے حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کے متعلق ارشاد فرماتے ہیں حقیقت احمدیہ شان العلم سے بھی بالاتر ہے جس کا ادراک ناممکن ہے اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات اور حقیقت کعبہ دونوں ایک ہی ہے۔

مقدمہ پنجم

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ نبوت تخلیق آدم علیہ السلام سے قبل حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کے ساتھ تعلق رکھتا تھا جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات كُنْتُ نَبِيًّا وَ اَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ سے معلوم ہوتا ہے

اور یہ آپ کا تعین و جو بی تھا کیونکہ عالم خلق کی تخلیق نہ ہونے کی بناء پر تعین امرکانی ابھی منصف شہود پر جلوہ گر نہ ہوا تھا۔ عالم امر میں انبیائے عظام، ملائکہ کرام اور اہل ایمان موجود تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات عالم امر کے سارے نظام کی معلم و مربی تھی۔ اس لئے جمیع ملائکہ کرام علیہم السلام نے تسبیحات و اسباق آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی سیکھے تھے۔ بنا بریں جملہ فرشتے آپ کے امتی اور تلمیذ ہیں جیسا کہ روایت میں ہے **يُسَبِّحُ ذَاكَ النُّورُ وَتَسْبِيحُ الْمَلَائِكَةُ بِتَسْبِيحِهِ** بقول شاعر

گر نہ خورشیدِ جمالِ یار گشتے راہ نموں
از شبِ تاریکِ غفلت کس نبردے راہ بروں

مقدمہ ششم

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلمۃ اللہ جیسی صفات کے ساتھ متصف ہونے کی بناء پر عالم بالا کے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتے ہیں اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کا تعلق بھی عالم بالا کے ساتھ ہے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰات **أَنَا أَحْمَدُ فِي السَّمَاءِ وَمُحَمَّدٌ فِي الْأَرْضِ** سے معلوم ہوتا ہے اس لئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے دیس عالم بالا کی زبان میں **وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدٌ** کہا اور جب حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات عبودیت کے دو طوقوں سے ملبوس ہو کر دنیا میں جلوہ گر ہوئی تو اسے حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے موسوم کیا گیا جو آپ کا مرتبہ نزول تھا اور حقیقت احمدیہ آپ کا مرتبہ عروج تھا۔ جب آپ پر حقیقت محمدیہ کا غلبہ ہوتا تھا تو آپ سے بشری

تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے خورد و نوش، نشست و برخاست وغیرہ اور جب پر آپ حقیقت احمدیہ کا غلبہ ہوتا تو آپ سے ملکی تقاضوں کا ظہور ہوتا تھا جیسے صیام وصال اور عدم سایہ وغیرہ۔

مقدمہ ہفتم

حقیقتِ محمدیہ میں طوق عبودیت کے غلبہ کے باعث آپ کو اظہار بشریت کا حکم تھا جیسا کہ آیہ کریمہ **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ۱ الخ سے عیاں ہے۔ **مِثْلُكُمْ** مثلیت، کیلئے نہیں بلکہ بشریت کی تاکید کیلئے ہے تاکہ بشریت و انسانیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے مانوس ہو کر ایمان و ہدایت و معرفت حاصل کر سکے۔ المختصر ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت **كُنْتُ نَبِيًّا وَ أَدَمُ بَيْنَ الْمَاءِ وَالطِّينِ** ۱ میں حقیقت احمدیہ کا مقام نبوت ہے اور **قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ** ۲ میں حقیقتِ محمدیہ کا مقام نبوت ہے، حدیث میں حقیقتِ احمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے اور آیت میں حقیقتِ محمدیہ کی نبوت کی طرف اشارہ ہے۔

متن چون شریعتِ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت
والتسلیمات از نسخ و تبدیل محفوظ است علمائے
امت اور احکام انبیاء دادہ کار تقویت شریعت و تائید
ملت را بایشان تفویض فرمودہ مع ذالک یک پیغامبر

ترجمہ: چونکہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰات والتسلیمات کی شریعت نسخ و تبدیلی سے محفوظ ہے آپ کی امت کے علماء کو انبیاء علیہم الصلوٰات کا حکم دے کر تقویت شریعت اور تائید ملت کے کام کو انہیں تفویض فرما دیا۔ یونہی ایک اولوالعزم پیغمبر کو ان کا متبع بنا کر آپ کی شریعت کو ترویج بخشی۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ اگرچہ شریعت مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات منسوخ ہونے سے محفوظ ہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت مبارک کے ہزار برس بعد تجدید شریعت، تائید ملت اور تحریب بدعت کا کام علمائے راسخین اور مجددین کرام رحمۃ اللہ علیہم کو سونپا گیا تاکہ وہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰات کی نیابت و خلافت میں ترویج شریعت اور احیائے سنت کا فریضہ سرانجام دیں جیسا کہ احادیث مبارکہ علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل^۱ اور ان الله تعالى يبعث لهدية الاممة على رأس كل مائة سنة من يجدد لها دينها^۲ سے عیاں ہے تاکہ شریعت مطہرہ اور سنت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰات ہر قسم کی بدعات و خرافات سے پاک ہو جائے۔

پینہ:

واضح رہے کہ اس مکتوب گرامی کو نہ سمجھنے کی وجہ سے حاسدین و معاندین نے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز پر دعوائے نبوت کا الزام لگا دیا جس کا جواب آپ نے خود ہی متن بالا میں بیان فرما دیا اس کی قدرے تفصیل کچھ یوں ہے۔

۲ سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۳۷۴۰

۱ تفسیر الکبیر جزء: ۳۰۲/۸

بتقاضائے حکمتِ ربانی حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت جو عالم خلق کی طرف متوجہ و مربی تھی اسے عالم بالا کی طرف متوجہ کر لیا گیا تو امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی عمر خیریت اختتام پذیر ہونے کی وجہ سے ہمہ گیر زوال شروع ہو گیا۔ صوفیائے خام، علمائے سوء، امرائے سلطنت اور عمائدین مملکت آزاد خیالی کے زعم میں بتلا ہو کر ہنود و یہود و غیر ہا کی رسومات و عادات کے پابند ہو گئے، جلال الدین اکبر کے وضع کردہ دین الہی نے دین اسلام کی اصلی صورت و حقیقت کو بدعات و خرافات کے دبیز پردوں میں چھپا دیا.....

اندریں حالات ضرورت تھی کسی ایسے مرد و حید اور فرد فرید کی جو حقیقتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰت کی نیابت و خلافت پر متمکن ہو اور اپنی حکمت بالغہ، دعواتِ صالحہ، تصرفاتِ باطنیہ اور توجہاتِ قدسیہ سے ایسا ہمہ گیر انقلاب برپا کر دے جو محدثات و منکرات کا خاتمہ کر کے، دین اسلام کی صحیح صورت اور خدو خال نمایاں کر دے۔ فلہذا یہ عظیم فریضہ حضرت سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز نے سر انجام دیا۔ **فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ**

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے نزول اور حضرت سیدنا امام مہدی رضی اللہ عنہ کے ظہور تک ہزارہ دووم میں جتنی بھی اسلامی تحریکیں اٹھیں گی عقائد اسلامیہ کی تصحیح، اعمال صالحہ کی تعمیل، ملت کی تعمیر و تشکیل پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز کے روحانی تصرفات و تاثیرات اور باطنی توجہات و برکات کا فرما ہوگی۔ **وَ لِلّٰہِ الْحَمْدُ**

تمن بدانند کہ بعد از ہزار سال از ارتحال خاتم الرسل
 علیہ وعلیہم الصلوٰت والسلام اولیاء امت او
 کہ بظہور آیند ہر چند اقل باشند اکل بوندان تقویت
 این شریعت بروجہ اتم نمایند

ترجمہ: جاننا چاہئے کہ خاتم الرسل علیہ وعلیہم الصلوٰت والسلام کی رحلت کے ہزار
 برس بعد آپ کی امت کے اولیاء جن کا ظہور ہوگا اگرچہ بہت قلیل ہوں گے لیکن کامل
 ہوں گے تاکہ اس شریعت کی تقویت بدرجہ اتم کر سکیں۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز رحلت نبوی علی صاحبہا الصلوٰت
 کے ہزار برس بعد منصہ شہود پر جلوہ گر ہونے والے اولیاء کرام کی اکملیت کا تذکرہ
 فرما رہے ہیں۔ برصغیر کی تاریخ کا مطالعہ کرنے والے قارئین اس امر سے بخوبی
 آگاہ ہیں کہ وہ ولی اکمل جس نے دین اسلام کے فروغ و احیاء کے لئے قید و بند کی
 صعوبتیں برداشت کیں وہ سیدنا مجدد الف ثانی قدس سرہ العزیز کی شخصیت ہے۔
 بقول شاعر

نبی نیست لیکن برنگ نبی
 بجوشد ز کوش ہزاراں ولی

آپ کے مرشد و مربی خواجہ بے رنگ حضرت باقی باللہ احراری قدس سرہ

العزیز نے آپ کے متعلق خوب کہا

میاں شیخ احمد آفتابی است کہ مثل ما ہزاراں ستارگان در ضمن ایشاں گم
است و از کمل اولیاء متقدمین خال خالے مثل ایشاں گزشتہ باشندے
یعنی میاں شیخ احمد سرہندی ایسے آفتاب ہیں کہ ہم جیسے ہزاروں ستارے ان
کے انوار میں گم ہیں اور کالمین اولیائے متقدمین میں ان جیسا خال خال ہوا ہوگا۔

متن باجملہ کمالات اولیائے اس طبقہ شبیہ کمالات
اصحاب کرام است ہر چند بعد از انبیاء فضل
مر اصحاب کرام راست علیہم الصلوٰۃ والسلام اما جائی
آن دارد کہ از کمال تشابہ یکے را بر دیگرے فضل نتوان

داد

ترجمہ: المختصر اس طبقہ کے اولیاء کے کمالات صحابہ کرام کے کمالات کے مشابہ ہیں
اگرچہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد صحابہ کرام کو فضیلت حاصل ہے۔ مگر
یہ ایسا مقام ہے جسے کمال مشابہت کی وجہ سے ایک دوسرے پر فضیلت نہیں دے
سکتے۔

شرح

سطور بالا میں اولیائے آخرین کے کمالات کا کمالات صحابہ کے ساتھ مشابہت

۱۔ حضرت مجدد اور ان کے ناقدین: ۲۹

کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر مال و منال اور اوطان و اولاد وغیرہا کو قربان کر کے دین اسلام کی چہار دانگ عالم میں بالادستی قائم کر دی ایسے ہی قرب قیامت تشریف لانے والے علمائے راسخین اور اولیائے کاملین بھی کفر کا قلع قمع کر کے دین اسلام کو روئے زمین پر غالب کر دیں گے۔ دونوں فریقوں میں کمالِ مشابہت کی بنا پر ہم ایک کو دوسرے پر فضیلت نہیں دے سکتے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ لا یُدْرِی اَوْلٰی خَیْرًا مَّا خِرُّهُ^۱ سے عیاں ہے چونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین و آخرین دونوں فریقوں کے احوال سے آگاہی حاصل تھی اس لئے لَا اَدْرِی (میں نہیں جانتا) نہیں فرمایا بلکہ لَا یُدْرِی کہا لوگوں کو معلوم نہیں اور خَیْرُ الْقُرُونِ قَرْنِی^۲ کہہ کر فریق اول صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی خیریت و فضیلت کو بیان فرما دیا۔ رہے تابعین عظام اور تبع تابعین کرام رحمۃ اللہ علیہم تو ان کی خیریت بھی ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ خَیْرُ الْقُرُونِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِیْنَ یَلُوْنَهُمْ سے ثابت ہے۔ حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں فریق آخرین سے ان کی خیریت اہل اللہ کے ظہور کثرت اور بدعتیوں، فاسقوں اور فاجروں کی قلت کے اعتبار سے ہے اور ایسا ہونا فریق آخرین کے بعض اولیاء اللہ کا تابعین اور تبع تابعین سے افضل ہونے کے ہرگز منافی نہیں ہے جیسے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ

فیض روح القدس ارباز مدد فرماید

دیگراں ہم بکنند آنچه مسیحا می کرد

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی بیان فرمودہ تطبیق بین الاحادیث کی تائید درج ذیل ارشاد نبوی

علیٰ صاحبہا الصلوات سے بھی ہوتی ہے۔

فِيهِنَّ مِثْلُ أَجْرِ خَنَسِينَ رَجُلًا يَعْمَلُونَ مِثْلَ عَمَلِكُمْ قَالُوا
يَا رَسُولَ اللَّهِ أَجْرُ خَنَسِينَ مِنْهُمْ قَالَ لَا بَلْ أَجْرُ خَنَسِينَ مِنْكُمْ ۗ
یعنی فسادِ امت کے وقت کار خیر بجالانے والوں کے لئے پچاس آدمیوں کے
عمل جتنا ثواب ہے صحابہ کرام عرض گزار ہوئے یا رسول اللہ (صلی اللہ علیک وسلم)
ان کے پچاس آدمیوں کے عمل جتنا ثواب ہوگا فرمایا تمہارے (صحابہ کرام رضی اللہ
عنہم) پچاس آدمیوں کے عمل کے برابر اسے ثواب ملے گا۔

حامل نسبت صدیقیہ حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف البینات
شرح مکتوبات جلد ثانی مکتوب: ۷۶ میں ملاحظہ فرمائیں۔

متن حقیقت کعبہ ربانی مسجد حقیقت محمدی گشت
چہ حقیقت کعبہ ربانی بعینہا حقیقت احمدی
است کہ حقیقت محمدی فی الحقیقتہ نکل اوست پس
ناچار مسجد حقیقت محمدی باشد

ترجمہ: حقیقت کعبہ ربانی، حقیقت محمدی کی مسجد ہوگی کیونکہ حقیقت کعبہ ربانی بعینہ
حقیقت احمدی ہے درحقیقت، حقیقت محمدی اس کا نکل ہے پس لازماً وہ حقیقت محمدی
کی مسجد ہوگی۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کو حقیقت کعبہ کا عین قرار دے کر اسے حقیقت محمدی علی صاحبہا الصلوٰات کا مسجود فرما رہے ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ یہاں حقیقت کعبہ، حقیقت محمدیہ اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات کی افضلیت و مفضولیت اور مسجودیت کا اجمالاً تذکرہ کر دیا جائے تاکہ فہم مسئلہ میں سہولت رہے۔ **وَبِاللّٰهِ التَّوْفِیْق**

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حقیقت کعبہ کے متعلق ارقام پذیر ہیں حقیقت کعبہ عبارت از ذات بیچون واجب الوجود است کہ گردے از ظہور و طلب بوے راہ نیافتہ است و شایان مسجودیت و معبودیت ست اس حقیقت را جل سلطانہا اگر مسجود حقیقت محمدی گویند چہ مخدور لازم آید و افضلیت آں چہ قصور دارد!

حقیقت کعبہ، ذات بیچون واجب الوجود سے عبارت ہے جہاں ظہور اور طلب کی گرد بھی راہ نہیں پاسکتی اور وہ مسجودیت و معبودیت کے لائق ہے اس حقیقت جل سلطانہا کو اگر حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم) کا مسجود کہیں تو اس میں کیا استحالہ لازم آتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی افضلیت میں کیا قصور واقع ہوتا ہے ایک مقام پر مسجود کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

صورت کعبہ ربانی مسجود الیہا است مر صور خلاق را چہ بشر و چہ ملک حقیقت آن نیز مسجود الیہا است مر حقائق آن صور را لاجرم آن حقیقت فوق جمیع حقائق آمدہ است و کمالات متعلقہ آن فوق کمالات متعلقہ سائر حقائق گشتہ

گویا اس حقیقت برزخ است در میان حقائق کونی و حقائق الہی جل سلطانہ! جیسے صورت کعبہ ربانی مخلوق کی صورتوں کے لئے خواہ وہ بشر ہوں یا فرشتے مسجود الیہا ہے ایسے ہی حقیقت کعبہ بھی ان صورتوں کے حقائق کے لئے مسجود الیہا ہے لازماً وہ حقیقت تمام حقیقتوں پر فوقیت رکھتی ہے اور حقیقت کعبہ کے متعلقہ کمالات، تمام حقیقتوں کے متعلقہ کمالات سے فوق ہوئے گویا یہ حقیقت کعبہ، حقائق کونیہ اور حقائق الہیہ کے درمیان برزخ ہے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے فوق ہے مگر فضیلت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی حاصل ہے کیونکہ اگرچہ کعبہ میں ظہور تنزیہہ صرف ہے مگر کعبہ مرتبہ ظہور تنزیہہ صرف سے بالا عروج نہیں رکھتا لیکن عروجات محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات ظہور تنزیہہ صرف سے بالاتر ہیں جس طرح زید کا آئینہ میں عکس و ظہور عین ذات نہیں بلکہ تمثال زید ہے جو عین سے کم تر ہے ایسے ہی ظہور تنزیہہ (حقیقت کعبہ) مرتبہ ذات حق جل سلطانہ سے پائیں تر ہے جبکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات ذات حق جل سلطانہ کی طرف عروج لا متناہی سے شاد کام ہے اس اعتبار سے حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات حقیقت کعبہ سے فوق ہے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے نسبتاً برتر ہے مگر حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے پائیں تر ہے۔ عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم سرہندی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں جس مکتوب میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے حقیقت کعبہ کو ذات بیچوں، واجب الوجود کہا ہے وہاں ذات بیچوں واجب الوجود سے ذات نکت مراد نہیں بلکہ وہاں حقیقت کعبہ سے مظہر معبودیت اور شان مسجودیت مراد ہے۔

حقیقت کعبہ اگرچہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات سے بالا ہے مگر فضیلت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہی ہے کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم محض حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات ہی نہیں رکھتے بلکہ آپ حقیقت محمدیہ اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات دونوں کے جامع ہیں۔ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت جسدی اور حقیقت احمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقت روحی ہے۔ حقیقت کعبہ اپنے مقام اصلی سے عروج نہیں کرتی جبکہ حقیقت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰات بھجوائے آیہ کریمہ **وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ** عروج لا متناہی سے مشرف ہے اور حقیقت کعبہ عروجاتِ مصطفویہ علی صاحبہا الصلوٰات کیلئے زینہء اول ہے۔

مزید تفصیلات البینات شرح مکتوبات جلد اول مکتوب: ۴ اور سعادت العباد شرح مبدأ ومعاد جلد ثانی منها: ۴۸ میں ملاحظہ فرمائیں

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت ملا شکیبہ اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

معجزہ معراج طیّ زماں اور طیّ مکاں کی روشن دلیل ہے

ایمان اسلام اور احسان دین سے عبارت ہیں



مکتوب - ۲۱۰

متن مخدوما مکرما اشکال این حکایت نه از این رکندر
 ست که در یک ساعت کار سنین چگونه میسر
 شود چه این قسم معامله بسیار بوقوع آمده است حضرت
 رسالت خاتمیت علیه و علی آله الصلوٰة والسلام والتحیه
 داشب معراج بعد از طی معارج عروج و قطع منازل
 وصول که بالوف سنین میسر شود چون بو شاق خود رجوع
 فرمودند دیدند که هنوز حرارت بستر خواب زائل نشده
 است و حرکت آب که در ابریق برائے طهارت
 جدا کرده بودند تسکین نیافته و جیش همان است که در
 نفحات بعد از نقل این حکایت مذکور است که از قبیل

بسطِ زمان است

ترجمہ: میرے مخدوم و مکرم! اس حکایت میں اس جہت سے کوئی اشکال راہ نہیں پاتا کہ برسوں کا کام ایک ساعت میں کیسے ہو گیا اس قسم کے معاملات بہت وقوع میں آئے ہیں جیسے حضرت رسالت خاتمیت علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام والحقہ معارج عروج طے کرنے اور منازلِ وصول قطع کرنے کے بعد جو ہزاروں برس میں میسر ہوئیں جب کا شانہ نبوت میں مراجعت فرمائی تو دیکھا کہ ابھی تک بستر کی حرارت زائل نہیں ہوئی اور جو پانی طہارت کے لئے آفتابہ میں علیحدہ کیا تھا، رکا نہیں تھا اس کی وجہ وہی ہے جو اس حکایت کے نقل کے بعد مذکور ہے کہ یہ بسطِ زمان کے قبیل سے ہے۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے نفحات الانس کی ایک مشکل و مغلق عبارت کا حل بیان فرمایا ہے دراصل جب سالک عالم خلق اور عالم امر کے لطائف عشرہ طے کرنے کے بعد عالم و جوب کی سیر کرتا ہے اور حقیقت کے پروں سے عالم بالا کی طرف طیر کرتا ہے تو اس عارف کی روحانی پرواز کو دیکھ کر ملائکہ بھی ورطہ حیرت میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ دانائے راز حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے خوب کہا۔

اگر برج معنی پرد طیر او

فرشتہ فرو ماند از سیر او

اس کیفیت میں اس کی بشری کثافت اور جسمانی ثقالت مضمحل ہو جاتی ہے اور

اس پر روحانی تقاضے غالب آجاتے ہیں۔ اس قسم کا صاحبِ سلطان الاذکار عارف
اَجْسَادُنَا اَزْوَاحُنَا، اَزْوَاحُنَا اَجْسَادُنَا کے مرتبہ جلیلہ پر فائز المرام ہو جاتا
ہے۔ اسے بشری حاجات خورد و نوش وغیرہا کی بھی خاص ضرورت نہیں رہتی بلکہ
گا ہے گا ہے اس کا سایہ بھی گم ہو جاتا ہے۔ مولانا روم مستِ بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ
نے اس قسم کے عارف کے متعلق کہا تھا

چو فنا در فقر پیرایہ شود
او محمد وار بے سایہ شود

یہی ابوالوقت عارف ہوتا ہے جس کے لئے اوقات و مقامات اور زمان و مکان
کی طنابیں کرامتہ لپیٹ و سمیٹ کر رکھ دی جاتی ہیں، اسی کو بسطِ زماں اور طسیٰ مکاں
کہا جاتا ہے۔

جیسا کہ حضرت شیخ ابن السکینہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے

اِنَّ اللّٰهَ یَبْسُطُ زَمَانًا لِّمَنْ یَّشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ مَعَ قَصْرِہٖ لِقَوْمٍ

اٰخِرِیْنَ بلاشبہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے بعض بندوں کے لئے بسطِ زمان
فرما دیتا ہے اور بعض بندوں کے لئے قصرِ زمان فرما دیتا ہے۔ کتاب و سنت میں طسیٰ
زماں اور طسیٰ مکاں کی مثالیں موجود ہیں اصحابِ کہف غار میں تین سو نو برس لیٹے رہے
جیسا کہ آیہ کریمہ وَلَبِثُوْا فِیْ کَهْفِہُمْ ثَلَاثَ مِاۃٍ سِنِیْنَ وَاَزْدَادُوْا تِسْعًا
سے عیاں ہے اور جب بیدار ہوئے تو انہیں یوں معلوم ہوا گویا ایک دن یا دن کا کچھ
حصہ گزرا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ قَالَ قَائِلٌ مِّنْہُمْ کُمْ لَبِثْتُمْ قَالُوْا لَبِثْنَا
یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ^۱ سے واضح ہے۔

ارشاد نبوی علیٰ صاحبہا الصلوٰات ہے

إِنَّ اللَّهَ زَوْي لِي الْأَرْضِ فَرَأَيْتُ مَشَارِقَهَا وَمَغَارِبَهَا لَمِيرَ لِي
 زمین لپیٹ دی گئی حتی کہ میں نے مشارق و مغارب کو دیکھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ
 وسلم کا معجزہ معراج، طئی زمان و مکان کا عظیم شاہکار ہے۔

بیتنا:

واضح رہے کہ اوتاد، فردالافراد اور غوث حضرات سے طئی زمان، طئی مکان اور
 طئی لسان جیسے واقعات بہت زیادہ رونما ہوتے ہیں۔ ہمارے آقائے ولی نعمت
 قطب الاولیاء حضرت خواجہ صوفی محمد علی قدس سرہ العزیز اسی مقام پر فائز المرام تھے۔

بقول شاعر

اک پل میں سرِ عرش گزر دیکھی
 میں نے درویشوں کی رفتارِ سفر دیکھی

متن اولاً از درستی اعتقاد چارہ نبود و از تصدیق بانچه
 از دین معلوم شدہ است بطریق ضرورت و
 تواتر گذرنہ و ثانیاً علم و عمل بانچه علم فقط متکلف است
 نیز ضروریست و ثالثاً سلوکِ طریقِ صوفیہ ہم در کار است
 نہ از برائے آن غرض کہ صور و اشکالِ غیبی را مشاہدہ

نمائند و انوار و الوان را معاینه فرمایند این خود داخل لہو و

لعب است.....

ترجمہ: اول: اعتقاد کی درستی کے بغیر چارہ نہیں ہے اور جو ضرورت و تواتر کے طریق پر دین سے معلوم ہوا ہے اس کی تصدیق کے بغیر گزارہ نہیں ہے۔ دوم: وہ علم و عمل بھی ضروری ہے جس کا علم فقہ متکفل ہے سوم: طریق صوفیہ کا سلوک بھی درکار ہے اس غرض سے نہیں کہ غیبی صورتوں اور شکلوں کا مشاہدہ کریں، نوروں اور رنگوں کا معائنہ کریں کیونکہ یہ سب لہو و لعب میں داخل ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز عقائد صحیحہ، علوم فقہیہ اور طریقہ صوفیاء کی اہمیت بیان فرما رہے ہیں۔ حدیث شریف میں انہیں ایمان، اسلام اور احسان سے تعبیر فرما کر دین کہا گیا ہے جیسا کہ ارشاد نبوی **يُعَلِّمُكُمُ دِينَكُمْ** سے عیاں ہے۔

درحقیقت طریقہ صوفیاء (احسان) اختیار کرنے کا مقصد انوار و الوان اور غیبی صورتوں و شکلوں کا مشاہدہ نہیں ہوتا بلکہ مرتبہ احسان کے حصول کا مقصد عقائد اسلامیہ پر ایقان و اذعان کی زیادتی ہوتا ہے تاکہ معاملہ استدلال سے کشف اور اجمال سے تفصیل تک پہنچ جائے اور سالکین طریقت کو مصداقات قضایا شرعیہ کا شہود نصیب ہو جائے۔

نیز طعی سلوک سے مقصود احکام فقہیہ پر عمل کرنا آسان ہو جائے، نفس امارہ کی

عداوت و بغاوت ٹوٹ جائے اور معاملہ گوش سے آغوش، صورت سے حقیقت تک پہنچ جائے، اسی تکلف و تصنع کے لئے طریقت کے جملہ سلاسل وجود میں آئے اسی بناء پر حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز طریقت کو شریعت کا خادم کہتے ہیں۔

دفتر اول مکتوب

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد علی قاسمی مدظلہ العالی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

حضرت مولانا روم کے ایک مقولہ کی وضاحت

ذات حق سبحانہ، صورت سے منزہ ہے



مکتوب - ۲۱۱

متن از مقولہ مولوی علیہ الرحمہ پر سیدہ بودند کہ گفتہ آن
 نارغینی کہ در کنار من بودہ حق بودہ است آیا
 این گفتن جائز است یا نہ بدانند کہ این قسم امور درین
 راہ بسیار واقع میشود و بزبان می آید این نوع معاملہ
 تجلی صورت است کہ صاحب معاملہ آن صورت متجلی را
 حق می انگارد و تعالیٰ شانہ سخن همان است کہ شیخ اجل
 امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی فرمودہ اند
 تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّي بِهَا أَطْفَالَ الطَّرِيقَةِ

ترجمہ: آپ نے مولوی علیہ الرحمہ کے مقولہ کی بابت پوچھا تھا کہ انہوں نے فرمایا
 ہے کہ وہ نازنین جو میرے پہلو میں تھا وہ حق تھا کیا یہ کہنا جائز ہے یا نہیں؟ جاننا
 چاہئے کہ اس قسم کے امور اس رستہ میں بہت واقع ہوتے ہیں اور زبان پر بے اختیار

جاری ہو جاتے ہیں۔ اس قسم کا معاملہ تجلی صوری ہے کہ صاحب اس متجلی صورت کو حق تعالیٰ شانہ گمان کرتا ہے بات وہی ہے جو شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی نے فرمائی اس قسم کے خیالوں سے اطفالِ طریقت کی تربیت کی جاتی ہے۔

شرح

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ کے ایک مقولہ ”آں ناز نینے کہ درکنار من بودہ حق بودہ است“ کی وضاحت فرما رہے ہیں۔ دراصل دورانِ سلوک طالبانِ طریقت پر جب تجلیات کا ورود ہوتا ہے تو تجلی صوری کے دوران وہ اشیائے کائنات کی شکلوں اور صورتوں میں تجلیات کا مشاہدہ کرتا ہے اور صورت متجلی کو ذاتِ حق سبحانہ سمجھ لیتا ہے۔ حالانکہ ذات اور تمثال میں امتیاز نہ کر سکنے کی وجہ سے اس قسم کے اقوال صادر ہو جاتے ہیں۔ شیخ اجل امام ربانی حضرت خواجہ یوسف ہمدانی قدس سرہ العزیز کا قول تِلْكَ خَيَالَاتٌ تُرَبِّي بِهَا أَطْفَالَ الطَّرِيقَةِ انہیں سالکین پر صادق آتا ہے۔

بینہ:

واضح رہے کہ ارشاداتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰتِ رَأَيْتُ رَبِّي فِي أَحْسَنِ صُورَةٍ^۱ اور رَأَيْتُ رَبِّي عَلَى صُورَةٍ شَابٍ^۲ میں صورت سے مراد تمثال ذات ہے عین ذات نہیں کیونکہ حق تعالیٰ سبحانہ صورت سے منزہ ہے۔ ایسے ہی خواب میں دیدارِ ذات کا مشاہدہ کرنے والے تمثال ذات سے شاد کام ہوتے ہیں

۱ معجم الکبیر للطبرانی، رقم الحدیث: ۹۳۱

۲ سنن الدارمی، رقم الحدیث: ۲۲۰۴

۳ کنز العمال، رقم الحدیث: ۱۱۵۲

کیونکہ ذات حق سبحانہ عالم مثال (خواب وغیرہا) میں مصور ہونے سے ہے۔

ز اعلیٰ بالا و بالا ز بالا

بلندی ہم نمی گنجد در آنجا

متن اجازتیکہ بشما و دیگران کردہ شدہ است مشروط

بشرائط است و منوط است بحصول علم بمرضی

او تعالیٰ ہنوز آن وقت نیادہ است کہ اجازت مطلق

کردہ شود تا ورود آن وقت شرائط را نیک مرعی

دارند خبر شرط است

ترجمہ: وہ اجازت جو آپ اور دوسروں کو دی گئی ہے شرائط کے ساتھ مشروط ہے اور اس تعالیٰ کی رضا کا علم حاصل کرنے پر موقوف ہے، ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ مطلق اجازت دے دی جائے، وقت آنے تک شرائط کی خوب رعایت کریں، مطلع کرنا شرط ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اس امر کی وضاحت فرما رہے ہیں کہ شیخ کامل و مکمل کا بنیادی مقصد سالکین طریقت کو توجہات قدسیہ اور تصرفات باطنیہ کے ذریعے گناہوں کی نجاستوں اور بشری کدورتوں سے پاک

صاف کر کے تصفیہ و تزکیہ کرنا ہوتا ہے۔ انہیں ظلمتوں سے نکال کر راہ نور پر گامزن کر کے ان کے اجسام و ارواح کی تطہیر و تنویر مقصود ہوتی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ لَتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِ رَبِّهِمْ سے عیاں ہے اور انہیں بارگاہ قدس جل سلطانہ تک پہنچانا ہوتا ہے۔ اس لئے اس مسند عظمیٰ پر وہی شخص متمکن ہو سکتا ہے جس کا اپنا تصفیہ و تزکیہ ہو چکا ہو اور اس کی حریم قدس جل سلطانہ تک رسائی ہو اور وہ دوسروں کو بھی وہاں تک پہنچانے کی صلاحیت و استعداد رکھتا ہو۔

صوفیائے طریقت نے خلافت کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں

خلافت مقیدہ خلافت مطلقہ

خلافت مقیدہ کا مستحق وہی شخص ہوتا ہے جس کے لطائف کا تصفیہ ہو چکا ہو اور وہ فنا و بقا سے مشرف ہو لیکن ہنوز اس کا تزکیہ نفس نہ ہو اور اس لئے اہل اللہ نے اس کی اجازت و خلافت کو مقید و مشروط رکھا ہے تاکہ پیری مریدی بازیچہ اطفال نہ بن جائے۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز اپنے خلیفہ حضرت ملا طاہر بدخشی رحمۃ اللہ علیہ کو ایک مقام پر تحریر فرماتے ہیں جو بتغییر یسر پیش خدمت ہے۔

جب کوئی شخص طلب و ارادت کے ساتھ حاضر خدمت ہو تو اسے شیر بہر سمجھنا چاہئے اور ڈرتے رہنا چاہئے کہ کہیں استدراج، مطلوب اور خرابی، منظور نہ ہو اگر بالفرض کسی طالب کے آنے پر فرحت و سرور محسوس ہو اسے کفر و شرک جاننا چاہئے اور اس سرور کی تلافی و تدارک، ندامت و استغفار سے کرنا چاہئے بلکہ فرحت و سرور کی جگہ قلب میں خوف و حزن ہونا چاہئے، مرید کے مال میں طمع اور اس سے دنیوی منفعت کی خواہش مرید کی رشد و ہدایت میں مانع ہوتی ہے اور پیری کی ہلاکت کا باعث

ہوتی ہے۔ انہی وجوہات کی بناء پر اسے بدوں استخارہ بیعت کی اجازت نہیں ہوتی۔
 جبکہ خلیفہ مطلق کا نفس، تزکیہ ہونے کی بناء پر راضیہ مرضیہ ہو چکا ہوتا ہے اور
 اسے وجودِ موہوبِ حقانی میسر آچکا ہوتا ہے۔ خواہشات نفسانیہ اور کدورات بشریہ
 سے پاک ہونے کی وجہ سے مقامِ رضا پر فائز ہوتا ہے، اس لئے اس کے جملہ امور
 رضائے الہی کے تابع ہوتے ہیں اور اسے پیری مریدی کی عام اجازت ہوتی ہے۔
 وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

دفتر اول مکتوب ۲۱۲

مکتوب الیہ

حضرت مولانا محمد صدیق بدایونی رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

صاحبِ تصرف شیخ، مرید کو مراتب عالیہ پر فائز کر سکتا ہے

علوم صدیقیہ علوم علویہ

تعبیر خواب کے آداب



مکتوب - ۲۱۲

متن پر سیدہ بودند کہ پیر صاحب تصرف مرید مستعد
 را بتصرف خود براتی کہ فوق از استعداد اوست
 تواند رسید یا نہ بلے تواند رسانید اما بآن مراتب فوق کہ
 مناسب استعداد اوست نہ براتی کہ مبائن استعداد
 او باشد

ترجمہ: دریافت کیا گیا تھا کہ صاحب تصرف پیر اپنے تصرف سے صاحب
 استعداد مرید کو اس کی استعداد سے بالا مرتبوں میں پہنچا سکتا ہے یا نہیں ہاں پہنچا سکتا
 ہے لیکن انہیں بالا مرتبوں تک پہنچا سکتا ہے جو اس کی استعداد کے مناسب ہوں نہ کہ
 ان مرتبوں تک جو اس کی استعداد کے مخالف ہوں۔

شرح

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ایک استفسار کا جواب
 مرحمت فرما رہے ہیں کہ صاحب استعداد سالک کو صاحب تصرف شیخ اعلیٰ مراتب اور

بالا مدارج تک پہنچا سکتا ہے، یہ محض ممکن الوقوع ہی نہیں بلکہ امر واقع ہے۔ بشرطیکہ سالک صاحب استعداد ہو کیونکہ باطنی استعداد حق تعالیٰ کا خاص عطیہ ہے۔ ورنہ استعداد سے عاری سالک پر تو جہات چنداں اثر انداز نہیں ہوتیں جیسا کہ شورش میں، بارانِ رحمت کے باوجود گلزار نہیں بنتی۔ رہا ایک مشرب سے اعلیٰ مشرب تک پہنچانا، آپ فرماتے ہیں کہ یہ ہمارے تجربے و تصرف میں تاہنوز نہیں آیا لیکن بعد ازاں **وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ** سے حظِ وافر پاتے ہوئے جب آپ اعلیٰ مراتب پر فائز المرام ہوئے تو آپ بذریعہ تصرف صاحبانِ استعداد سا لکین کو ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰات تک پہنچا دیتے۔ جیسا کہ آپ نے صاحبزادہ کلاں حضرت خواجہ محمد صادق قدس سرہ العزیز کو ولایت موسوی سے نکال کر ولایت محمدی تک پہنچا دیا تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ سے قبل شاید کسی کو یہ تصرف حاصل نہیں تھا۔

بینہ:

واضح رہے کہ اولوالعزم انبیاء کرام علیہم الصلوٰات کی ولایتوں کا عالم و جوہ میں مبداء فیض جدا جدا ہوتا ہے۔ سیدنا موسیٰ علیہ السلام کا مبداء فیض صفت الکلام ہے اس لئے اولیائے موسوی المشرّب ظلّال صفت الکلام سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ جب کوئی عارف ولایت موسوی سے ولایت محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰات میں ارتقا فرماتا ہے تو اس کا مبداء فیض ظلّال صفت العلم ہو جاتا ہے۔ اور جب کوئی عارف ظلّال صفات سے ترقی کر کے ولایت کبریٰ سے شاد کام ہوتا ہے تو اس وقت اس کی مرئی صفت ہوتی ہے۔ غرضیکہ جب عارف بشری کدورات اور نفسانی خواہشات سے پاک ہو جاتا ہے تو وہ مظہر صفات بن جاتا ہے، بعد ازاں شیونات و اعتبارات اس پر

جلوہ گر ہوتے ہیں۔ بالآخر اس کے باطن پر ذاتی تجلیات کا ورود ہوتا ہے اور اس کے ظاہر سے صفاتی تجلیات کا ظہور ہوتا ہے یوں مراتب استعداد، تفاوت مدارج کا باعث ہوتے ہیں

ہر کسے را بہر کارے ساختند

متن ایضاً پرسیدہ بودند کہ آن کد ام مرتبہ است کہ
 اخفی کہ لطف لطائف انسانی است در ان
 مرتبہ حکم نفس امارہ وارد و در دناءت و خاست شبہ
 او پیدا می کند معلوم انومی باد کہ اخفی ہر چند لطف
 لطائف است اما داخل دائرہ امکان است و بداع
 حدوث مستم

ترجمہ: یہ بھی دریافت کیا تھا کہ وہ کونسا مرتبہ ہے کہ لطیفہ اخفی جو انسان کے لطیف ترین لطائف میں سے ہے نفس امارہ کا حکم رکھتا ہے اور ذلالت و کمینگی میں اس کے ساتھ مشابہت پیدا کر لیتا ہے میرے بھائی کو معلوم ہو کہ لطیفہ اخفی اگرچہ لطیف ترین لطائف میں سے ہے لیکن دائرہ امکان میں داخل ہے اور حدوث کے داغ سے داغدار ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارشاد فرما رہے ہیں کہ دوران سلوک جب سالک ظلالِ وجوب اور عالمِ وجوب سے بالا مراتب طے کرتا ہوا صفات و شیونات کے تقیدات سے وراء سیر کرتا ہے اور ذات کے ساتھ بے کیف وصل سے شاد کام ہوتا ہے پھر اس وصل عریانی کے مرتبہ پر فائز المرام ہو کر جب نچلے مدارج میں لطیفہٴ اخفی کو ملاحظہ کرتا ہے تو اسے کدورات سے معمور اور حدوث سے داغدار پاتا ہے۔ عالمِ خلق کے اعتبار سے لطیفہٴ اخفی گو سب سے لطیف ترین ہے مگر عالمِ بالا کے اعتبار سے یہ لطیفہٴ نفس کی مانند خسیس و رذیل نظر آتا ہے اس لئے نفس اور اخفی تو اُمین (جرّواں) دکھائی دیتے ہیں۔

متن حضرت آدم راعلیٰ بنتنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام
 دران واقعہ دیدہ بسیار نیک است واصلت
 وارد آب کہ کنایت از علم است دست دران
 کردن حصول قدرت است در علم و مشارکت
 حضرت آدم علیٰ بنتنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام درین
 معنی مؤکد ان حصول است چہ آنحضرت تلمیذ حضرت
 رحمن است وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا

ترجمہ: جس واقعہ میں حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو زیارت کرنا نقل ہے بہت اچھا ہے اور اصلیت رکھتا ہے پانی سے علم کنایہ ہے اس میں ہاتھ ڈالنا علم میں مہارت کا حصول ہے اور حضرت آدم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کی شرکت اس مقصد کے حصول میں تاکید ہے کیونکہ آپ علیہ السلام حضرت رحمن جل سلطانہ کے شاگرد ہیں جیسا کہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سے ثابت ہے۔

شکر

یہاں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کے ایک واقعہ کی تعبیر بیان فرما رہے ہیں جس میں انہوں نے سیدنا آدم علیہ السلام کی زیارت، شفاف پانی اور اس میں ہاتھ ڈالنے کے متعلق استفسار کیا تھا۔ جواباً آپ ارشاد فرماتے ہیں کہ شفاف پانی سے مراد علم اور اس میں ہاتھ ڈالنے سے مراد علم باطن کی درس و تدریس میں سعی بلوغ کرنا ہے۔ اور حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت سے مراد..... علم اسرار کے حصول کی تاکید و تلقین ہے۔ کیونکہ وہ حق تعالیٰ سبحانہ کے تلمیذ ارشد ہیں جیسا کہ آیہ کریمہ وَعَلَّمَ آدَمَ الْأَسْمَاءَ كُلَّهَا سے عیاں ہے۔ لیکن علم باطن سے مراد اہل بیت کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ مناسبت رکھنے والا علم ہے۔

اہل طریقت نے مصادر و منابع کے اعتبار سے علم کی دو قسمیں بیان فرمائی ہیں۔

علوم صدیقیہ علوم علویہ

علوم صدیقیہ، علوم نبوت کے ساتھ مناسبت رکھتے ہیں سیدنا صدیق اکبر اور سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہما کے علوم و معارف، علوم نبوت سے مناسبت رکھتے ہیں اس لئے کتاب و سنت کے عین مطابق ہوتے ہیں۔ ترہات و سکریات کا التباس کم تر ہوتا ہے

زیادہ تر مستقیم الاحوال اہل اللہ کو نصیب ہوتے ہیں۔ جبکہ علوم علویہ فیضان علوم ولایت سے مقتبس ہوتے ہیں بنا بریں ان میں معارف سکریہ کا احتمال وامکان ہوتا ہے۔
وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ بِحَقِيْقَةِ الْحَالِ

بینہ:

واضح رہے کہ عارف باللہ قاضی ثناء اللہ مجددی رحمۃ اللہ علیہ نے واقعات و منامات کی تعبیر کے دو ذرائع بیان فرمائے ہیں جس کی وجہ سے معبرین کی تعبیر میں خطا کا احتمال نہیں ہوتا۔

تعبیر بذریعہ الہام تعبیر بذریعہ عقل سلیم

تعبیر بذریعہ الہام اور صالح اور الہام کے لائق شخص کو ہی عطا کی جاتی ہے۔
آیہ کریمہ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْاَحَادِيثِ^۱ میں اسی تعبیر کا تذکرہ ہوا ہے۔
جبکہ تعبیر بذریعہ عقل سلیم اس بندہ مومن کو نصیب ہوتی ہے جسے رسوخ فی العلم اور تزکیہ نفس حاصل ہو اور وہ راہ سلوک کی پیچیدگیوں کو جانتا ہو۔

حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں

علم بہ تفصیل احوال و مقامات و معرفت بہ حقیقت مشاہدات و تجلیات و حصول کشف و الہامات و ظہور تعبیرات و واقعات از لوازم اس مقام عالی است و بدو نہاخر ط القتاد^۲ یعنی احوال و مقامات کا تفصیلی علم مشاہدات و تجلیات کی حقیقت کی معرفت، کشف و الہامات کا حصول اور واقعات کی تعبیرات کا ظہور اس بلند مقام کے لوازمات سے ہے۔

نبی اکرم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا

رُؤْيَا الْمُؤْمِنِ مِنْ جُزْءٍ مِنْ أَرْبَعِينَ جُزْءًا مِنَ النَّبُوءَةِ وَهِيَ عَلَى
رَجُلٍ طَائِرٍ مَا لَمْ يُحَدِّثْ بِهَا فَإِذَا حُدِّثَ بِهَا سَقَطَتْ وَلَا تُحَدِّثُ بِهَا
إِلَّا لَبِيبًا أَوْ حَبِيبًا وَفِي رِوَايَةٍ إِلَّا مَنْ تُحِبُّ ۱

یعنی مومن کا خواب نبوت کا چالیسواں جز ہوتا ہے جو پرندہ کے پاؤں کے
ساتھ معلق رہتا ہے جب تک اسے بیان نہ کر دیا جائے اور جب اسے بیان کر دیا جاتا
ہے تو وہ ساقط ہو جاتا ہے اس لئے خواب کسی لیبیب اور حبیب کے سامنے ہی بیان
کرنا چاہیے یا کسی ایسے شخص کے سامنے بیان کرنا چاہیے جو تمہارا خیر خواہ و محب ہو۔

دوسری روایت میں ہے

الرُّؤْيَا عَلَى رَجُلٍ طَائِرٍ مَا لَمْ تُعَبَّرْ فَإِذَا عُبِّرَتْ وَقَعَتْ وَلَا تَقْصُهَا
إِلَّا عَلَى وَادٍ أَوْ ذِي رَأْيٍ ۲

علامہ مظہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میرے نزدیک طائر سے مراد نوشتہ تقدیر
ہے جیسا کہ آیہ کریمہ کُلُّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنَاهُ طَائِرَهُ فِي عُنُقِهِ ۳ سے معلوم ہوتا
ہے اور مومن کا خواب اللہ تعالیٰ کی قضا پر مبنی ہوتا ہے اور اس کیلئے مقدر کردہ تقدیر کے
ساتھ معلق ہوتا ہے۔ جب تک وہ خواب کسی کے سامنے بیان نہیں کرتا اور معبر اس کی
تعبیر نہیں بتاتا اسے معلوم نہیں ہوتا کہ اس کے مقدر میں کیا ہے۔ فلہذا جب وہ کسی
معبر کے سامنے خواب بیان کرتا ہے تو معبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمودہ الہام،
قوت رائے یا استنباط کے ذریعے تعبیر کر دیتا ہے تو اس خواب کا مقتضی واضح اور ظہور
پذیر ہو جاتا ہے اس لئے خواب کسی لیبیب و حبیب کے سامنے ہی بیان کرنا چاہیے۔
لیبیب سے مراد، صاحب سلیم الرائے اور حبیب سے مراد، صاحب الہام معبرین مراد
ہیں جن کی بیان کردہ تعبیرات خطا سے محفوظ ہوتی ہیں۔

۱۔ ماخوذ از تفسیر المنظر، جلد پنجم: ۱۴۰ ۲۔ ابن ماجہ رقم الحدیث: ۳۹۰۴ ۳۔ الاسراء، ۱۳۶

خواب کے متعلق ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت الرُّوِّیَا الصَّالِحَةُ مِنَ اللَّهِ وَالْحُلْمُ مِنَ الشَّيْطَانِ فَإِذَا رَأَى أَحَدُكُمْ الشَّيْءَ يَكْرَهُهُ فَلْيَنْفُثْ عَنْ يَسَارِهِ ثَلَاثَ مَرَّاتٍ إِذَا اسْتَيْقَظَ وَلْيَتَعَوَّذْ بِاللَّهِ مِنْ شَرِّهَا فَإِنَّهَا لَنْ تَضُرَّهُ إِنْ شَاءَ اللَّهُ^۱ کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ مظہری فرماتے ہیں تعوذ پڑھنے اور تھوکنے کا حکم اس لئے دیا گیا ہے کہ اگر وہ خواب شیطانی تخویفات اور ابلیسی تسویلات سے ہوگا تو تعوذ پڑھنے سے وسوسا کا دفعیہ ہو جائے گا اور اگر وہ عالم مثال سے ہوگا تو وہ قضائے معلق سے حکایت ہوگا۔ تعوذ باللہ سے قضائے معلق ٹل جائے گی ان شاء اللہ وہ خواب ضرر نہیں دے گا۔

خواب بیان نہ کرنے کا حکم اس لئے دیا گیا تا کہ وہ اس کی تعبیر سے پریشان اور خوفزدہ نہ ہو اور اٹھ کر نماز نفل ادا کرنے کا حکم اس لئے دیا تا کہ وہ نماز و دعا کے ذریعے رجوع الی اللہ کرے اور خواب کے متعلق قضائے معلق دفع ہو جائے جیسا کہ ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت لَا يَرُدُّ الْقَضَاءَ إِلَّا الدُّعَاءُ^۲ سے واضح ہے۔

ناپسندیدہ خواب بیان کرنے کی نہیں اس لئے بھی ہو سکتی ہے کہ دشمنوں کے لئے شامت و فرحت کے اظہار کا سبب نہ ہو اور لبیب و حبیب کے سامنے تحدیث مبشرات کا حکم اس لئے دیا تا کہ وہ اس سے حسد نہ کریں۔ اسی بناء پر سیدنا یعقوب علیہ السلام نے سیدنا یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کے سامنے خواب بیان کرنے سے منع فرمایا تھا جیسا کہ آیہ کریمہ لَا تَقْصُصْ رُؤْيَاكَ^۳ سے عیاں ہے۔^۴

امام المعمرین حضرت امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں كَانَ أَعْبَرُ هَذِهِ الْأُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا أَبُو بَكْرٍ^۵

۱ موطا مالک، رقم الحدیث: ۱۵۰۷ ۲ جامع ترمذی رقم الحدیث: ۲۰۶۵ ۳ الیوسف ۱۲: ۵

۴ المنظری پنجم: ۱۳۱ ۵ ریاض النضرۃ جلد اول: ۵۹

دفتر اول مکتوب ۲۱۳

مکتوب الیہ

یادت پناہ حضرت شیخ فرید بخاری رحمہ اللہ علیہ



موضوعات

علماء را سخین کے ساتھ میل ملاپ، تمام نصیحتوں
کا حاصل ہے، جادہ اہل سنت سے سر موٹے ہوئے
لوگوں کی صحبت زہر قاتل ہے



مکتوب - ۲۱۳

متن نقابت و نجابت و تشکالاً خلاصہ مواعظ و زبدہ
نصائح اختلاط و انبساط با اہل تدین و ارباب
تشریح است تدین تشریح مربوط بسلوک طریقہ حقہ اہل
سنت و جماعت است کہ فرقہ ناجیہ اند در میان سائر

فرق اسلامیہ

ترجمہ: اے شرافت و نجابت والے! تمام وعظوں اور نصیحتوں کا نچوڑ دین دار اور
اہل شریعت کے ساتھ اختلاط پر خوش رہنا ہے دین و شریعت پر پابند ہونا اہل سنت و
جماعت کے طریقہ حقہ کے رستہ کے ساتھ مربوط ہے جو تمام اسلامی فرقوں میں ناجی
گروہ ہے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز علمائے راہنہ ،
اولیائے کاملین اور اہل سنت کے تشریح لوگوں کے ساتھ میل ملاپ رکھنے کی نصیحت

فرما رہے ہیں جو جمیع نصح اور وصائے کالب لباب ہے کتاب و سنت میں اہل اللہ کی معیت و مجالست کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ آیہ کریمہ **وَ كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ**^۱ اور ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت ہم القوم لا یشتی بہم جلیسہم^۲ سے عیاں ہے۔ جادہ مستقیم سے بھٹکے ہوئے اغیار کے ساتھ نشست و برخاست کی ممانعت اور ان کیساتھ مجالست کی مضرت، صحبت کافر سے بھی بدتر بتائی گئی ہے جیسا کہ آیہ کریمہ **فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرِی مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِیْنَ**^۳ اور ارشاد نبوی علی صاحبہا الصلوٰت **فَاِیَّاكُمْ وَاِیَّاهُمْ لَا یُضِلُّوْكُمْ وَلَا یَفْتِنُوْكُمْ**^۴ سے عیاں ہے حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز ارقام پذیر ہیں

فسادِ صحبت مبتدع زیادہ از فسادِ صحبت کافر است^۵

عارف کھڑی میاں محمد بخش رحمۃ اللہ علیہ صحبت صالحین کے فوائد اور صحبت

مبتدعین کے مضرات کو بزبان پنجابی یوں منظوم فرمایا

نیکاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان عطاراں
سودا بھاویں مول نہ لئے ہلے آؤن ہزاراں
بریاں لوکاں دی صحبت یارو جیویں دکان لوہاراں
کپڑے بھاویں کنج کنج پیسے چنگاں پین ہزاراں

۱ التوبہ ۱۱۹:۹ ۲ صحیح مسلم رقم الحدیث: ۴۸۵۴ ۳ الانعام ۶:۶۸

۴ صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۸ ۵ دفتر اول مکتوب: ۵۴

مَن اگر معلوم شود کہ شخصی برابر دانہ خوردلہ از صراط
 مستقیم این بزرگواراں جدا افتادہ است صحبت
 اور اتم قاتل باید دانست و مجالست اور اہرافعی باید
 انگاشت طالب علمان بے باک از ہر فرقہ کہ باشد
 لصوص دین اند اجتناب از صحبت اینہا نیز از ضروریات
 است

ترجمہ: اگر معلوم ہو جائے کہ کوئی شخص ان بزرگوں کے صراط مستقیم سے رائی کے
 دانہ کے برابر ہٹ گیا ہے تو اس کی صحبت کو زہر قاتل جاننا چاہئے اور اس کی مجالست کو
 زہر سانپ سمجھنا چاہئے بے باک طالب علم خواہ کسی فرقہ سے ہوں دین کے چور ہیں
 ان کی صحبت سے اجتناب کرنا ضروریات دین میں سے ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے اہل سنت کے جادہ مستقیم
 سے سرموٹے ہوئے لوگوں کی صحبت و معیت سے احتراز کو اصل عظیم اور ضروریات
 دین میں شمار کیا ہے۔ انبیاء مرسلین اور آئمہ و صالحین کے گستاخ و بے ادب علماء و طلباء
 دین کے چور اور شیطان کے نمائندے ہیں۔ ابلیسی کردار ادا کرنے والوں کی
 مجالست زہر قاتل اور موجب ضلالت ہے جو فکری انتشار اور قلبی اضطراب کا باعث

ہوتی ہے۔ بنا بریں انسان آیہ کریمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ لَا اِلٰہَ اِلَّا هُوَ کے مصداق
متذبذب ہی رہتا ہے اس لئے عقائد کی پختگی اور اعمال کی درستگی سے محروم رہتا ہے۔
راہِ راست پر مستحکم و ثابت قدم نہیں رہتا نتیجتاً اذلی شقاوت اور قلبی قساوت کی وجہ سے
نارِ جہنم میں جھونک دیا جائے گا۔ اَلْعِيَاذُ بِاللّٰهِ سُبْحٰنَہُ

دفتر اول - مکتوب ۲۱۲

مکتوب الیہ

حضرت میرزا عبدالرحیم خان خانان رحمۃ اللہ علیہ



موضوعات

دنیا آخرت کی کھیتی ہے ، ماموراتِ شرعیہ کو
عقلِ ناتمام کے معیار پر تو لنے والا شانِ نبوت
کا منکر ہے

مکتوب - ۲۱۴

متن حضرت حق سبحانہ دنیا را مزرعہ آخرت گردانیدہ
 بیدولت باشد کیکہ تخم راست در بخورد و
 بزمین استعداد نیندازد و از یک دانہ ہفت صد دانہ
 سازد و از برائے روزے کہ برادر از برادر گریزد و مادر
 بفرزند نیامیزد ذخیرہ نکند خسارت دنیا و آخرت نقد
 وقت اوست و حسرت و ندامت دارین برکف
 دست او

ترجمہ: حضرت حق سبحانہ نے دنیا کو آخرت کی کھیتی قرار دیا ہے بد نصیب ہے وہ شخص
 جو سارا بیج کھا جائے اور استعداد کی زمین میں نہ ڈالے اور ایک دانے سے سات
 سو دانے نہ بنائے اور اس دن کے لئے کہ جب بھائی، بھائی سے بھاگے گا اور ماں،
 بیٹے کی خبر نہیں لے گی کچھ بھی ذخیرہ نہ کرے دنیا و آخرت کا نقصان اس کا نقد وقت
 ہے اور دونوں جہاں کی حسرت و ندامت کے سوا اسے کچھ بھی ہاتھ نہیں آئے گا۔

شرح

زیر نظر مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز مکتوب الیہ کو نصیحت فرما رہے ہیں کہ حیات مستعار کے انمول لمحات کو غنیمت سمجھ کر اعمال صالحہ بجالانا چاہیے۔ فرصت کی گھڑیوں کو فانی لذتوں اور دنیوی راحتوں میں ضائع نہیں کرنا چاہیے بلکہ اعتقادات صحیحہ کے مطابق اخلاص نیت اور صدق قلب کے ساتھ اوامر کا اکتساب اور نواہی سے اجتناب کرنا چاہیے۔ تاکہ صدق وللمہیت کے اعتبار سے حسنات و خیرات میسر ہو سکیں جیسا کہ آیات کریمہ **وَاللّٰهُ يُضَاعِفُ لِمَنْ يَّشَاءُ**^۱ اور **اَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلٍ فِي كُلِّ سُنْبَلَةٍ مِائَةٌ حَبَّةٌ**^۲ سے عیاں ہے ورنہ نفسا نفسی کے اُس عالم میں کوئی بھی پُرساں حال نہیں ہوگا۔ قریبی رشتہ دار بھی ایک دوسرے سے پہلو تہی کریں گے جیسا کہ آیہ کریمہ **يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيهِ**^۳ **وَاُمِّهِ وَاَبِيهِ**^۴ **وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ**^۵ سے واضح ہے۔

مولانا روم مست بادۂ قیوم رحمۃ اللہ علیہ نے اس مفہوم کو یوں منظوم فرمایا ہے

گر ز دستت می شود تخمے بکار

تا براری خرمنے روز شمار

ورنہ کارے مفلے یوم التناد

گشتہ مغبون و خاسر بے مراد

ورنہ نمی کارے چہ برادری ازو

روز محشر ای عتل اے عتو

متن اگر پرسند کہ تضاعفِ اجر در حنات است
 و در سیئات جزا بمثل است پس کفار را بواسطہ
 سیئات معدودہ عذاب مخلد چون باشد کوئیم کہ مانند جز
 امر عمل را مفوض بعلم واجب است تعالیٰ و تقدس
 علم ممکن از ادراکِ آن قاصر است مثلاً در قذفِ محصنات
 جزا مماثلِ آن عمل ہشاد تا زیانہ فرمود و در حد سرقہ قطع
 یمین سارق جزا آن نمود در حد زنا در صورت بکرہ بکر
 صد تا زیانہ بالغریب عام تقدیر نمود و در صورت شیخ و
 شیخہ حکم بر جرم فرمود علم ستر این حدود و تقدیرات از طوق
 بشر خارج است ذلک تقدیر العزیز الحکیم

ترجمہ: اگر دریافت کریں کہ نیکیوں کا اجر کئی گناہ ہے اور گناہوں کی سزا اس کے
 مثل ہے لہذا کفار کو محدود گناہوں کی پاداش میں دائمی عذاب کیوں ہوگا ہم کہتے ہیں
 کہ عمل کی جزا کا ہم مثل ہونا واجب تعالیٰ و تقدس کے علم پر موقوف ہے ممکن کا علم اس
 کے ادراک سے قاصر ہے مثلاً صالح شادی شدہ عورتوں پر تہمت لگانے کی سزا اسی
 کوڑے فرمائے ہیں اور چوری کی حد میں دایاں ہاتھ کاٹ دینا اس کی سزا ہے

اور کنوارے مرد کی باکرہ عورت کے ساتھ زنا کی سزا سو کوڑے اور ایک برس جلا وطنی مقرر کی ہے اور شادی شدہ مرد و عورت کی صورت میں سنگسار کرنے کا حکم فرمایا ہے ان حدود و تقذیرات کے اسرار کا علم بشری طاقت سے باہر ہے یہ خدائے عزیز و حکیم کا مقرر فرمودہ اندازہ ہے۔

شرح

سطور بالا میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز احکام دینیہ اور حدود شرعیہ کو عقل نامتھام کے ترازو پر تولنے والوں کو شانِ نبوت کا منکر قرار دے رہے ہیں۔ نده مؤمن کو اسلامی مامورات و احکامات اور شرعی حدود و تعذیرات بصد احسان و تمنان تسلیم کرنا چاہیے کہ یہی خوائے مسلمانی اور روشِ بندگی ہے۔

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ (ﷺ)

چونکہ اسلامی احکام و اعمال کی کنہہ و حقیقت تک رسائی عقل عیار کے بس کا روگ نہیں اس لئے انہیں عقلی معیار پر پرکھنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ حدود و تقذیرات کا علم طاقت بشری اور فہم انسانی سے باہر ہے جیسا کہ آیہ کریمہ ذالک تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ سے عیاں ہے۔ اس لئے اس قسم کے لوگوں کے ساتھ بحث و تمحیص کرنا بے وقوفی ہے۔

زاں کس کہ بہ قرآن و خبر می زہی

آنست جوابش کہ جواہش ندہی

جو مانتا ہی نہیں کیا حدیث و قرآن ہے

اسے جواب نہ دو کہ وہ تو شیطان ہے

در اصل امور شرعیہ کا انکار خالق حقیقی جل سطانہ کے ساتھ سرکشی و بغاوت ہے اور اس کے احکام و مامورات کو حقیر و بے وقعت جاننا ہے۔ بس یہی بغاوت و حقارت کفار ناہنجار کے کفر موقت کے دائمی عذاب کا باعث ہوگی۔ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ بِحَقِیْقَةِ الْحَالِ

دفتر اول مکتوب ۲۱۵

مکتوب الیہ

حضرت شیخ مبارزاد ارباب رحمۃ اللہ علیہ



موضوع

دنیا اور اہل دنیا کی عقلی اور نقلی شواہد سے مذمت



مکتوب - ۲۱۵

متن اے فرزندِ اربابِ دنیا و اصحابِ غنا بے بلائے
 عظیم گرفتار اند و بابتلاءِ عظیم مبتلا زیرا کہ دنیا کہ
 مبعوضہ حق است سجانہ و مردارترین جمیع نجاسات در
 نظر ایشان مزین ساختہ اند و مزیتِ گردانیدہ در رنگ
 آنکہ نجاستی رازر اندودہ سازند و زہری را شکر آلودہ
 مع ذلک عقلِ دور اندیش را بر شاعتِ این دنیہ مہمت
 ساخت و بر قباحتِ این نامرضیہ دلالت فرمود

ترجمہ: اے فرزند! دنیا دار اور دولت مند بلاءِ عظیم میں گرفتار ہیں اور بہت بڑی
 آزمائش میں مبتلا ہیں کیونکہ دنیا حق سجانہ کی مبعوضہ ہے اور تمام نجاستوں میں
 مردار ترین ہے لیکن اہل دنیا کی نظر میں آراستہ کر دی گئی ہے اور خوبصورت بنا دی گئی
 ہے جیسے نجاست پر سونے کا ملمع کر دیا جائے اور زہر کو شکر سے آلودہ کر دیا جائے
 حالانکہ دور اندیش عقل کو اس کمینہ دنیا کی برائی سے آگاہ کر دیا گیا ہے اور اس

ناپسندیدہ کی قباحت پر رہنمائی فرمادی ہے۔

شکر

اس مکتوب گرامی میں حضرت امام ربانی قدس سرہ العزیز نے دنیا اور اہل دنیا کی عقلی و نقلی شواہد و دلائل کے ساتھ مذمت بیان فرمائی ہے اور دنیا کو متعدد ناپسندیدہ اشیاء کے ساتھ مشابہت دی ہے تاکہ سالکین طریقت کے قلب و نظر میں دنیا کی کراہت و نجاست آشکارا ہو جائے اور ان کے قلوب دنیوی محبتوں کی گرفتاری سے چھٹکارا حاصل کر سکیں۔ ورنہ اہل دنیا احکام نبوت کے منکر اور منافقانہ روش پر گامزن ہیں جنہیں ظاہری ایمان نفع نہیں دے گا اور انہیں سوائے حسرت و ندامت کے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔

بقول شاعر

ہمہ اندرز من بتو این ست
 کہ تو طفلی و خانہ رنگین است
 اک نصیحت ہے گو کہ سنگین ہے
 تو ہے بچہ ، مکان رنگین ہے

سراج النورین حضرت علامہ ابوالبیان پیر محمد سعید احمد راجدی مدظلہ العالی

کی علمی، فکری، تحقیقی اور روحانی تصانیف

خصائل و شمائل نبوی ﷺ پر مشتمل

شمائل ترمذی کی ایمان افروز شرح

زیر ترتیب

قدوة اکامیلین حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ

کے علوم و معارف پر مشتمل تصنیف لطیف

کشف المحجوب کی بے مثال اردو شرح

زیر ترتیب

قرآنی سورتوں کا اجمالی تعارف

زیر ترتیب

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان

فون: 055-3841160 فیکس: 055-3731933

Mob: 0333-7371472

نظیم الاملا پبلیکیشنز

ابوالبیان پیر محمد سعید احمد مجددی سید فیروز

سراج المآثرین
حضرت علامہ

کی علمی، فکری، تحقیقی اور روحانی تصانیف



یہ شرح گویا علوم طریقت
کا انسائیکلو پیڈیا ہے

جلداول جلد دوم جلد سوم
جلد چہارم جلد پنجم (زیر ترتیب)

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی سید فیروز
کے شہرہ آفاق مکتوبات شریف کی پہلی اردو شرح

البیان شرح مکتوبات



جلداول جلد دوم

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی الشیخ احمد فاروقی حنفی سید فیروز
کے علوم و معارف پر مشتمل رسالہ مبارکہ کی پہلی اردو شرح

سعدت العباد شرح مبداء و معاد



خطہ پنجاب میں

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کی اولین خانقاہ معالی
کے بزرگان دین کے حالات و خدمات کا ذکر جمیل

تذکرہ

مشارح الومہار شریف



دنیا کے خطابت کا عظیم شاہکار

جلداول جلد دوم جلد سوم
جلد چہارم جلد پنجم جلد ششم (زیر ترتیب)

مجموعہ تقاریر

البیان

علماء و اعظمین، خطباء اور طلباء کیلئے گرانقدر تحفہ

121- بی ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ پاکستان

فون: 055-3841160 فیکس: 055-3731933

Mob: 0333-7371472

نظم الاملا پبلیکیشنز

